مطالعہ پاکستان

برائے ڈگری کلاسز

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد اکرم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظیم

مطالعہ پاکستان

برائے ڈگری کلاسز

محمد اکرم
پرنسپل پنجاب گروپ آف کالجز راولپنڈی
حافظ اشفاق احمد
پنجاب کالج آف کامرس

عثمان شاہد
پنجاب کالج آف کامرس لاہور
عبدالحیٔ
پنجاب کالج گوجرانوالہ

عظیم اکیڈمی پبلشرز اینڈ بکسیلرز
22۔اردو بازار لاہور فون: Ph: 042-37231448
Fax: 042-37361245
Website: www.azeemacademy.pk
Email:info@azeemacademy.pk

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنفین و پبلشر محفوظ ہیں

ہیڈ آفس:

22-38 اُردو بازار لاہور۔ فون: 042-37231448 فیکس: 042-37361245

سیل پوائنٹ:

راولپنڈی: المصطفےٰ پلازہ 6th روڈ۔فون: 051-4420510-1

فیصل آباد: G-23 زینب پلازہ ہریاں والا چوک ڈی گراؤنڈ۔فون: 041-8719192، کارنر امین پور بازار کوتوالی روڈ۔
فون 041-2629091

کراچی: شان پلازہ اُردو بازار۔فون: 021-32775294

نام کتاب	مطالعہ پاکستان (ڈگری کلاسز)
ناشر	منیر احمد
مصنفین	محمد اکرم، محمد عثمان شاہد، حافظ اشفاق احمد، عبدالحئی
کمپوزنگ	عظیم علی
فارمیٹنگ	آصف علی، مرزا اصلاح الدین خان (عمر اشرف گرافکس)
پرنٹرز	تہامی آرٹ پریس
قیمت	-/200 روپے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
1	نظریہ پاکستان	1
2	نظریہ پاکستان کا تاریخی پہلو	31
3	تحریک پاکستان	74
4	استحکام پاکستان	155
5	دساتیر پاکستان	174
6	ارض پاکستان	193
7	پاکستان اور عالمی تعلقات	229
☆	علامہ اقبال کے پچاس منتخب اشعار بمعہ تشریح	264
☆☆	مختصر سوالات	274
☆☆☆	اہم سوالات	309
☆☆☆☆	یونیورسٹی پیپرز	310

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 1

نظریہ پاکستان

برصغیر کے تاریخی پس منظر میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ ہے جو برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔ یعنی یہ مسلمانوں کا وہ خیال تھا، جس کی بناء پر وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ دوسرے لفظوں میں نظریہ اسلام ہی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 1۔ قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد بیان کریں۔ یا مطالبہ پاکستان کے اسباب یا وجوہات بیان کریں۔

جواب:

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی مثل جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

پس منظر:

برصغیر میں مسلمانوں نے اپنی آمد کے ساتھ ہی اس فرق کو واضح طور پر محسوس کر لیا تھا جو مسلمانوں اور ہندوؤں میں بالخصوص تہذیبی، تمدنی، ثقافتی، مذہبی اور سیاسی پہلوؤں کے اعتبار سے موجود تھا۔ اسلام نے آغاز سے ہی برصغیر میں اپنی قطعی حیثیت کو برقرار رکھا۔ اور ہندومت کا اثر قبول نہ کیا۔ محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کر کے مسلمان حملہ آوروں کی راہ ہموار کی۔ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے اسلامی سلطنت کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ قطب الدین ایبک نے 1206ء میں اسلامی سلطنت کی مستقل بنیاد رکھی جو کسی نہ کسی طرح 1857ء کی جنگ آزادی تک قائم رہی۔ جنگ آزادی کے بعد برصغیر کے مسلمانوں نے نہ صرف انگریزوں کی غلامی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے سے بھی انکار کرتے ہوئے پاکستان کا مطالبہ کیا۔ ان کا یہ مطالبہ بالآخر 14 اگست 1947ء کو شرمندۂ تعبیر ہوا۔ یوں پاکستان کا قیام بیسویں صدی کا اہم ترین واقعہ بن گیا۔

قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد:

پاکستان کے قیام کے کئی اغراض و مقاصد تھے۔ جن میں سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش	۲۔ اسلامی معاشرے کا قیام
۳۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تحفظ	۴۔ اسلامی جمہوری نظام کا نفاذ
۵۔ دوقومی نظریہ کا تحفظ	۶۔ اُردو زبان کا تحفظ و ترقی
۷۔ مسلم تہذیب و ثقافت کی ترقی	۸۔ مسلمانوں کی آزادی
۹۔ مسلمانوں کی معاشی بہتری	۱۰۔ مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی ترقی
۱۱۔ فرقہ وارانہ فسادات	۱۲۔ ہندوؤں کے تعصب سے نجات
۱۳۔ کانگریس سے نجات	۱۴۔ رام راج سے نجات
۱۵۔ انگریزوں سے نجات	۱۶۔ تاریخی ضرورت
۱۷۔ پرامن فضا کا قیام	۱۸۔ اسلام کا قلعہ
۱۹۔ ملی یا قومی اتحاد	۲۰۔ اتحاد عالم اسلام

ا۔ اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش:

قیام پاکستان کا اہم مقصد اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد ہی مسلمانوں کے دلوں میں یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش بیدار ہوگئی کہ انہیں برصغیر میں مضبوط اسلامی ریاست قائم کرنا ہوگی۔

قائداعظم نے 8 مارچ 1944ء کو مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"پاکستان کے مطالبے کا محرک کیا تھا؟ اور مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔"

۲۔ اسلامی معاشرے کا قیام:

برصغیر میں انگریزوں نے مغربی معاشرتی نظام کو رائج کیا۔ صدیوں سے ہندو قوم کے ساتھ رہنے کی وجہ سے برصغیر کے مسلمان شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلامی تعلیمات سے دور ہو رہے تھے۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد اخوت، مساوات، عدل وانصاف، باہمی تعاون اور رواداری جیسے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ صحیح معنوں میں اسلامی معاشرے کی تشکیل اُسی صورت میں ممکن تھی کہ مسلمانوں کی اپنی آزادی اور خود مختار ریاست ہو۔ جہاں وہ اپنی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ قائداعظم نے 1944ء کو طلبا کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا راہنما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا ضابطۂ حیات ہے"

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

۳۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

اسلام کے نزدیک اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے قرآن کی شکل میں ایک ضابطۂ حیات عطا فرمایا ہے کہ وہ اس پر عمل کر کے ایک ایسی ریاست کی تشکیل کریں جو خدا اور اس کے رسول کی بالادستی کو تسلیم کرے۔ اسلامی ریاست کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کی بڑی شدید آرزو تھی۔ قائداعظم نے 1943ء میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا۔ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوں۔ میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن نے واضح کر دیا تھا"

یہ ساری کاوشیں تھیں دین کی، ایمان کی خاطر
ہزاروں کلفتیں تھیں - ایک پاکستان کی خاطر
یہ مقصد تھا یہاں اسلام کا فرمان ہو جاری
مکمل طور پر اس ملک میں قرآن ہو جاری

۴۔ اسلامی جمہوری نظام کا نفاذ:

ہندو برصغیر میں جمہوریت کے نام پر آزادی کی تحریک چلا رہے تھے۔ لیکن اُن کے ذہن میں پارلیمانی جمہوریت کا تصور تھا جو اکثریت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حکومت کا دوسرا نام ہے۔ برطانوی طرز جمہوریت کے مطابق برصغیر میں ہندوراج قائم ہو جاتا اس لئے برطانوی انداز کی پارلیمانی جمہوریت برصغیر کے لئے قطعاً موزوں نہ ہوتی۔ اس لئے مسلمان برصغیر میں ایک ایسا نظام قائم کرنا چاہتے تھے جو اسلام کے جمہوری نظام کے مطابق ہو۔ قائداعظم نے 27 مارچ 1947ء کو ارشاد فرمایا تھا:

''ہم نے جمہوریت کا سبق تیرہ سال پہلے حاصل کر لیا تھا۔''

؎ یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری

16 فروری 1948ء کو آپ نے ارشاد فرمایا:

''ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیں۔''

۵۔ دوقومی نظریہ کا تحفظ:

ہندو تہذیب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ برصغیر پر جتنی بھی قومیں حملہ آور ہوئیں، وہ مقامی تہذیب میں جذب ہو کر اپنی علیحدہ قومی پہچان کھو بیٹھیں۔ لیکن اسلام وہ پہلا مذہب اور نظام حیات تھا، جس نے 1000 سال ہندو تہذیب و ثقافت کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اپنی علیحدہ پہچان کو برقرار رکھا۔ انگریزوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد برصغیر کے مسلمان اپنی علیحدہ قومی پہچان کو نہ صرف برقرار رکھنا چاہتے تھے بلکہ اس کا مکمل تحفظ چاہتے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں اور انگریزوں کی طرف سے مسلمانوں کی علیحدہ قومی پہچان کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہندوؤں نے اکثر دوقومی نظریے کی مخالفت شروع کر دی جو مسلمانوں کو قابل قبول نہ تھی۔ قائداعظم نے اس سلسلے 23 مارچ 1940ء کو ارشاد فرمایا:

''قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم ہیں۔ لہٰذا اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی اپنی الگ مملکت ہو جہاں وہ اپنے عقائد کے مطابق معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی بسر کر سکیں۔ ہندو اور مسلم ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں ہم اپنے مذہب، اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی تاریخ، اپنی زبان، اپنے طرز تعمیر، فن موسیقی، اپنے اصول و قوانین، اپنی معاشرت اور اپنے لباس غرض کہ ہر اعتبار سے مختلف ہیں۔''

؎ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

۶۔ اُردو زبان کا تحفظ و ترقی:

برصغیر میں مسلمانوں کے دور سے عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت اور کئی مقامی زبانوں کے میل جول سے ایک نئی زبان اُردو وجود میں آئی۔ اور جلد ہی یہ زبان مسلمانوں اور دیگر قوموں کے درمیان اشتراک اور رابطے کا ذریعہ بنی۔ لیکن 1857ء جنگ آزادی کے بعد ہندوؤں نے اُردو زبان کو مسلمانوں کی زبان قرار دے کر اس کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ 1867ء میں بنارس میں سب سے پہلے اُردو ہندی تنازعہ شروع ہوا۔ اس کے بعد برصغیر کے مختلف علاقوں میں ہندوؤں کی طرف سے اُردو کی جگہ پر ہندی رائج کرنے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ اُردو نہ صرف مسلمانوں کی قومی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہچان بن چکی تھی بلکہ مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت، کے کئی اہم موضوعات کا اُردو ترجمہ ہو چکا تھا۔ اس لیے مسلمان نہ صرف اُردو زبان کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ اس کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ جو علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کے بغیر ناممکن تھا۔

اب کا نہیں یہ ساتھ یہ صدیوں کا ساتھ ہے
تشکیل ارض پاکستان میں اُردو کا ہاتھ ہے

۷۔ مسلم تہذیب وثقافت کی ترقی:

برصغیر میں مسلمان اسلامی تہذیب وثقافت کے بل بوتے پر اپنا جداگانہ تشخص اور الگ شناخت قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ انگریز نے اسلامی تہذیب وثقافت کو ہندی تہذیب وثقافت میں مدغم کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان اپنا وجود کھو دیں۔ اس ہندی تہذیبی یلغار سے مسلمانوں کو اپنا جداگانہ تشخص خطرے میں نظر آنے لگا اور انکے لیے مسلم تہذیبی وثقافتی ورثے کو بچانے کے لئے الگ وطن کا مطالبہ ضروری ہو گیا۔ قائداعظم نے فرمایا:

> ''اس خواہش کو خواب وخیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ یہ لوگ آپس میں شادی نہیں کرتے، نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بلکہ اکثر ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ انسانی زندگی کے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں کے خیالات اور تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔''

۸۔ مسلمانوں کی آزادی:

برصغیر میں مسلمان صدیوں تک حکمران رہے۔ انگریزوں کی بالادستی قائم ہوئی تو ہندو اور مسلمان دونوں غلامی کے شکنجوں میں جکڑے گئے۔ مسلمان حریت پسند قوم ہیں۔ اس لئے وہ کسی دوسری قوم کی غلامی کو قبول نہیں کر سکتے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریزوں کا اقتدار برصغیر میں کافی کمزور ہو چکا تھا۔ گاندھی اور دیگر ہندو لیڈر انگریزوں پر دباؤ بڑھا رہے تھے کہ وہ ہندوستان سے چلے جائیں اور حکومت کانگریس کے سپرد کر دیں۔ اس مقصد کے لیے اُنہوں نے 1944ء میں ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کا آغاز کیا۔ جبکہ قائداعظم نے مسلمانوں کے موقف کو واضح کرتے ہوئے نعرہ لگایا، تقسیم کرو اور چھوڑ دو۔ قائداعظم نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

> ''ہمارے دلوں میں آزادی کے لیے بے پناہ تڑپ ہے۔ ہم برطانوی تسلط سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس بات پر کبھی راضی نہیں ہو سکتے کہ ہمیں ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔''

۹۔ مسلمانوں کی معاشی بہتری:

برطانوی حکومت نے ہندوستان میں مغربی معاشی نظام قائم کیا اور اُنہوں نے تجارت، صنعت، بینکاری اور دیگر شعبوں پر ہندوؤں کی اجارہ داری قائم کر دی۔ بڑے بڑے زمیندار، تاجر اور صنعت کار ہندو تھے۔ جبکہ مسلمانوں کو معاشی طور پر بہت تنگ کیا جاتا تھا۔ ملازمتوں کا حصول مسلمانوں کے لیے قریباً قریباً ناممکن ہو چکا تھا۔ سودی کاروبار کی وجہ سے مسلمان عتاب کا شکار تھے۔ آزادی کی تحریک کا آغاز ہوا تو مسلمانوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوچ پیدا ہوئی کہ انگریزوں کے بعد تو اُن کے معاشی حالات مزید بگڑ جائیں گے اور وہ مستقل طور پر ہندو سرمایہ داروں اور زمینداروں کے چنگل میں پھنس جائیں گے۔ اس لیے اُنہوں نے معاشی ترقی کے لیے پاکستان حاصل کیا۔ یکم جولائی 1948ء کو قائداعظم نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے مغرب کے معاشی نظام کو یوں تنقید کا نشانہ بنایا:

''مغرب کا معاشی نظام انسانیت کے لیے ناقابل حل مسائل پیدا کر رہا ہے اور یہ لوگوں کے درمیان انصاف کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہے جو اسلام کے صحیح تصور مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو۔''

برا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری

۱۰۔ مسلمانوں کی معاشرتی وسیاسی ترقی:

برصغیر میں دو بڑی قومیں آباد تھیں۔ مسلمان اور ہندو دونوں قومیں معاشرتی اعتبار سے مختلف تھیں۔ مسلم معاشرہ اپنی علیحدہ پہچان رکھتا تھا۔ اُن کی زبان، ثقافت، رسوم ورواج، تہذیب، لباس، رہن سہن، سیاسی نظام، اسلام پر قائم تھا۔ جبکہ ہندوؤں میں ذات پات کا نظام، رنگ و نسل اور اُونچ نیچ ہمیشہ سے چلی آ رہی تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں اور ہندوؤں نے مل کر مسلمانوں کی معاشرتی قدروں اور سیاسی نظام کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں بھرپور تحریک چلا کر پاکستان حاصل کیا۔

۱۱۔ فرقہ وارانہ فسادات:

انیسویں صدی کے آخر میں ہندوؤں کی کئی انتہا پسند تحریکیں وجود میں آئیں۔ جن میں آریہ سماج، دیو سماج، شدھی اور سنگھٹن قابل ذکر ہیں۔ لالہ لاجپت رائے نے سنگھٹن تحریک کا آغاز کرتے ہوئے ہندو نوجوانوں کو جنگی تربیت دے کر مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر دیا۔ یہ تحریکیں معمولی معاملات پر مسلمانوں کو تشدد کا نشانہ بناتیں۔ ان تحریکوں کا مقصد مسلمانوں کو زبردستی ہندوستان سے ہجرت کرنے پر مجبور کرنا یا خدانخواستہ اسلام کو چھوڑ کر ہندومت کو قبول کروانا تھا۔ اس لیے برصغیر کے مسلمانوں نے ان فرقہ وارانہ فسادات سے بچنے کے لیے پاکستان حاصل کیا۔ اس سلسلے میں ہندو لیڈر راج گوپال اچاریہ نے اپریل 1942ء میں عید میلاد النبیؐ کے موقع پر قیام پاکستان کے بارے میں کہا:

''میں پاکستان کی حمایت کرتا ہوں، میں کسی ایسے ملک کی خواہش نہیں رکھتا جہاں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے احترام کے جذبات موجود نہ ہوں۔''

۱۲۔ ہندوؤں کے تعصب سے نجات:

ہندو بنیادی طور پر متعصب تھے، وہ مسلمانوں کی خوشحالی، معاشی اور معاشرتی ترقی دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لیے اُنہوں نے انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی علیحدہ پہچان ختم کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان اپنا تشخص برقرار نہ رکھ سکیں۔ 1916ء میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات کے حق کو تسلیم کیا۔ مگر نہرو رپورٹ 1928ء اور 1937ء سے 1939 تک قائم رہنے والی کانگریسی وزارتوں کے مسلمانوں کے ساتھ سلوک نے یہ واضح کر دیا کہ ہندو نہ صرف متعصب ہیں بلکہ مسلمانوں کی خوشحالی اُن کو ایک آنکھ نہیں بھاتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں نے ہندوؤں کے تعصب سے نجات حاصل کرنے کے لیے پاکستان حاصل کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ کانگریس سے نجات:

1885ء میں ایک انگریز اے او ہیوم نے ممبئی میں انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی۔ حالانکہ اس جماعت کا بنیادی مقصد ہندوستانیوں کو ایک ایسا سیاسی پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا۔ جہاں وہ اکٹھے ہو کر حکومت کو تجاویز پیش کر سکیں۔ مگر مختصر مدت میں یہ جماعت ہندوؤں کی سیاسی جماعت بن کر رہ گئی۔ یہی وجہ تھی کہ سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کو کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کانگریس صرف ہندوؤں کے مفادات کے لیے کام کرے گی۔ 1905ء میں ہونے والی بنگال کی تقسیم کی کانگریس نے جس انداز میں مخالفت کی اُس نے یہ ثابت کر دیا کہ کانگریس خالصتاً ہندوؤں کی جماعت ہے۔ اس لیے مسلمانوں نے نہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی بلکہ مسلمانوں کی اسی سیاسی جماعت نے پاکستان بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

۱۴۔ رام راج سے نجات:

ہندو قوم مدتوں سے جنوبی ایشاء میں رام راج کا خواب دیکھتی آ رہی تھی۔ وہ صدیوں سے مسلمانوں کے محکوم چلے آ رہے تھے۔ انگریز وارد ہوئے تو بھی ہندو محکوم ہی رہے۔ جنگ عظیم دوم میں انگریزوں کی فوجی قوت کو جرمنوں اور جاپانیوں نے تباہ کر دیا اور ان کے حکمرانی کے دن پورے ہونے کو آئے تو ہندوؤں نے اپنی عددی اکثریت کی بنیاد پر سوچا کہ وہ انگریز علمداری کے خاتمہ کے بعد برصغیر کو بھارت بنا دیں گے اور اس سرزمین پر ہندو مت کا راج ہو گا۔ رام راج کے قیام کی باتیں شروع ہو گئیں اور کئی ہندو لیڈروں نے جلسوں میں اس مقصد کے حصول کے متعلق بیان دیئے تو مسلمانوں نے شدید خطرہ محسوس کیا۔ رام راج کی آمد اسلام اور اس کے پرستاروں کے لئے برصغیر میں تباہی کا پیغام تھی۔ اس لئے اُنہوں نے ہندو مت کے غلبہ سے بچنے کے لئے علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کی کوششیں شروع کر دیں تا کہ اسلامی اصولوں پر مبنی اپنا نظام رائج کیا جا سکے۔

۱۵۔ انگریزوں سے نجات:

انگریزوں نے برصغیر کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ اس لیے مسلمان چاہتے تھے کہ انگریز جب برصغیر کو خیر باد کہیں تو حکومت اُنہیں واپس کریں۔ لیکن مغربی جمہوریت کے تحت ہندو اکثریت کے بل بوتے پر اقتدار حاصل کرنے کے خواہشمند تھے۔ انگریز نے مسلمانوں سے اقتدار چھین کر اُنہیں پستی کی طرف دھکیلنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں نے برطانوی سامراجیت سے نجات حاصل کرنے کے لئے الگ وطن قائم کیا۔

۱۶۔ تاریخی ضرورت:

پاکستان کا مطالبہ کسی وقتی یا جذباتی کیفیت کے تحت نہیں کیا گیا تھا بلکہ علاقائی اور قومی اعتبار سے ایک ٹھوس تاریخی حقیقت اس کی بنیاد بنی۔ یہ فطری تقاضا تھا کہ مملکت خداداد پاکستان وجود میں آتی۔ انیسویں صدی کے دوسرے نصف اور موجودہ صدی کے آغاز میں کئی شخصیتوں نے علیحدہ مسلم مملکت کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اسی لئے جداگانہ مملکت کا تصور ابھرتا چلا گیا اور رفتہ رفتہ مسلمان اس منطقی نقطہ پر متحد ہوتے چلے گئے کہ ان کے سیاسی، مذہبی، ثقافتی اور ملی تحفظ کے لئے علیحدہ، آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کا قیام ضروری ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ برصغیر کبھی بھی ایک ملک کی حیثیت میں طویل عرصہ تک متحد نہیں رہا۔ قائداعظم نے 1941ء میں فرمایا:

"ہندوستان سرے سے کبھی ایک ملک نہیں رہا اور نہ کبھی یہاں ایک قومی حکومت قائم ہوئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ ہندوؤں کی حکومت ہو یا مسلمانوں کی، یہاں ہمیشہ شخصی اور مطلق العنان حکومت رہی ہے۔
آج بھی برطانوی سنگینیں ہی ہندوستان کو جکڑ کر ایک بنائے ہوئے ہیں۔ جس لمحے یہ سنگینیں یہاں
سے ہٹائی جائیں گی ہندوستان ایک جغرافیائی وحدت نہیں رہے گا۔"

۱۷۔ پُرامن فضا کا قیام:

انیسویں صدی میں ہندوؤں کی آریا سماج، ہندو مہا سبھا، شدھی اور سنگھٹن جیسی انتہا پسند اور متعصبانہ تحریکیں وجود میں آئیں۔ آریا سماج کا نعرہ تھا کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ اس لیے مسلمان ہندومت قبول کر لیں۔ ورنہ ہندوستان چھوڑ دیں۔ شدھی تحریک نے مسلمانوں کو شدھی ہونے کی دعوت دی اور ہندو مہا سبھا نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی راہ اپنائی۔ سنگھٹن تحریک زبان سے زیادہ بزور بازو مسلمانوں کو ہندو بنانے کی حامی تھی۔ اس طرح جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے۔ جنھوں نے رفتہ رفتہ پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ متحدہ ہندوستان میں پرامن فضا کا ماحول تلاش کرنا بے سود ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے الگ وطن کا مطالبہ کر دیا۔ جہاں وہ امن و سکون سے رہ سکیں۔

۱۸۔ اسلام کا قلعہ:

پاکستان کے قیام کی غرض محض مقامی اور علاقائی نہیں تھی بلکہ مسلمانان برصغیر نے پاکستان کی تخلیق عالمی سطح پر اسلام کے فروغ اور استحکام کے لئے کی تھی۔ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنایا گیا تاکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو۔ علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ قائداعظم نے 20 دسمبر 1946ء کو قاہرہ میں قیام پاکستان کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر اہل مصر چاہتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں آزاد رہیں تو اُنھیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ آج کوئی بھی ایسی مسلم مملکت نہیں جو پوری طرح آزاد ہو۔ ایران بھی صدیوں کی آزادی کے بعد غلام بنالیا گیا ہے۔ اس وقت تک دنیا کے مسلمان اور عرب حکومتیں صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہوں گی۔ جب تک پاکستان قائم نہیں ہوگا۔"

بعدازاں متعدد مسلمان راہنماؤں کرنل قذافی اور شاہ فیصل نے پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دیا۔

۱۹۔ ملی یا قومی اتحاد:

مسلم ملت اگرچہ اپنا علیحدہ وجود قائم رکھنے میں کامیاب رہی۔ لیکن صدیوں تک ہندوؤں کے ہمراہ ایک ہی معاشرے میں رہنے کی وجہ سے برصغیر کے مسلمان ہندو رسم و رواج، تہذیب اور عصبیتوں سے متاثر بھی ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے اندر اختلافات، نسلی و لسانی جھگڑے اور علاقائی سوچیں موجود تھیں۔ انگریزوں کے جانے کے بعد اگر مسلمان اسی ملے جلے معاشرے میں رہتے تو رفتہ رفتہ ان کی جداگانہ حیثیت غائب ہو جاتی اور ملی اتحاد کا وجود نہ رہتا۔ قائداعظم نے اللہ تعالیٰ کے نام پر مسلم ملت کو ایک جھنڈے تلے اکٹھا کیا اور نومبر 1945ء میں فرمایا:

"مسلمان ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر یقین رکھتے ہیں۔ مسلم لیگ کی کوشش یہ ہے کہ اُن کو ایک پلیٹ فارم پر ایک پرچم تلے جمع کیا جائے اور یہ پرچم پاکستان کا پرچم ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ اتحاد عالم اسلام:

برصغیر کے مسلمان ''اتحاد بین المسلمین'' کے زبردست حامی تھے۔ اُنھوں نے اسلامی دنیا کے مسائل کو ہمیشہ اپنے مسائل اور ان کے غم کو اپنا غم سمجھا۔ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں مسلمانان ہند نے سامراجی قوتوں کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ جب انگریزوں نے ترکی میں خلافت کو ختم کرنے کی کوشش کی تو ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کر کے اسلامی اخوت کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کا نظریہ تھا کہ اگر وہ علیحدہ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو پاکستان نہ صرف دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہوگی بلکہ وہ عالم اسلام کے اتحاد کا مرکز ثابت ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان نے ایک مسلمہ نظریے کے تحت جنم لیا اگر یہ نظریہ نہ ہوتا تو یہ عظیم اسلامی مملکت وجود میں نہ آتی۔

حاصل کلام:

قیام پاکستان کا اہم مقصد اسلام کی ترویج و اشاعت تھی۔ کیونکہ نظریہ پاکستان کی اصل بنیاد اسلامی نظریہ حیات پر رکھی گئی ہے۔ برصغیر کے مسلمان نہ صرف انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ اپنی معاشی، معاشرتی اور سیاسی ترقی بھی چاہتے تھے۔ اس لیے اُنھوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تاکہ وہ ایک آزاد ملک میں ایک الگ قوم کی حیثیت سے اسلام کے اصولوں کو اپنا سکیں اور اُن پر کسی قسم کا کوئی مذہبی، سیاسی، سماجی یا معاشرتی دباؤ نہ ہو۔

اے قائد! ہم شرمندہ ہیں اپنا نہ سکے انداز تیرا
وہ قوم ہوئی بے بال و پر بننا تھا جسے شہباز تیرا
تجدید وفا ہم کرتے ہیں اور آج یہ وعدہ کرتے ہیں
اے قائد! ہم اپنائیں گے ہر قول تیرا، انداز تیرا

س 2۔ قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجیے۔

جواب: نظریہ یا آئیڈیالوجی (Ideology) وہ تصور، مقصد یا نصب العین ہے جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے۔

نظریہ کی تعریف:

نظریہ کی چند تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں:

''نظریہ سے مراد ایسا لائحہ عمل ہے جس کے زیر اثر اقوام سے لے کر افراد تک اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں''

''نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورلڈ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق "نظریہ اُن سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔"

نظریہ پاکستان کا مفہوم:

برصغیر کے تاریخی پس منظر میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ ہے جو برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔ یعنی یہ مسلمانوں کا وہ خیال تھا جس کی بناء پر وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ اسلام ہی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

نظریہ پاکستان مختلف مفکرین کی آراء کی روشنی میں:

مختلف مفکرین نظریہ پاکستان کی تعریف وتوضیح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

(1) سید علی عباس:

نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔ درحقیقت نظریہ پاکستان اسلامی تعلیمات کی عملی صورت کا نام ہے۔

(2) ڈاکٹر اسلم سید:

نظریہ پاکستان انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے اور اُن نظریات سے بچنے کا سبب جو اسلام کے منافی ہیں۔

(3) علامہ علاؤ الدین صدیقی:

نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزمین کے اندر دین اسلام رائج ہو، افراد پر بھی، جماعتوں پر بھی، حکومتوں پر بھی اور تمام قوتوں سے قوی تر قوت یہاں اسلام ہو۔

نظریہ پاکستان قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں:

قائداعظم وہ لیڈر تھے جو شروع شروع میں ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت 1916ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان طے پانے والا میثاق لکھنؤ تھا۔ جس کی وجہ سے قائداعظم کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا گیا۔ مگر کانگریس کی ہٹ دھرمی اور ہندوؤں کے متعصب رویے کی وجہ سے نہ صرف قائداعظم نے 1920ء میں کانگریس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ بلکہ آپ نے خالصتاً مسلمانوں کے مفادات کے لیے کام شروع کردیا۔ قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ علیحدہ مملکت کا تصور
۲۔ قرآن پاک کی جامعیت
۳۔ اسلام کے علاوہ کسی ازم کی ضرورت نہیں
۴۔ تعصبات کے خاتمے کی تلقین
۵۔ تقسیم ہند کی ضرورت
۶۔ جداگانہ قومیت کا تصور
۷۔ پاکستان ایک اسلامی نظام کی عملی تجربہ گاہ
۸۔ مسلم تہذیب وتمدن کی حفاظت
۹۔ مغرب کے معاشی نظام پر تنقید
۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت
۱۱۔ پارلیمانی جمہوریت کی مخالفت
۱۲۔ فلاحی ریاست کے قیام کی خواہش
۱۳۔ قومی استحکام
۱۴۔ اقلیتوں کا تحفظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ جداگانہ تاریخ
۱۶۔ برصغیر میں مشترکہ دستور کی مخالفت
۱۷۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی کی تلقین
۱۸۔ پاکستان اور اسلام لازم وملزوم
۱۹۔ پاکستان کے دستور کی اسلامی ہیئت کی وضاحت
۲۰۔ اسلام اور ہندو دھرم دومختلف معاشرتی نظام
۲۱۔ پختہ عزم

۱۔ علیحدہ مملکت کا تصور:

قائداعظم نہ صرف مسلمانوں کو علیحدہ قوم تصور کرتے تھے بلکہ ان کے سیاسی مسائل کے حل کے لئے علیحدہ مملکت کے تصور کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے علیحدہ مملکت کے تصور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

''دراصل پاکستان تو اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ ہندوستان میں جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو پہلی قوم کا فرد نہیں رہا وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا اور ہندوستان میں ایک نئی قوم (مسلمان) وجود میں آ گئی۔''

۲۔ قرآن پاک کی جامعیت:

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کراچی میں 1943ء میں منعقد ہوا۔ قائداعظم نے اس موقع پر پاکستان اور اسلام کے باہمی رشتے کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسم واحد کی مانند ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی؟ وہ رشتہ، وہ چٹان اور وہ لنگر خدا کی کتاب، قرآن مجید ہے۔''

۳۔ اسلام کے علاوہ کسی ازم کی ضرورت نہیں:

قائداعظم اسلام کو نہ صرف مکمل ضابطۂ حیات تصور کرتے تھے بلکہ آپ کے خیال میں اسلام ہر میدان میں مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ مارچ 1944ء میں طلباء کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا:

''ہمارا رہنما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔ ہمیں کسی سرخ یا پیلے پرچم کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ہمیں سوشلزم کیمونزم یا کسی اور ازم کی ضرورت ہے۔''

۴۔ تعصبات کے خاتمے کی تلقین:

آپ کے خیال میں قومی یکجہتی اور اتحاد کے لئے سب سے بڑا خطرہ رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کی بنا پر پائی جانے والی تفریق ہے۔ قائداعظم نے قیام پاکستان کے بعد 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں خطاب کرتے ہوئے ہر قسم کے تعصبات کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ ہم پنجابی، بلوچی، سندھی، پٹھان اور بنگالی بن کے بات نہ کریں یہ کہنے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی، سندھی یا پٹھان ہیں۔ہم تو بس مسلمان ہیں۔"

۵۔ تقسیم ہند کی ضرورت:

قائداعظمؒ مطالبۂ پاکستان اور تقسیم ہند کی اہم وجہ اسلام کو گردانتے تھے۔قائداعظم نے 8 مارچ 1944ء ہی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان کے مطالبے کا محرک کیا تھا؟ اور مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔"

۶۔ جداگانہ قومیت کا تصور:

قائداعظمؒ مسلمانوں کو ہر لحاظ سے علیحدہ قوم تصور کرتے تھے اور علیحدہ قوم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ہر قدم اٹھانے کے حق میں تھے۔لاہور میں مارچ 1940ء کو تاریخی اجلاس میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم ہیں۔لہٰذا وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی اپنی الگ مملکت ہو جہاں وہ اپنے عقائد کے مطابق معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی بسر کر سکیں۔ ہندو اور مسلم ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں ہم اپنے مذہب، اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی تاریخ، اپنی زبان، اپنے طرز تعمیر فن موسیقی، اپنے اصول و قوانین، اپنے معاشرت اور اپنے لباس غرض کہ ہر اعتبار سے مختلف ہیں۔"

۷۔ پاکستان اسلامی نظام کی عملی تجربہ گاہ:

قائداعظم پاکستان کو اسلامی نظام کی عملی تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے۔قائداعظم نے 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

۸۔ مسلم تہذیب و تمدن کی حفاظت:

مسلم تہذیب و ثقافت کی حفاظت کے سلسلے میں اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے فوجی افسران سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع مل سکے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ مغرب کے معاشی نظام پر تنقید:

قائداعظم مغرب کے معاشی نظام خصوصی سودی کاروبار کے مکمل طور پر خلاف تھے۔آپ پاکستان میں اسلامی معاشی نظام لانا چاہتے تھے۔یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر آپ نے فرمایا:

"مغرب کا معاشی نظام انسانیت کے لیے نا قابل حل مسائل پیدا کر رہا ہے اور یہ لوگوں کے درمیان انصاف کرنے میں ناکام رہا ہے۔ہمیں دنیا کے سامنے ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہے جو اسلام کے صحیح تصور مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو۔"

بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنا قائداعظم کا خواب تھا۔قائداعظم کا خیال تھا کہ اصل حکمرانی کا حق دراصل اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔جبکہ عوام کے نمائندے یعنی حکمران تو اللہ تعالیٰ کے جانشین ہوتے ہیں۔آپ نے اس سلسلے میں فرمایا:

"حاکمیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے پاکستان میں عوام اسے قرآن وسنت کے مطابق استعمال کریں گے۔"

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

۱۱۔ پارلیمانی جمہوری طرزِ حکومت کی مخالفت:

قائداعظم محمد علی جناح مغربی طرز کی پارلیمانی جمہوریت کو برصغیر کے لیے مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔کیونکہ آپ کے خیال کے مطابق ہندوستان کئی قوموں اور خاص کر دو قوموں (مسلمان اور ہندو) کا ملک ہے۔ہر قوم، چاہے وہ تعداد میں کم ہو، اپنے حقوق مانگتی ہے۔مغربی طرز جمہوریت صرف ایسے ملک میں کامیاب ہو سکتی ہے۔جہاں صرف ایک قوم بستی ہو اور وہ لسانی، جغرافیائی، ثقافتی اور مذہبی اعتبار سے یکساں خصوصیات رکھتی ہو۔ہندوستان کی مختلف قوموں میں پہچان کرنی ہو تو مذہب کے علاوہ اور کوئی پیمانہ نہیں ہے۔مارچ 1940ء کو علی گڑھ میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"جمہوری پارلیمانی طرز کی حکومت ہندوستان کے لیے موزوں نہیں ہے۔"

۱۲۔ فلاحی ریاست کے قیام کی خواہش:

پاکستان کو قائداعظم ایک اعلیٰ معیار کی فلاحی مملکت کی شکل دینا چاہتے تھے۔وہ جب بھی مسلم عوام کی غربت اور بدحالی دیکھتے، سخت پریشان ہوتے۔18 نومبر 1942ء کو لائل پور (فیصل آباد) میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"مجھے دیہاتیوں کی غریبی اور بدحالی دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔مختلف ریلوے سٹیشنوں پر میں نے دیہی مسلمانوں کے گروپ دیکھے تو ان کے افلاس سے مجھے بہت دکھ پہنچا۔ قیام پاکستان کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت پاکستان کا اولین قدم یہ ہوگا کہ لوگوں کے معیارِ زندگی کو بلند کرے اور بہتر سے بہتر زندگی کے حالات مہیا کرے۔"

۱۳۔ قومی استحکام:

قائداعظم نے اپنے فرمودات میں بار بار مضبوط اور توانا پاکستان کی تشکیل کا ذکر کیا۔ اُنہوں نے قومی یک جہتی اور استحکام کے حوالے سے قوم کو رہنمائی بخشی۔ وہ پاکستان کی مضبوط بنیادوں پر پکا یقین رکھتے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا:

"جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ختم کر دیں گے، وہ بھولے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کی جڑیں بڑی مضبوط اور گہری ہیں۔"

میرا دشمن مجھے کمزور سمجھنے والا
کبھی دیکھے مجھے تاریخ کے آئینے میں
میں ہر دور میں اک باب نیا لکھا ہے
بیعتِ ظلم و ستم میری روایت ہی نہیں

۱۴۔ اقلیتوں کا تحفظ:

قائداعظم نے پاکستان میں مسلم اکثریت کے لئے ہی نہیں بلکہ اقلیتوں کے لیے بھی خوشگوار مستقبل کا یقین دلایا۔ آپ نے ممبئی میں 27 مارچ 1947ء کو فرمایا:

"ہم ہندوؤں کو مکمل یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔ اسلام نے ہمیں یہی درس دیا ہے اور ہماری تاریخ اس امر کی گواہ ہے۔"

۱۵۔ جداگانہ تاریخ:

قائداعظم محمد علی جناح نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی جداگانہ تاریخ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف شعبوں اور ذرائع سے تعلق رکھتے ہیں دونوں کی رزمیہ کہانیاں اور تاریخ مختلف ہے دونوں کے ہیروز مختلف ہیں۔ ایک قوم کا ہیرو دوسری قوم کا دشمن اور ایک قوم کا دشمن دوسری قوم کا ہیرو ہوتا ہے۔ دونوں میں سے ایک کی شکست دوسری کی فتح اور ایک کی فتح دوسری کی شکست ہوتی ہے۔ ایسی دو قوموں کو کسی ایک سلطنت میں اکٹھے کر دینے کا نتیجہ لامحالہ بے سکونی، معاشی اور معاشرتی ابتری اور تباہی کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔"

۱۶۔ برصغیر میں مشترکہ دستور کی مخالفت:

قائداعظم برصغیر میں مشترکہ دستور کے زبردست مخالف تھے آپ نے انگریزوں اور ہندوؤں کو واضح الفاظ میں بتا دیا کہ ہندوستان میں کوئی نیا دستور نافذ کرنے سے قبل ہندو مسلم تصفیہ ایک ناگزیر قدم ہے مشترکہ قومیت کی بنیاد پر جو دستور بھی وضع کیا جائے گا وہ قابل عمل نہیں ہوگا آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مشترکہ دستور کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

> ''جب تک مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ ضمانت نہیں دی جائے گی۔ جس کی بناء پر وہ حکومت ہند کے آئندہ دستور کے تحت مکمل سلامتی اور خود مختاری محسوس کرنے لگیں تب تک ان کا تعاون، خلوص اور رضامندی حاصل نہیں کی جا سکے گی۔ اس وقت تک ہندوستان کے لیے جو آئین بھی بنایا جائے گا، چوبیس گھنٹے بھی نہ چل سکے گا۔''

۱۷۔ اُسوۂ حسنہ کی پیروی کی تلقین:

قائداعظم رسول خدا ﷺ کی عظمت اور اُسوۂ حسنہ کی پیروی پر یقین رکھتے تھے اور مسلمانوں کے لئے کامیابی کا ذریعہ بھی سمجھتے تھے۔ دنیا کی عظیم ترین ہستی پیغمبر خدا ﷺ کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''رسول خدا ﷺ عظیم مصلح تھے، عظیم راہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاستدان تھے، عظیم حکمران تھے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ دین و دنیا کے ہر کام میں انہیں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ 14 فروری 1947ء کو سبی میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے بنایا ہے''

سرورِ کائنات کی پیروری اختیار کر دونوں جہاں کی رفعتیں ہیں تیرے انتظار میں

۱۸۔ پاکستان اور اسلام لازم وملزوم:

قائداعظم مسلمانوں کے لیے ''پاکستان'' کے قیام کو اسلام کی بقاء کے لیے ضروری قرار دیتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ پاکستان کا قیام برصغیر میں اسلام کے تحفظ اور اشاعت کے لئے ضروری ہے۔

> ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام کا نام و نشان نہ مٹ جائے تو اس کے لیے پاکستان کا قیام ضروری ہے۔ یاد رکھو! اگر ہم اس جدوجہد میں ناکام رہ گئے تو ہم تباہ ہو جائیں گے اور پھر برصغیر میں مسلمانوں اور اسلام کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔''

۱۹۔ پاکستان کے دستور کی اسلامی ہیئت کی وضاحت:

پاکستان کے مستقبل کے آئین کی اسلامی ہیت پر تبصرہ کرتے ہوئے قائداعظم نے فروری 1948ء میں ایک امریکی نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

> ''پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس دستور کی ہیت و شکل کیا ہوگی لیکن اتنا یقین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہوسکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔"

۲۰۔ اسلام اور ہندو دھرم دو مختلف معاشرتی نظام:

قائداعظم نے قرارداد لاہور 23 مارچ 1940ء کے صدارتی خطبے میں اسلام اور ہندومت کو محض مذاہب ہی نہیں بلکہ دو مختلف معاشرتی نظام قرار دیا۔ ہندو اور مسلمان نہ آپس میں شادی کر سکتے ہیں نہ ایک دستر خوان پر کھانا کھا سکتے ہیں۔ ان کی رزمیہ نظمیں، ان کے ہیرو اور ان کے کارنامے مختلف ہیں۔ دونوں کی تہذیبوں کا تجزیہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔"

۲۱۔ پختہ عزم:

انسان بلند مقاصد کو سامنے رکھ کر ہی زندگی کے میدان میں قدم بڑھاتا ہے۔ عزم صمیم او مسلسل جدوجہد کے بغیر ان مقاصد کا حصول ممکن نہیں۔ 30 اگست 1946ء کو قائداعظم نے قیصر باغ بمبئی میں جشن عید کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے راستے میں کوئی چیز مزاحم نہیں ہوسکتی۔ کوئی چیز ہمیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ ہمارے مطالبات حق و انصاف پر مبنی ہیں۔ دس کروڑ مسلمانوں کی زندہ جاوید قوم مٹائی نہیں جا سکتی۔ خواہ ہمیں کتنی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ ہم پاکستان لے کر رہیں گے پاکستان کے بغیر مسلمانان ہند تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

حاصل کلام:

غرضیکہ دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان درحقیقت نظریہ اسلام ہی ہیں۔ قائداعظم جو ابتداء میں ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے بعد ازاں اسلام کی بنیادی روح کو سمجھنے کے بعد دو قومی نظریہ کے زبردست حامی بن گئے اور اپنی سیاسی بصیرت سے دو قومی نظریہ کی وضاحت کی۔ یہی وہ نکتہ آغاز تھا جس کے بعد تحریک آزادی سوئے منزل رواں دواں ہوئی اور برصغیر کا جغرافیہ تبدیل ہونے سے کوئی نہ روک سکا۔

؎ مٹی کی محبت میں کچھ آشفتہ سروں نے
وہ قرض چکائے ہیں جو واجب ہی نہیں تھے

س ۳۔ علامہ اقبال کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجیے۔

جواب: نظریہ یا آئیڈیالوجی (Ideology) وہ تصور مقصد یا نصب العین ہے جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے۔

نظریہ کی تعریف:

نظریہ کی چند تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں:

"نظریہ سے مراد ایسا لائحہ عمل ہے جس کے زیر اثر افراد سے لے کر اقوام تک اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔"

ورلڈ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق "نظریہ اُن سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔"

نظریہ پاکستان کا مفہوم:

برصغیر کے تاریخی تناظر میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ ہے جو برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔ یعنی یہ مسلمانوں کا وہ خیال تھا جس کی بناء پر وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ اسلام ہی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

نظریہ پاکستان مختلف مفکرین کی آراء کی روشنی میں:

مختلف مفکرین نے نظریہ پاکستان کی تعریف وتوضیح ان الفاظ میں کی ہے۔

(1) سید علی عباس:

نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔ درحقیقت نظریہ پاکستان اسلامی تعلیمات کی عملی صورت کا نام ہے۔

(2) ڈاکٹر اسلم سید:

نظریہ پاکستان انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے اور اُن نظریات سے بچنے کا سبب جو اسلام کے منافی ہیں۔

(3) علامہ علاؤالدین صدیقی:

نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزمین کے اندر دینِ اسلام رائج ہو، افراد پر بھی، جماعتوں پر بھی، حکومت پر بھی اور تمام قوتوں سے قوی تر قوت یہاں اسلام ہو۔

نظریہ پاکستان علامہ اقبال کے ارشادات کی روشنی میں:

علامہ اقبال نہ صرف ایک بہت بڑے شاعر تھے بلکہ فلاسفر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کے اہم سیاسی رہنما بھی تھے۔ اُنہوں نے بہت جلد اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ برصغیر کے مسلمان نہ صرف علیحدہ قوم ہیں بلکہ اُن کے لیے علیحدہ ملک کا حصول ناگزیر ہو چکا ہے۔ نظریہ پاکستان کی وضاحت علامہ اقبال کے ارشادات کی روشنی میں درج ذیل ہے:

۱۔ مسلمانوں کی علیحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان
۲۔ علیحدہ مسلم ریاست کا تصور
۳۔ متحدہ قومیت قابل عمل نہیں
۴۔ دو قومی نظریہ کا تصور
۵۔ نسلی اور وطنی امتیاز کا خاتمہ
۶۔ اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں
۷۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے
۸۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات
۹۔ اسلام وسیلہ کامرانی
۱۰۔ نسلی، وطنی اور لسانی نظریہ قومیت کی تردید
۱۱۔ مسلم اُمت کی بنیاد۔۔۔ اسلام
۱۲۔ اسلام ذریعہ اتحاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ مسلم ریاست کی ضرورت
۱۴۔ قرآنی تعلیمات قیامت تک قابل عمل
۱۵۔ اتحاد عالم اسلام
۱۶۔ مغربی جمہوری نظام کی مذمت
۱۷۔ مذہب کی اہمیت
۱۸۔ قرآن کی عظمت
۱۹۔ فرض کا احساس

۱۔ مسلمانوں کی علیٰحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان:

علامہ اقبال کا خیال تھا کہ مسلمان ہر لحاظ سے ہندوؤں سے علیحدہ قوم ہیں اور وہ مکمل علیحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتے ہیں۔ آپ نے 1930ء میں مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> "انڈیا ایک برصغیر ہے ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جداگانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔"

۲۔ علیٰحدہ مسلم ریاست کا تصور:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ علیٰحدہ مسلم ریاست کے قیام پر زور دیتے تھے۔ آپ نے 1930ء میں الٰہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسویں سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے علیٰحدہ مملکت کا تصور دیا۔ آپ نے فرمایا:

> "میں چاہتا ہوں کہ پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ایک ریاست میں مدغم ہو جائیں۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے یا باہر، خود مختاری کا حصول اور شمال مغربی علاقوں میں ایک مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے۔"

۳۔ متحدہ قومیت قابل عمل نہیں:

شروع شروع میں علامہ اقبال متحدہ قومیت کے حامی ہوتے تھے۔ مگر کچھ عرصہ بعد ہی آپ نے متحدہ قومیت کی تردید کر دی اور علیحدہ قومیت کے تصور کی بھرپور حمایت شروع کر دی۔ مارچ 1909ء میں ہندو رہنما منروا راج امرتسر نے علامہ اقبالؒ کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے متحدہ قومیت کے موقع پر خطاب کرنے کی دعوت دی۔ علامہ اقبال نے نہ صرف متحدہ قومیت کے تصور کو مسترد کر دیا بلکہ آپ نے مہمان خصوصی بننے سے بھی انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

> "میں خود اس خیال کا حامی رہ چکا ہوں کہ امتیاز مذہب اس ملک سے اُٹھ جانا چاہیے مگر اب میرا خیال ہے کہ قومی شخصیت کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے مفید ہے۔ ہندوستان میں ایک مشترک قومیت پیدا کرنے کا خیال اگرچہ نہایت خوبصورت اور شاعرانہ ہے تاہم موجودہ حالت اور قوموں کی نادانستہ رفتار کے لحاظ سے ناقابل عمل ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ دوقومی نظریہ کا تصور:

علامہ اقبال دوقومی نظریہ کے زبردست حامی تھے بلکہ آپ نے دوقومی نظریہ کو آگے بڑھاتے ہوئے مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا تصور دیا۔علامہ اقبالؒ نے الہٰ آباد میں 1930ء کو اپنے صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا:

> ''ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ان میں کوئی چیز بھی مشترکہ نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال سے وہ ہندوستان میں اپنی ایک الگ حیثیت قائم رکھے ہوئے ہیں۔ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں نمایاں فرق ہے اور میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی بنیادوں پر آزادانہ شوریٰ (انتخاب اور پارلیمنٹ) کا حق حاصل ہو جائے۔''

۵۔ نسلی اور وطنی امتیاز کا خاتمہ:

1930ء میں علامہ اقبال نے نسلی اور وطنی امتیازات کے خاتمے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اس وقت قوم اور وطن کا تصور مسلمانوں کی نگاہوں میں نسل کا امتیاز پیدا کر رہا ہے۔جس کی وجہ سے اسلام کے انسانیت پر اثرات کم ہو رہے ہیں۔یہ ممکن ہے کہ نسلی احساسات فروغ پاتے پاتے ایسے اصول قائم کر دیں جو تعلیمات اسلام کے مخالف ہی نہیں ان کے بالکل متضاد ہوں۔''

۶۔ اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں:

علامہ اقبال ایک بہت بڑے سیاسی مفکر بھی تھے۔آپ کے خیال کے مطابق اسلام میں دین اور سیاست جدا جدا نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

> ''اسلام زندگی کی وحدت کو سلب نہیں کرتا۔وہ مادے اور روح کو ناقابل اتحاد قرار نہیں دیتا۔اسلام میں خدا اور کائنات، روح، اور مادہ، کلیسا اور ریاست ایک کل کے مختلف اجزاء ہیں۔انسان کسی ایسی ناپاک دنیا کا باشندہ نہیں ہے جسے ایک روحانی دنیا کی خاطر جو کسی دوسری جگہ واقع ہو ترک کیا جا سکے۔''

۷۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے:

علامہ اقبال اسلام کو زندہ قوت سمجھتے تھے آپ کے خیال کے مطابق اسلام نہ صرف مکمل ضابطۂ حیات ہے۔بلکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے۔جو ہر دور کے تمام مسائل کا حل بخوبی اور احسن انداز میں پیش کرتا ہے۔آپ نے 1930ء میں الہٰ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''جس شخص کو آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے اعزاز سے نوازا ہے وہ اب بھی اسلام کو ایک زندہ طاقت سمجھتا ہے۔وہ طاقت جو انسان کے ذہن کو وطن اور نسل کے تصور کی قید سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجات دلا سکتی ہے۔ اسلام ریاست اور فرد دونوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ دستور حیات ہے اور ایک نظام ہے۔ بس یہی وہ بات ہے کہ ہم اگر اُسے پالیں تو مستقبل میں ہندوستان میں ایک نمایاں تہذیب کے علمبردار بن سکتے ہیں۔"

سارے جہاں کی پیاس بجھانی محال ہے
اسلام کے پیالۂ لبریز کے بغیر!

۸۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات:

علامہ اقبال اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات تصور کرتے تھے۔ آپ کے خیال میں اسلام پر عمل پیرا ہو کر مسلمان دین و دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

"اسلام چند عقائد کا نام نہیں، یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یورپ میں مذہب ایک فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ جو انسانی وحدت کو دو متصادم حصوں یعنی روح اور مادہ میں تقسیم کرتا ہے۔ اسلام میں خدا اور کائنات، روح اور مادہ اور ریاست و کلیسا ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ میرا یقین ہے کہ فرد کی زندگی میں مذہب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اسلام بذات خود تقدیر ہے وہ کسی تقدیر کے تابع نہیں۔"

۹۔ اسلام وسیلۂ کامرانی:

آپ کے خیال میں اسلام وسیلۂ کامرانی ہے۔ آپ نے 1930ء میں تاریخ کی مثالوں سے ثابت کیا کہ ہمیشہ اسلام مسلمانوں کی حفاظت کرتا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"ایک سبق جو میں نے اسلامی تاریخ سے سیکھا ہے یہ کہ آڑے وقتوں میں اسلام نے مسلمانوں کو بچایا ہے۔ مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی ہے۔ آج اگر آپ اپنی نظریں اسلام پر لگا دیں اور اس کے حیات پرور تخیل سے اثر لیں تو آپ کی منتشر قوتیں از سر نو یکجا ہو جائیں گی اور آپ کا وجود ہلاکت اور بربادی سے بچ جائے گا۔"

۱۰۔ متحدہ قومیت کی تردید:

بیسویں صدی کے شروع میں نظریہ قومیت جس کی بنیاد رنگ اور نسل، زبان اور وطن پر رکھی گئی تھی بہت مقبولیت پا رہا تھا۔ اس کے زیر اثر ہندوستان میں بھی ہندوستانی قومیت کا نعرہ بلند ہوا اور کئی مسلمان راہنما بھی اس سیلاب کی رو میں بہہ گئے لیکن علامہ اقبال نے اس نظریہ وطنیت کی شدید مخالفت کی اور فرمایا:

"میں یورپی تصور وطنیت کا مخالف ہوں۔ اس لیے نہیں کہ اگر اسے ہندوستان میں نشوونما پانے کا موقع ملے تو مسلمانوں کو کم تر مادی فوائد حاصل ہوں گے۔ بلکہ اس لیے کہ میں اس میں ملحدانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادیت پرستی کے بیج دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک انسانیت کے لئے عظیم ترین خطرہ ہے۔"

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے — جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

۱۲۔ اسلام مسلم قومیت کی بنیاد:

علامہ اقبالؒ نے مغربی تصور قومیت کو رد کرتے ہوئے متحدہ ہندوستانی قومیت کی شدید مخالفت کی اور اسلام کو مسلم قومیت کی بنیاد قرار دیا۔

آپ نے فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں — اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

۱۲۔ اسلام ذریعہ اتحاد:

علامہ اقبال اسلام کی حقانیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ آپ کے خیال میں اسلام اتحاد کا ذریعہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

"ہماری قومی زندگی کا تصور اس وقت تک ہمارے ذہن میں نہیں آسکتا جب تک ہم اس سے پوری طرح باخبر نہ ہوں۔ بالفاظ دیگر اسلامی تصور ہمارا وہ ابدی گھر یا وطن ہے۔ جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو تعلق انگلستان کو انگریزوں سے اور جرمن کو جرمنوں سے ہے وہ اسلام کو ہم سے ہے، جہاں اسلامی اصول یا ہماری مقدس روایات کی اصطلاح میں خدا کی رسی ہمارے ہاتھ سے چھوٹی وہیں ہماری جماعت کا شیرازہ بکھرا۔"

مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا — نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

۱۳۔ علیحدہ مسلم ریاست کا مطالبہ:

علامہ اقبال نے علیحدہ مسلم ریاست کو مسلمانوں کے لئے لازم تصور کرتے تھے۔ 1930ء میں الٰہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے اس صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسے ایک علاقے میں مرکوز کردیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام محض خدا اور بندے کے درمیان ایک روحانی رابطہ کا نام نہیں۔ یہ ایک نظام حکومت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز اپنی آزاد مملکت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہندوستان مسلمانوں کا سب سے بڑا ملک ہے اگر اسلام کو ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مخصوص علاقے میں اس کی مرکزیت قائم ہو۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ قرآنی تعلیمات قیامت تک قابل عمل:

علامہ اقبال اسلام کی ابدیت اور آفاقیت کے زبردست حامی تھے۔ ان کے نزدیک اسلام کا پیغام وقت، ملک اور حالات کی پابندیوں سے بالاتر ہے اور مسلم قوم کا وجود اسلام پر عمل کئے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔ آپ کے خیال میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ آپ نے قرآن حکیم کی حقانیت کے بارے میں فرمایا:

"آن کتاب زندہ قرآن حکیم — حکمت اولایزال است وقدیم
صد جہاں تازہ درآیات اوست — عصرہا پوشیدہ درآیات اوست
گر تو می خواہی مسلمان زیستن — نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن"

۱۵۔ اتحاد عالم اسلام:

اسلام کے معاشرتی نظام میں "اخوت" یا بھائی چارے کا اصول بہت اہمیت رکھتا ہے جس کی بدولت ہر مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ہمدردانہ تعاون اور ایثار و قربانی کا ثبوت پیش کرتا ہے علامہ اقبال بھی اسلامی معاشرے کو رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود سے بالاتر سمجھتے تھے۔ آپ اتحاد عالم اسلام کے علمبردار تھے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے — نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

۱۶۔ مغربی جمہوری نظام کی مذمت:

علامہ اقبال مغربی جمہوری نظام کے جو جدید دنیا میں بڑی مقبولیت حاصل کر رہا تھا، زبردست مخالف تھے۔ آپ کے نزدیک مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی مسائل کا حل صرف اسلامی جمہوری نظام میں ہے۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام — چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

۱۷۔ مذہب کی اہمیت:

علامہ اقبال کے خیال میں مذہب کے بغیر ایک فلاحی ریاست کا قیام ممکن نہیں اور مذہب کے بغیر دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت ظالمانہ ہیں۔ کوئی قوم مذہب کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں — جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

ایک اور جگہ علامہ اقبال نے مذہب کی اہمیت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو — جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

۱۸۔ قرآن کی عظمت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسلام کے لازوال اور ابدی اصولوں کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک قرآنی تعلیمات کو ماننے والے اور ان پر عمل پیرا ہونے والے ہی قیامت تک اقوام عالم کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان — اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ فرض کا احساس:

علامہ اقبال اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کو اپنے فرائض کی بجا آوری کا احساس نہ ہوگا اس وقت تک منزل کا حصول ممکن نہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو احساسِ فرض کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلمانوں کے سامنے اب یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ انہیں موجودہ پالیسی پر کب تک عمل کرنا ہوگا۔ اگر آپ کا فیصلہ موجودہ حکمت عملی کو خیر باد کہنے کا ہو تو آپ کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ پوری جماعت کو ایثار کے لیے تیار کریں۔ جس کے بغیر کوئی غیرت مند قوم باعزت زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے نازک وقت آن پہنچا ہے۔ اپنا فرض بجا لایئے یا اپنے وجود کو مٹا دیجئے۔"

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشاد شرق و غرب تیغ ہلال کی طرح، عیش نیام سے گزر

حاصل بحث:

مختصراً یہ کہ شاعر مشرق جو کہ مغربی قانون کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے بھی ماہر تھے۔ مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کے حامی تھے ان کی شاعری اور نثر دونوں میں مسلمانوں کے لئے اپنے قومی تشخص کی اہمیت واضح اور عیاں ہے۔ انہوں نے بھٹکے ہوئے قافلہ مسلم کو سوئے حرم چلنے کی راہ دکھائی اور اتحاد امت مسلمہ کو مسائل کا واضح حل قرار دیتے ہوئے علیحدہ وطن کے قیام کی پیش گوئی کی۔

س4۔ نظریہ پاکستان کی اہمیت تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: نظریہ پاکستان سے مراد برصغیر جنوبی ایشیا کے تاریخی تناظر میں مسلمانوں کا یہ شعور تھا کہ وہ اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ بلاشبہ اسلامی نظریہ حیات نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔

علی عباس: نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔

نظریہ پاکستان کی اہمیت:

نظریہ پاکستان کو ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے اسکے بغیر ہمارا قومی وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ پاکستان کی بقاء اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہم نظریہ پاکستان سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ پاکستان بھی ایک نظریے کی پیداوار ہے جسے نظریہ پاکستان کہتے ہیں۔ اس لیے اس نظریے کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر پاکستانی کیلئے بے حد ضروری ہے نظریہ پاکستان کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے:

1. حق خود ارادیت کا حصول
2. مسلم حقوق کا تحفظ
3. علیحدہ قومی تشخص کی برقراری
4. وحدت فکر
5. کردار سازی
6. عالم اسلام کا اتحاد
7. قوت کا سرچشمہ
8. اتحاد اور یک جہتی کا ذریعہ
9. مثالی معاشرے کا قیام
10. انگریزوں اور ہندوؤں سے نجات کا ذریعہ
11. تہذیب و تمدن کی حفاظت کا ذریعہ
12. مسلمانوں کی معاشی ترقی کا ذریعہ
13. مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا ذریعہ
14. اعلیٰ ملازمتوں کا حصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

15. استحکام پاکستان کیلئے ناگزیر
16. فلاحی ریاست کی ضمانت
17. دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت

1- حق خودارادیت کا حصول:

دنیا کے مہذب معاشروں میں حق خودارادیت کو ایک بنیادی حق کی حیثیت حاصل ہے۔ جنگ آزادی 1857ء کے بعد مسلمانوں کو حق خودارادیت کے حصول کیلئے طویل جدوجہد کرنا پڑی۔ شروع شروع میں انگریزوں اور ہندوؤں نے مل کر مسلمانوں کو نظرانداز کیا اور انہیں حق خودارادیت دینے سے انکار کیا۔ 1906ء میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا جسے 1909ء میں انگریزوں نے تو تسلیم کر لیا مگر ہندو ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے رہے مسلمانوں کو حق خودارادیت کا حصول نظریہ پاکستان کی وجہ سے ممکن ہوا۔

2- مسلم حقوق کا تحفظ:

برصغیر میں مسلمانوں کو سیاسی، سماجی اور معاشی میدانوں میں دوسری قوموں خصوصاً ہندوؤں کے مقابلے میں نظرانداز کیا جاتا تھا۔ نظریہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مسلمانوں نے نہ صرف اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے آواز اٹھائی بلکہ یہی نظریہ ان کیلئے علیحدہ وطن کے حصول کا ذریعہ بنا۔ پاکستان کے قیام کے بعد ہی مسلم حقوق کا صحیح معنوں میں تحفظ حاصل ہوا۔ اسی نظریے کی وجہ سے مسلمان اقلیت سے اکثریت میں تبدیل ہوئے انہوں نے سیاسی، سماجی اور معاشی میدانوں میں ترقی کی منازل طے کیں۔

3- علیحدہ قومی تشخص کی برقراری:

برصغیر میں مسلمانوں کی علیحدہ قومی پہچان خطرے میں تھی۔ ہندوؤں نے کئی ایسی تحریکوں کا آغاز کیا جن کا مقصد مسلمانوں کے قومی تشخص کو ختم کر کے ہندوازم میں مدغم (merge) کرنا یا مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دینا تھا۔ مگر مسلمانوں نے اپنی علیحدہ پہچان کو ہر دور میں نہ صرف برقرار رکھا بلکہ دوقومی نظریہ کا تصور پیش کیا جسکی بنیاد پر وہ ہندوؤں سے علیحدہ قوم تھے۔ قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کا علیحدہ قومی پہچان یا تشخص نہ صرف برقرار رہا بلکہ مسلمانوں کی پہچان کو ختم کرنے والے تمام اقدامات کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ یوں کہنا غلط نہ ہو گا کہ مسلمانوں کی علیحدہ پہچان اور قومی تشخص کی برقراری نظریہ پاکستان کی مرہون منت ہے۔

4- وحدت فکر:

نظریہ پاکستان کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور ان میں وحدت فکر پیدا ہوئی۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے ہندوؤں اور انگریزوں کا بڑی جرأت سے مقابلہ کیا اور آزاد مملکت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بلاشبہ نظریہ پاکستان مسلمانوں کو متحد کرنے اور ان کی وحدت فکر کا ذریعہ بنا۔

5- کردار سازی:

نظریہ پاکستان کا سب سے بڑا مقصد ایک ایسی ریاست کا حصول تھا جس میں اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کی جاسکے اور مسلمان اسوۂ حسنہ کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں گزار سکیں۔ اس طرح نظریہ پاکستان ایک ایسی قوم کی تشکیل کرتا ہے جس کے افراد با کردار، بااخلاق، دیانت دار اور جرأت مند ہوں اور اسی کردار کی قوت سے ان میں عالمی قیادت کی صلاحیت پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی چلی جائے۔

6- عالم اسلام کا اتحاد:

نظریہ پاکستان کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ دین اسلام میں رنگ و نسل اور زبان و وطن کی تفریق بے معنی ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اس لیے پاکستان کی قسمت میں یہ سعادت لکھی گئی ہے کہ وہ عالم اسلام کو اسلام کے نام پر متحد کرے، انہیں داخلی انتشار اور خارجی خطرات سے محفوظ رکھے پاکستان کو مسلم قیادت کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔

7- قوت کا سرچشمہ:

نظریہ پاکستان سے مراد نظریہ اسلام ہے۔ برعظیم میں اسلام نے دو قومی نظریے کو فروغ دیا اور مسلمانوں کے جدا تشخص اور الگ شناخت کو قائم رکھا۔ برصغیر میں اسلام نے مسلمانوں کو ہر آڑے وقت میں بچایا ہے۔ اس لیے نظریہ پاکستان قوت کا سرچشمہ ہے جس نے ماضی میں برصغیر کے مسلمانوں کو بے پناہ قوت عمل سے نوازا اور آئندہ بھی اسی کے بل بوتے پر مسلمانان پاکستان عالم اسلام کی قیادت کا فریضہ سرانجام دے سکیں گے۔

8- اتحاد اور یک جہتی کا ذریعہ:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسلئے اس کا نظریہ قومیت بھی عالمگیر ہے۔ اس میں لسانیت، نسلیت، اور وطنیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی وحدانیت" اور "ختم نبوت" دو ایسے اصول ہیں جن پر اسلامی قومیت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ نظریہ دنیائے اسلام کے اتحاد کا مظہر ہے۔ وہ عالم اسلام کو دعوت دیتا ہے کہ وہ باہمی اختلافات اور تفرقات کو ختم کر کے ملت اسلامیہ کو اندرونی انتشار اور بیرونی خطرات سے بچانے کیلئے اسلام دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

9- مثالی معاشرے کا قیام:

ہندوستان میں مثالی معاشرے کا قیام مسلمانوں کا دیرینہ خواب تھا جو 1947ء کو پاکستان کی آزادی کی صورت میں شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اس طرح مسلمانوں کو برصغیر میں مثالی معاشرے کے قیام کا بہترین موقع ملا۔ پاکستان کے تینوں آئینوں 1956ء، 1962ء اور 1973ء میں بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ پاکستان کی تمام عدالتیں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہیں پاکستان میں مسلم اور مثالی معاشرے کا قیام اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب بلا تمیز بنیادی حقوق دیے جائیں اور لوگوں کی خوشحالی اور ترقی کیلئے یکساں مواقع میسر کیے جائیں۔

10- ہندوؤں اور انگریزوں سے نجات کا ذریعہ:

1707ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا۔ آہستہ آہستہ مسلمانوں کا برصغیر سے اقتدار ختم ہونا شروع ہوا۔ 1757ء میں انگریزوں نے بنگال پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ بالآخر 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد پورے برصغیر پر انگریزوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ مسلمان اسی خطے میں جہاں کبھی حاکم ہوتے تھے محکوم بن گئے۔ جبکہ دوسری طرف ہندوؤں کو موقع ملا تو انہوں نے بھی مسلمانوں سے پرانے بدلے چکانے شروع کر دیے۔ متحدہ برصغیر میں رہتے ہوئے ہندوؤں اور انگریزوں کے غلبے سے مکمل نجات ممکن نہ تھی اس لیے مسلمان نظریہ پاکستان کی بنا پر علیحدہ وطن پاکستان حاصل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے انگریزوں اور ہندوؤں کے غلبے سے آزاد ہو گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11- مسلم تہذیب وتمدن کی حفاظت کا ذریعہ:

متحدہ برصغیر میں مسلم تہذیب وثقافت خطرے میں تھی۔ ہندو اور انگریز مل کر مسلمان کی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے نظریہ پاکستان پیش کیا۔ اسی نظریے کی بنا پر مسلمان پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جس کی بنا پر پاکستان میں اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو نہ صرف تحفظ ملا بلکہ ترقی کی منازل بھی طے کرنے لگیں۔ آج پاکستان میں اسلامی تہذیب وثقافت متحدہ برصغیر کی نسبت زیادہ محفوظ اور بہتر طور پر ترقی کر رہی ہے۔

12- مسلمانوں کی معاشی ترقی کا ذریعہ:

نظریہ پاکستان کی بدولت مسلمانوں کی معاشی ترقی کی راہیں کھلیں۔ صنعت، زراعت، تجارت اور ملازمتوں میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے معاشی استحصال کا خاتمہ ہوا۔ انہیں انگریز اور ہندو سرمایہ داروں، زمینداروں اور ساہو کاروں سے نجات مل گئی۔ مسلمانوں کی ترقی کا آغاز ہوا۔ پاکستان میں آج مسلمانوں کی معاشی حالت انگریز دور سے کہیں بہتر ہے۔ یہ صرف اور صرف نظریہ پاکستان کی وجہ سے ممکن ہوا۔

13- مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا ذریعہ:

مسلمانوں کے سیاسی حالات برصغیر میں انتہائی مایوس کن تھے۔ جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں سے سیاسی حقوق چھین لیے گئے تھے۔ ہندو مسلم محاذ آرائی کا آغاز ہو گیا۔ مسلمانوں نے نظریہ پاکستان کو تخلیق کیا تو اس کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنی بہتری اور ترقی کیلئے آواز اٹھائی۔ انگریزوں سے حقوق مانگے جب مسلمانوں نے محسوس کیا کہ متحدہ برصغیر میں مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی ناممکن ہے تو انہوں نے پاکستان کا مطالبہ کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی باگ دوڑ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ یوں ان کی سیاسی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔

14- اعلیٰ ملازمتوں کا حصول:

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے لیے نہ صرف ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے بلکہ ملازمتوں سے معمولی وجوہات کی بنا پر بر طرف کیا جانے لگا جسکی وجہ سے مسلمان معاشی بدحالی کا شکار ہو گئے۔ 1857ء سے لے کر 1947ء تک برطانوی راج میں مسلمانوں کو اعلیٰ ملازمتوں سے دور رکھا جاتا تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد مسلمانوں کی اقلیت پاکستان میں نہ صرف اکثریت میں تبدیل ہو گئے بلکہ ہر طرح کی ملازمتیں مسلمانوں کے پاس آ گئیں۔

15- استحکام پاکستان کیلئے ناگزیر:

نظریہ پاکستان استحکام پاکستان کی ضمانت دیتا ہے۔ اس نظریے کی رو سے تمام مسلمان ایک قوم ہیں۔ نسل اور علاقائی حدود سے بالاتر ہو کر انھیں ایک ملت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے۔ اس نظریہ پر عمل کر کے ملک میں امن وسلامتی اور اتحاد و یکجہتی کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے اور ملک دشمن عناصر کے عزائم خاک میں ملائے جا سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے استحکام پاکستان کیلئے اس نظریہ کا تحفظ بہت ضروری ہے۔

16- فلاحی ریاست کی ضمانت:

نظریہ پاکستان اسلام کی روشنی اور فرقان حمید کی تجلی سے ماخوذ ہے۔ حصول پاکستان کا مقصد ایک ایسی مملکت کا قیام تھا جہاں مسلمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی تعلیمات اور سنت رسول اللہ کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ جہاں جمہوری اقدار کا فروغ ہو اور ایک ایسا نظام رائج کیا جائے جو عدل وانصاف اور مساوات پر مبنی ہو۔ عوام کی فلاح و بہبود کیلئے سماجی اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے اور اسلام کے معاشی اصولوں کے مطابق ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جس کے اندر دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کر کے نچلے طبقے کو معاشی استحصال سے بچایا جا سکے اور عوام کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

17- دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت:

نظریہ پاکستان نظریہ اسلام ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی یعنی موت کے بعد کی زندگی ہے۔ جس میں ہر فرد کو اس دنیا میں کیے ہوئے اچھے اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔ ایک اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ اپنے شہریوں کی دنیاوی زندگی کو خوشحال بنانے کے ساتھ ان کی حیات آخرت کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ اس طرح ہمارا نظریہ اس زندگی اور موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی کو کامیاب اور خوشحال بنانے کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ 24 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

> ''ہم دنیا کو دکھا دیں گے کہ یہ مملکت محض زندگی کیلئے نہیں بلکہ اچھی زندگی گزارنے کیلئے وجود میں آئی ہے۔''

حاصل کلام:

نظریہ پاکستان حقیقتاً اسلام کی روشنی سے ماخوذ ہے سارا قرآن عقل وفکر اور غور وتدبر کی تاکید سے بھرا پڑا ہے۔ قرآن نے یہاں تک واضح کر دیا کہ جو لوگ عقل وفکر سے کام نہیں لیتے وہ انسان نہیں حیوان ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

''وہ حیوانوں کی طرح (زندگی بسر کرنے والے) بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔'' (القرآن)

جو قومیں عقل وفکر اور غور وتدبر سے منہ موڑ لیتی ہیں وہ ترقی یافتہ قوموں سے کوسوں پیچھے رہ جاتی ہیں اور قرآن کے الفاظ میں نہ آسمان ان کے غم میں روتا ہے اور نہ زمین ان کی موت پر آنسو بہاتی ہے۔ ہم مناسب منصوبہ بندی اور غور وفکر کی حکمت عملی اپنا کر ہی عصر حاضر کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔

> تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

س5۔ دو قومی نظریے پر نوٹ لکھیں۔

جواب: نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، معاشرتی یا معاشی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو حالات و واقعات کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔ نظریے کے لیے عام طور پر آئیڈیالوجی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

دو قومی نظریہ:

برصغیر کے تاریخی تناظر میں دو قومی نظریہ سے مراد یہ ہے کہ وطن کے اشتراک کے باوجود برصغیر کے مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ان کی تہذیب وتمدن ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہے۔ان کی تاریخ اور تاریخی حوالے،ان کا مذہب اور مذہبی روایات،ان کے ہیرو اور رزمیہ کہانیاں سب میں بہت تضاد ہے۔یہی تصور نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔

اسلام اور دوقومی نظریہ:

اسلام کی رو سے لوگوں کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں اوّل وہ لوگ جو کافر ہیں دوم وہ لوگ جو مسلمان ہیں۔یعنی بنیادی طور پر اسلام کافر اور مسلمان کے درمیان فرق روا رکھے ہوئے ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مخاطب کرنے کے لیے یَـا اَیُّهَـا النَّـاسُ یعنی اے لوگو! اور یَاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اے ایمان والو! کے لفظ استعمال کیے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی

دوقومی نظریے کا ارتقاء:

قائدِ اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ دوقومی نظریے کی بنیاد اسی روز پڑ گئی تھی جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔گویا برصغیر میں دوقومی نظریے کی ابتداء تو مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی ہو گئی تھی۔پھر مختلف مواقع پر اس نظریے کے اظہار، ارتقاء اور استحکام کی صورتیں پیدا ہوتی گئیں۔برصغیر میں دوقومی نظریہ کا ارتقاء حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ہوتا ہے۔جب انہوں نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف آواز اُٹھائی اور یہی وہ نظریہ تھا جس کی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مسلمانوں کے احیاء اور اتحاد کے لیے کوشش کی۔اسکے علاوہ مختلف قائدین نے مختلف اوقات میں دوقومی نظریے کو استحکام پہنچایا۔ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1- حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دوقومی نظریہ:

نظریہ وحدت الوجود متحدہ قومیت اور وحدت ادیان کا درس دیتا ہے اس کی رو سے تمام مذاہب کی بنیاد ایک ہے اسی فلسفے نے گورونانک، بھگت کبیر، رامانند اور مسلمان صوفیاء کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔آپ نے مسلمانوں کو ذہن نشین کروایا کہ وہ اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور تاریکی کے اس دور میں اسلامی شعائر رسومات کے تحفظ کا ہر ممکن اہتمام کریں آپ کا قول ہے:

"اسلام کی عزت کفر اور کفار کی ذلت میں ہے۔"

آپ برصغیر میں پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے دوقومی نظریے کا پرچار کیا بعدازاں اسی دوقومی نظریے کی بنیاد پر مسلمان اپنے لیے ایک الگ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

2- حضرت شاہ ولی اللہؒ اور دوقومی نظریہ:

حضرت مجدد الف ثانی کی طرح حضرت شاہ ولی اللہ بھی دوقومی نظریے کے زبردست حامی تھے۔آپ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اسلامی تہذیب وتمدن، تاریخی روایات، اسلامی ثقافت اور اپنے ملی ورثے کو ترقی دیں۔اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور غیر اسلامی رسموں کو ترک کر دیں۔آپ نے اسلام کو ہندومت میں جذب کرنے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا۔بعدازاں یہی دوقومی نظریہ تحریک پاکستان کی اساس بنا۔

3- سرسید احمد خان اور دوقومی نظریہ:

1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مسلمان برصغیر میں سخت بحران میں مبتلا ہو گئے۔سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی فلاح کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیڑا اُٹھایا۔ سرسید احمد خاں نے 1867ء میں برملا کہہ دیا تھا کہ برصغیر کے مسلمان اور ہندو دو علیحدہ قومیں ہیں اس سلسلے میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"میں اس بات کا قائل ہو چکا ہوں کہ برصغیر کے مسلمان اور ہندو دو علیحدہ قومیں ہیں۔"

آپ نے 1867ء میں برصغیر کی تاریخ میں پہلی دفعہ مسلمانانِ برصغیر کے لیے علیحدہ "قوم" کا لفظ استعمال کیا۔ اس لحاظ سے سرسید احمد خان کو بلاشبہ برصغیر میں دوقومی نظریے کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے۔

4- علامہ اقبالؒ اور دوقومی نظریہ:

علامہ اقبال دوقومی نظریے کے شروع سے ہی حامی تھے۔ 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں علامہ اقبالؒ نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا کہ شمال مغربی ہندوستان میں ایک الگ مسلم مملکت بنا دی جائے۔ علامہ اقبال نے اپنے تاریخی خطبے میں نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کو علیحدہ قوم قرار دیا بلکہ برصغیر کے سیاسی مسائل کا حل تلاش کرتے ہوئے علیحدہ وطن کا تصور بھی دے دیا۔ آپ نے فرمایا:

"مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان میں بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی"۔

علامہ اقبال نے نہ صرف دوقومی نظریے کو تقویت پہنچائی بلکہ آپ نے اسی نظریے کی بناء پر برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے حصول کا نظریہ بھی پیش کیا۔

؎ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

5- قائدِ اعظمؒ اور دوقومی نظریہ:

قائدِ اعظمؒ مسلمانوں کو ہر لحاظ سے علیحدہ قوم اور اسلام کو ہر لحاظ سے علیحدہ مذہب تصور کرتے تھے۔ قائدِ اعظم دوقومی نظریہ کے زبردست حامی تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں فرمایا:

"قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے الگ قوم ہیں۔ وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنی الگ مملکت قائم کریں"۔

آپ کی قائدانہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ 1940ء کو قراردادِ پاکستان منظور ہوئی اور اس قرارداد کی منظوری کے بعد دوقومی نظریہ کی بنیاد پر آپ 14 اگست 1947ء کو برصغیر کے مسلمانوں لئے الگ وطن کے حصول میں کامیاب ہوئے۔

6- جان برائٹ اور دوقومی نظریہ:

ایک انگریز مفکر جان برائٹ نے برطانوی راج کے قیام کے صرف ایک سال بعد یعنی 24 جون 1858ء کو مسلمانوں کی الگ ریاست کا تصور پیش کیا۔

7- مولانا جمال الدین افغانیؒ اور دوقومی نظریہ:

مولانا جمال الدین افغانیؒ نے 1879ء میں دوقومی نظریہ کی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں کو علیحدہ قوم قرار دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

8- مولانا عبدالحلیم شررؒ اور دو قومی نظریہ:

مولانا عبدالحلیم شررؒ نے 1890ء میں دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا۔

9- ولایت علی بمبوق اور دو قومی نظریہ:

ولایت علی بمبوق نے 1913ء میں برصغیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیحدہ قوم قرار دیا۔

10- مولانا مرتضیٰ احمد میکش اور دو قومی نظریہ:

مولانا مرتضیٰ احمد میکش نے 1928ء میں دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا۔

11- مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دو قومی نظریہ:

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے 1928ء میں مسلمانوں کو علیحدہ قوم قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کی الگ ریاست کے قیام کی بات کی۔

12- چوہدری رحمت علی اور دو قومی نظریہ:

چوہدری رحمت علی نے 1933ء میں دو قومی نظریے پر مبنی مجوزہ ریاست کا نام ''پاکستان'' تجویز کیا۔

دو قومی نظریے کی اہمیت:

دو قومی نظریہ کو برصغیر کی تاریخ میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ دو قومی نظریہ ہی وہ نظریہ تھا جس کی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں نے علیحدہ وطن کے حصول کے لیے نظریہ پاکستان کی تشکیل کی اور پاکستان کے حصول کے لیے تحریک چلائی۔ یقیناً یہی وہ نظریہ ہے جس کی بناء پر برصغیر میں مسلمانوں کو علیٰحدہ قوم کا رُتبہ ملا اور مسلمانوں نے اسی نظریے کی بنا پر جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا اور اپنے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لیے کوششیں کیں۔ علیحدہ سیاسی جماعت ''آل انڈیا مسلم لیگ'' قائم کی۔ یہی وہ نظریہ تھا جس کی بنا پر مسلمانوں نے پاکستان حاصل کیا۔

حاصل کلام:

برصغیر کی تاریخ میں دو قومی نظریہ ہی وہ نظریہ ہے جس کی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا یہی وہ نظریہ ہے جسکی بنا پر مسلمانوں نے نہ صرف علیحدہ سیاسی جماعت مسلم لیگ قائم کی بلکہ انہوں نے اپنے حقوق و مفادات کے اصول کی کوششوں کا آغاز کیا بالآخر یہی کوششیں پاکستان کی صورت میں شرمندۂ تعبیر ہوئیں۔

؎ موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 2

نظریہ پاکستان کا تاریخی پہلو

حضرت مجدد الف ثانیؒ برصغیر میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے دوقومی نظریے کا پرچار کیا۔ پھر شاہ ولی اللہؒ، سرسید احمد خان اور دیگر علمائے کرام نے نظریۂ پاکستان کی وضاحت کی۔ برصغیر میں مختلف مسلم ادارے اسی نظریے کی بنیاد پر قائم ہوئے اور کئی تحریکیں اسی نظریے کے پرچار کے لیے معرض وجود میں آئیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 1۔ حضرت مجدد الف ثانی کی دینی اور ملی خدمات کا جائزہ لیں؟

جواب: حضرت مجدد الف ثانیؒ 26 جون 1564ء کو مشرقی پنجاب کے دارالخلافہ سرہند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم مبارک احمدؒ اور لقب بدر الدین تھا۔ آپ کے والد محترم کا نام مخدوم عبدالواحد تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ 1599ء میں حضرت مجدد نے خواجہ باقی باللہؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں شامل ہو گئے۔ آپ کے مرشد خواجہ باقی باللہ فرماتے تھے:

دہلی جا کر ''حضرت شیخ احمد ایک ایسا چراغ ہو گا جس سے ایک جہاں منور ہو جائے گا۔''

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر ہزار سال بعد ایک صاحب علم بزرگ مبعوث فرماتے رہیں گے جو اس کے دین کو نیا اور تازہ کرے گا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد دوسرے ہزار سال کے مجدد شیخ احمد سرہندی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تعلیم سیالکوٹ اور سرہند سے حاصل کی۔ آپ نے قرآن پاک اور حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تفسیر میں عبور حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ تعلیم کے حصول کے لئے کئی مقامات پر گئے جہاں آپ نے اپنے دور کے نامور علماء کرام اور فلاسفروں سے فیض حاصل کیا۔ جن میں مولانا یعقوب کشمیری مولانا کمال اور محترم شیخ عبدالاحد شامل ہیں۔ آپ نے 21 سال کی عمر میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ آپ نے دہلی اور آگرہ کے تعلیمی دورے بھی کیے۔ جہاں اکبر بادشاہ کے درباری علما نے آپ سے فیض بھی حاصل کیا۔ اور دیگر کئی مضامین میں عبور حاصل کیا۔ آپؒ نے 1626ء میں وفات پائی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ملی خدمات

1۔ تبلیغ اسلام	2۔ الحاد کے خلاف جہاد
3۔ بھگتی تحریک اور حضرت مجدد الف ثانیؒ	4۔ مسلم معاشرہ کی اصلاح
5۔ ہندو جارحیت کا مقابلہ	6۔ دین الٰہی کی مخالفت
7۔ اکبر کی غلط پالیسی کی مخالفت	8۔ اسلامی قوانین کا پرچار
9۔ علماء کی مخالفت	10۔ نظریہ وحدت الوجود کی مخالفت
11۔ نظریہ وحدت الشہود	12۔ تصوف کی اصلاح
13۔ بدعات کا خاتمہ	14۔ دو قومی نظریہ اور حضرت مجدد الف ثانی
15۔ مسئلہ قضا و قدر	16۔ جہانگیر کے سجدہ تعظیم کی مخالفت
17۔ توحید خالص کا تصور	18۔ امراء کی اصلاح

1۔ تبلیغ اسلام:

اسلام کو حضرت مجدد الف ثانی کے دور میں برصغیر کے ایک اہم مذہب کا درجہ حاصل ہو چکا تھا لیکن ملک کے سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی حالات نے نئی سوچوں کو جنم دے دیا تھا۔ متحدہ قومیت کا تصور تیزی سے ابھر رہا تھا۔ اسلام کی منفرد اور خالص شکل کو بگاڑنے کیلئے سازشیں کی جا رہی تھیں۔ دین اسلام عروج کو چھو کر اب دشمنوں کی سرگرمیوں کی زد میں تھا۔ قریب تھا کہ برصغیر کی مسلم حکومت کفر کی گود میں جا دم لیتی کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اسلام کے دفاع میں مہم چلائی انہوں نے اسلام دشمن فتنوں کو روکا اور ان کا زور توڑ دیا۔ محققین اس امر پر متفق ہیں کہ اگر حضرت مقابلے پر نہ اترتے تو ساڑھے تین سو سال پہلے ہی اسلام کا نشان تک برصغیر سے مٹ جاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

2۔ الحاد کے خلاف جہاد:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جس دور میں آنکھ کھولی اس دور میں ہندوؤں نے اپنی تحریکوں کے ذریعے ایسی فضا پیدا کردی تھی کہ عام لوگ متحدہ قومیت اور وطنیت کے جذبوں کو قبول کر کے اسلامی روایات سے دور ہٹ رہے تھے۔ اسلام کی صفوں میں ایسے لوگ آ گئے تھے جو غیر اسلامی روایات کو اسلام کا رنگ دے رہے تھے اور اسلام کی حقیقی شکل کو بگاڑنے میں مصروف عمل تھے۔ دین اسلام سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کیلئے چالیس چلی جارہی تھیں فلسفے اور تصوف کے مخصوص انداز پیش کر کے اسلامی اصولوں کے خلاف دلائل دیے جا رہے تھے اس کا نتیجہ الحاد اور بے دینی کی صورت میں نمودار ہو رہا تھا۔ ایسے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے چیلنج قبول کیا اور الحاد کی قوتوں سے ٹکرا گئے۔

طوفان کر رہا تھا میرے عزم کا طواف
لوگ سمجھ رہے تھے کشتی میری بھنور میں ہے

3۔ بھگتی تحریک اور حضرت مجدد الف ثانیؒ:

جنوبی ہندوستان کے ایک ہندو فلسفی رامانج نے بھگتی تحریک کا آغاز کیا اور اس تحریک کو مقبول بنانے میں رامانند کا خصوصی ہاتھ تھا۔ بھگتی تحریک کے ایک اہم راہنما بھگت کبیر نے مساوات اور رواداری کے اصولوں کو متعارف کرایا۔ بھگتوں سے قریبی رابطے بڑھانے اور صلح و آشتی کے ساتھ رہنے کا درس دیا۔ بھگتوں نے کہا کہ رام اور رحیم میں کوئی فرق نہیں، خدا اور بھگوان ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ انہوں نے ثابت کیا کہ تمام انسان مختلف مذاہب میں رہتے ہوئے بھی ایک ہی ذات کو ساری کائنات کا خالق سمجھتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ بھگتی تحریک کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہو رہے تھے سادہ دل اور سادہ لوح مسلمان پریت اور محبت کے نام نہاد پجاریوں کی Sugar Coated گولی جو اصلاً زہر تھی، نگلنے کے قریب تھے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ہندو بھگتوں کی سازش کو بے نقاب کیا اور مسلمانوں کو باور کرایا کہ ان کا مقصد اسلام کو ہندومت میں ضم کرنا ہے۔

4۔ مسلم معاشرہ کی اصلاح:

برصغیر میں اسلام قبول کرنے والے نو مسلم آسانی سے ہندو رسوم و رواج سے پیچھا نہ چھڑا سکے۔ بعض تو کسی نہ کسی شکل میں ہندو تہواروں کو بھی مناتے رہے شادی بیاہ اور مرگ کی رسومات پر بھی ہندوؤں کے اثرات چلے آ رہے تھے۔ اونچی ذات کے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا تو وہ ذات پات کے تصور اور نسل کی برتری کے احساس کو اپنے آپ سے جدا نہ کر سکے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سامنے ایک بڑا چیلنج تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان عیارانہ چالوں سے آگاہ تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے جدوجہد کی اور انہیں خالصتاً اسلامی رنگ اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ انہوں نے غیر اسلامی شعائر اور رسومات کی مخالفت کی اور مسلم معاشرہ کی اصلاح کا بیڑہ کامیابی سے اٹھایا۔

5۔ ہندو جارحیت کا مقابلہ:

اکبر نے ایک غلط حکمت عملی پر عمل پیرا ہو کر ہندوؤں کے ساتھ بے جا فراخدلی کا سلوک کیا انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ان کے ساتھ رشتے ناطے کئے [illegible] بڑھ کر رواداری [illegible] نے ہندوؤں کو احیا کا موقع دے دیا۔ وہ رفتہ رفتہ بیدار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے اور انہیں اپنی قوت کا احساس ہونے لگا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اکبر کے دور میں ہندو اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ متھرا کے ایک برہمن نے مسجد کی اینٹوں اور پتھروں پر قبضہ کر کے ایک مندر تعمیر کر لیا جب مسلمانوں نے مزاحمت کی تو اس نے رسولؐ کی شان میں گستاخی کی۔ صدر الصدور نے اسے سزائے موت دی تو درباری امراء نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے عوام، امراء اور علماء میں احساس بیدار کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ہندوؤں کی مجالس میں بیٹھنے سے گریز کریں۔

6۔ دین الٰہی کی مخالفت:

اکبر کا خیال تھا کہ ہندوؤں کو اعتماد میں لیے بغیر ہندوستان میں ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ ہندوستان کی تمام قوموں بالخصوص ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک مشترک مذہب پر متحد کیا جائے۔ چنانچہ 1582ء میں اس نے ''دین الٰہی یا توحید الٰہی'' کے نام سے ایک نیا دین جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تجدید کے لیے اس زمانے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پیدا فرمایا۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ساتھ مل کر اس فتنۂ عظیم کے خلاف زبردست تحریک چلائی اراکین سلطنت، امراء اور عوام کو اس دین کی مشکوک حیثیت اور کھوکھلے پن سے آگاہ کیا۔ یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اکبر کی موت کے ساتھ ہی اس کا قائم کردہ دین بھی ختم ہو گیا۔

7۔ اکبر کی غلط پالیسی کی مخالفت:

اکبر نے ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خود کو کامل طور پر ہندوستانی بنا لیا تھا۔ اس نے ہندوؤں کی طرح لباس پہننا اور پیشانی پر تلک لگانا شروع کیا۔ اپنے محل میں مندر تعمیر کروائے ہندو بیویوں کے زیر اثر شرعی ٹیکس جزیہ منسوخ کر دیا۔ گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کر دی گئی بادشاہ کے لیے تعظیمی سجدے کو لازم قرار دے دیا گیا۔ حضرت مجددؒ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی آپ نے اسلام پسند درباری امراء سے تعلقات پیدا کر کے ترویج شریعت کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی۔

8۔ اسلامی قوانین کی بحالی:

اکبر کے اقدامات نے برصغیر میں اسلامی شعائر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور اگر بروقت اس فتنے کا تدارک نہ کیا جاتا تو چند برس کے اندر اندر ہندوستان میں اسلام کا نام و نشان مٹ جاتا آپ نے تبلیغ اور حق گوئی کے ذریعے جہانگیر کو اسلامی قوانین کی بحالی اور ترویج شریعت پر مجبور کیا آپ کی کوششوں سے جہانگیر نے سکوں پر کلمہ طیبہ نقش کروایا۔ گائے کے ذبیحہ پر پابندی ختم کر دی ہندوؤں پر شرعی ٹیکس جزیہ از سر نو عائد کر دیا سن ہجری دوبارہ جاری کیا گیا ہندوستان میں جتنی بھی مساجد شہید کی گئی تھیں جہانگیر نے ان کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا شراب پر پابندی عائد کر دی نئی مساجد کی تعمیر اور اشاعتِ اسلام کے احکامات جاری کیے۔ اس طرح آپ نے خوش تدبیری اور دور اندیشی سے حکومت کا رخ کفر سے اسلام کی طرف پھیر دیا۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

9۔ علماء سوء کی اصلاح:

اکبر کے عہد میں دین اسلام کو جو نقصان پہنچا حضرت مجددؒ اس کی ذمہ داری زیادہ تر علماء سوء پر ڈالتے تھے یعنی وہ علماء جو دنیا پرستی اور جاہ طلبی کی وجہ سے قرآن و حدیث کو نظر انداز کر کے غلط عقائد پھیلاتے تھے اور اپنے ذاتی اور سیاسی مقاصد کے حصول کی خاطر بادشاہ کو باطل نظریات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فروغ کی ترغیب دیتے تھے آپ نے اسلام پسند درباری امراء کو تلقین کی کہ وہ بادشاہ کو علماء سوء کی صحبت سے دور رکھیں۔آپ نے علماء سوء کو ہدایت کی کہ وہ آخرت کی فکر کریں اور لوگوں کو پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں۔

10۔ وحدت الوجود کی مخالفت:

وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے میں خدا کا وجود ہے۔لہٰذا تمام مظاہر فطرت آگ، پانی، درخت، پتھر، سورج، چاند وغیرہ کی پرستش دراصل خدا کی عبادت کے مترادف ہے۔بندہ اور خدا ایک دوسرے سے جدا نہیں اللہ تعالیٰ دریا ہے تو انسان قطرہ، یہ قطرہ دریا میں مل کر دریا بن جاتا ہے۔حق کو ہر گوشے میں تلاش کرنے والوں کے نزدیک تمام مذاہب کی اصل ایک ہے رام اور رحیم میں کوئی فرق نہیں یہ ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں آپ نے اس باطل نظریے پر کاری ضرب لگائی۔آپ نے رام اور رحیم کا فرق بیان کر کے مسلمانوں کو ہندوؤں میں جذب ہونے سے بچالیا اور اسلام میں کفر کی آمیزش کو ختم کر دیا۔

11۔ نظریہ وحدت الشہود:

آپ نے نظریہ وحدت الوجود کے جواب میں نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جس میں آپ نے بتایا کہ دنیا اور خالق میں وہی رشتہ ہے جو خالق اور مخلوق میں ہوتا ہے۔آپ نے ''انا الحق'' کی بجائے ''انا عبدہ'' (میں اس کا بندہ ہوں) اور ''ہمہ اوست'' کی بجائے ''ہمہ از اوست'' (سب کچھ اسی کا ہے) کا نعرہ بلند کیا۔اس طرح وحدت الشہود کے فلسفے نے خالق اور مخلوق کے وجود کو الگ الگ قرار دے کر خالق کی قوت اور برتری پر مہر ثبت کر دی۔

12۔ تصوف کی اصلاح:

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ایک اور اہم اسلامی خدمت تصوف کی اصلاح ہے۔آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اگر صوفیاء کا کلام احکام شرعی کے مطابق نہیں تو وہ ہرگز تقلید کے لائق نہیں۔آپ نے ہندوستان کے پرانے سلسلوں کو چھوڑ کر اپنے طریق کی اشاعت کی جس میں اسلامی شریعت کی پاسداری کی جاتی ہے۔ان کا سادہ عبادت پر بڑا زور تھا آپ کے نزدیک طریقہ سنت ﷺ سے ہٹ کر جو عبادتیں اور ریاضتیں کی جاتی ہیں ان کا کوئی وزن نہیں ایسی ریاضتیں تو یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن جوگی بھی کرتے ہیں لیکن شریعت کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے گمراہی اور خسارے کے سوا ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

13۔ بدعات کا خاتمہ:

سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کی بقا دوسری کی فنا ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کو ختم کرنا ہے اکبر کی ہندو نوازی کی وجہ سے اسلام میں ہندوانہ رسم و رواج اور عقائد شامل ہو گئے تھے۔اس طرح اسلام اور ہندومت میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔آپ نے لوگوں کو تلقین کی کہ وہ اطاعت رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں اور نام نہاد پیروں اور شیخوں کی تقلید کا بہانہ کر کے بدعت پر عمل نہ کریں۔

14۔ دو قومی نظریہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ:

آپ برصغیر میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے دو قومی نظریے کا پرچار کیا بعد از اں اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلمان اپنے لئے ایک الگ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔آپ نے مسلمانوں کو ذہن نشین کروایا کہ وہ اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریکی کے اس دور میں اسلامی شعائر و رسومات کے تحفظ کا ہر ممکن اہتمام کریں۔ اس طرح واضح ہوتا ہے کہ آپ وہ پہلی مسلمان شخصیت ہیں جنہوں نے برصغیر میں علیحدہ مسلم قومیت کا نظریہ سب سے پہلے پیش کیا۔

15۔ مسئلہ قضا و قدر:

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ انسان اپنے افعال میں مختار کل ہے اور بعض بندے کے فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کے نزدیک افعال خواہ برے ہوں یا اچھے حقیقی طور پر بندوں کے نہیں ہیں بندے جو کچھ کرتے ہیں حقیقت میں انہیں اس کے لیے کوئی استطاعت یا اختیار حاصل نہیں ہے جیسے کہ درخت ہوا کے ہلانے سے ہلتا ہے اسی طرح بندہ بھی مجبور ہے ان دونوں گروہوں نے اعتدال اور میانہ روی کو ترک کر کے افراط و تفریط کو اختیار کیا تھا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مسئلہ جبر و قدر میں اعتدال کے راستے کو پسند کیا۔ ان کے نزدیک انسان کی کوشش اور جدوجہد اس کی متوسط خود مختاری کے پیش نظر بڑے کمالات کی آئینہ دار ہے اور اس کے افعال اور اختیار پر ہی جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے۔

؎ ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری　　　　تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری

16۔ امراء کی اصلاح:

اکبر نے اسلام سے انحراف کی جو پالیسی اپنائی تھی وہ انہی امراء کے زیر اثر رہنے کا نتیجہ تھی۔ امراء اسلام کی حقانیت بھول چکے تھے۔ مجدد الف ثانیؒ نے ان امراء سے مل کر انہیں خبردار کیا کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنت پر عمل کریں اسلام کے بتائے ہوئے سیدھے اصولوں کو ہندوؤں کے مشترکہ رسم و رواج سے خلط ملط نہ کریں۔ انہیں خبردار کیا کہ اگر انہوں نے اسلام پر عمل نہ کیا تو نہ صرف ان کی عاقبت خراب ہوگی بلکہ اس دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے۔ مجدد الف ثانیؒ نے اپنی کوششوں سے ان امراء کو اسلام کے صحیح راستے پر لگایا اور انہی امرا کی وجہ سے اکبر کی مذہبی پالیسی میں تبدیلی آئی اور دوبارہ اسلام پھلنے پھولنے لگا۔

17۔ توحید خالص کا تصور:

ہندوؤں کے احیاء اور اکبر کے دین الٰہی نے مسلمانوں پر جو برے اثرات ڈالے ان میں "وحدت ادیان" کا تصور تھا یعنی تمام ادیان کی اصل ایک ہے اور رام و رحیم ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس باطل نظریے پر کاری ضرب لگائی۔ آپ نے فرمایا کہ رام اور کرشن اسی قسم کی دو شخصیتیں ہیں جن کی ہندو پرستش کرتے ہیں۔ رام سیتا کے شوہر تھے۔ جب وہ اپنی بیوی کی حفاظت نہیں کر سکے تھے تو وہ بے چارے دوسروں کی کیا مدد کریں گے رام کی پیدائش سے پہلے بھی تو رحمان موجود تھا۔ رحیم ہمیشہ سے ہے، اس لیے نہ رحیم، رام ہے اور نہ سب ادیان کی اصل ایک ہے۔

18۔ جہانگیر کے سجدہ تعظیمی کی مخالفت:

اکبر کی وفات کے بعد نورالدین جہانگیر نے ہندوؤں سے متعلق اپنی پالیسی تبدیل کی لیکن اکبر کی ہندو نواز پالیسی کے اثرات کافی حد تک باقی رہے مثلاً بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنے کی قبیح رسم کو جاری رکھا گیا حضرت مجددؒ نے اس دور میں بھی غیر اسلامی رسومات اور عقائد کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی آپ کا حلقہ ارادت وسیع تر ہوتا چلا گیا حضرت مجدد کے مخالف امراء نے حضرت مجدد کے خلاف جہانگیر کے کان بھرنے شروع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ بادشاہ نے حضرت مجدد کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا آپ نے مسنون طریقے سے جہانگیر کو سلام کیا اور تعظیمی سجدہ کرنے سے صریح انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اس متکبرانہ روش پر حضرت مجدد کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور قید میں رہ کر بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور ہزاروں گمراہ انسانوں کو راہ ہدایت پر ڈال دیا جہانگیر کو جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اس نے آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔

ے جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

حضرت مجدد الف ثانی کی خدمات کے اثرات

ا۔ حضرت مجدد الف ثانی کی کوششوں سے دین الٰہی، وحدت الوجود اور وحدت ادیان جیسے نظریات کا خاتمہ ممکن ہوا

۲۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ شریعت کی پابندی کیلئے اہم خدمات سرانجام دیں۔

۳۔ جہانگیر کے سجدہ تعظیمی اور درباری امراء اور ہندوؤں کی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کیا۔

۴۔ آپ نے بدعات اور غیر اسلامی رسوم و رواج کے خاتمے کیلئے اہم کردار ادا کیا۔

حاصل کلام:

غرض یہ کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کفر و شرک کے زور کو توڑا، لاتعداد غیر مسلموں کو اسلام کے حلقے میں داخل کیا، اسلام کو خالص رنگ میں رکھا، اکبر اعظم کے جھوٹے دین کی قلعی کھول دی۔ صوفیاء کے غلط نظریات پر شدید تنقید کر کے اسلامی شعائر اور شریعت کو اپنانے کا درس دیا سجدہ تعظیمی کی رسم کو کچلا۔ اسلام کو ہندومت میں ضم نہ ہونے دیا۔ آنے والی مسلم نسلوں نے بھی آپ کے افکار سے فائدہ اٹھایا اور صدیوں بعد پاکستان ان ہی کی تجویز کردہ اساس پر قائم ہوا۔ گمراہی اور بے دینی کی جس فضا میں حضرت مجددؒ نے اپنی اصلاحی تحریک چلائی وہ بلاشبہ کسی مرد مومن ہی کا کام تھا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ے گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے کیا جس کو بروقت خبردار

س 2۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی دینی ملی اور اصلاحی خدمات کا تفصیل سے جائزہ لیجیے؟

جواب:

ے نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

حضرت شاہ ولی اللہ کا اصل نام قطب الدین احمد اور کنیت ابو الفیاض تھی۔ آپ 21 فروری 1703ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد شاہ عبدالرحیم بہت بڑے صوفی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزرگ اور عالم دین تھے انہوں نے دہلی میں مدرسہ رحیمیہ قائم کیا۔ شاہ ولی اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل کی۔ سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور گیارہ برس کی عمر میں حدیث پر عبور حاصل کر لیا۔ سترہ برس کی عمر میں والد محترم کا انتقال ہوا تو آپ نے مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد ازاں آپ حج کے لئے سعودی عرب چلے گئے۔ 1734ء میں سعودی عرب سے واپس آئے آپ نے سعودی عرب میں 12 سال قیام کیا۔ 1730ء میں حج کے دوران آپ کی ملاقات شیخ ابو طاہر مدنی سے ہوئی شاہ صاحب نے ان سے قرآن اور حدیث کی تعلیم حاصل کی اور پھر وطن واپس آ کر آپ نے مسلمانوں کی اصلاح اور راہنمائی کا کٹھن فریضہ سرانجام دینے کا فیصلہ کیا۔ آپ کا انتقال 1762ء کو دہلی میں ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی خدمات

ا۔ قرآن پاک کا فارسی ترجمہ	۲۔ ادبی خدمات
۳۔ علم حدیث کی تدریس و اشاعت	۴۔ فقہی اختلافات کو دور کرنے کی کوشش
۵۔ اجتہاد کی ضرورت	۶۔ معاشرتی اصلاحات
۷۔ سیاسی خدمات	۸۔ جہاد کی تلقین
۹۔ دو قومی نظریہ	۱۰۔ اقتصادی اصول
۱۱۔ مرہٹوں کے خاتمے کے اقدامات	۱۲۔ خانہ جنگی کے خاتمے کے لیے اقدامات
۱۳۔ علماء کرام میں اتحاد کی کوششیں	۱۴۔ مسلم معاشرے کی تشکیل نو
۱۵۔ مضبوط اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد۔	۱۶۔ اصلاحی اور جہادی تحریکوں کا آغاز

ا۔ قرآن پاک کا فارسی ترجمہ:

علمی میدان میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا سب سے اہم کارنامہ قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے۔ برصغیر میں اسلامی حکومت تقریباً ایک ہزار سال قبل قائم ہوئی تھی لیکن قرآن پاک کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کی سعادت صرف حضرت شاہ ولی اللہؒ کو حاصل ہوئی۔ آپ کو اس حقیقت کا احساس تھا کہ مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل صرف قرآن پاک میں ہے مگر عوام کی اکثریت عربی سے ناواقف ہونے کے باعث اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہے لہذا آپ نے 1738ء میں "فتح الرحمٰن" کے نام سے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا اس دور میں علماء کسی اور زبان میں قرآن کے ترجمے کو خلاف اسلام سمجھتے تھے انہوں نے ترجمہ شائع ہوتے ہی آپ کے خلاف ہنگامہ بپا کر دیا لیکن آپ نے بڑی جرأت اور فرض شناسی سے اسی مسئلے پر قابو پا لیا۔ آپ نے لوگوں کو سمجھایا کہ قرآن پاک اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اسے ریشمی غلاف میں لپیٹ کر طاق پر سجا دیا جائے یا مفہوم و معانی سمجھے بغیر ناظرہ پڑھ لیا جائے بلکہ اس کو پڑھ کر سمجھنا اور اس پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ بعد ازاں لوگ آپ کی معاملہ فہمی کے قائل ہو گئے اس ترجمے سے مسلمانوں میں قرآن فہمی کا شعور پیدا ہو گیا اور وہ عیسائی مبلغین کے قرآن پر اعتراضات کا جواب دینے کے قابل ہو گئے اس کے بعد اس رجحان نے بہت ترقی پائی اور آج دنیا کی لاتعداد زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ادبی خدمات:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مذہب، معاشرتی اصلاح اور سیاسیات کے موضوع پر عربی، فارسی اور اردو میں 51 کتابیں لکھیں۔ جن میں سے 23 کتابیں اردو میں جبکہ 28 کتابیں فارسی میں لکھیں۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں اس امر پر بحث کی ہے کہ شرعی احکام مصلحتوں پر مبنی ہوتے ہیں مثلاً زکوۃ اس لیے فرض ہوئی کہ بخل کی برائی کو دور کیا جائے اور غریبوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ اسی طرح قصاص شریعت میں اس لیے فرض کیا گیا کہ وہ قتل وخون ریزی کو روکے۔ جہاد فتنہ وفساد کو روکنے کے لے فرض کیا گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اے اہل عقل قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔'' حج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (شعائر اللہ) کی تعظیم کے لیے فرض کیا گیا اسی طرح اور بہت سے احکام ہیں جن کے مصالح پر مبنی ہونے کا ثبوت ہمیں قرآنی آیات اور احادیث سے ملتا ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف میں فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن المصفیٰ المعنیٰ اور خلافت الخلیفہ وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ علم حدیث کی تدریس واشاعت:

حضرت شاہ ولی اللہؒ حدیث کے ماہر استاد تھے۔ آپ مدرسہ رحیمیہ میں حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ مغلیہ دور میں اسلامی مدارس میں صرف نحو اور منطق وفقہ کی کتابیں تو پڑھائی جاتی تھیں لیکن قرآن وحدیث کی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ بنیادی طور پر محدث تھے۔ آپ حضرت امام مالکؒ کے مرتب کردہ مجموعہ احادیث کے بڑے مداح تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''روئے زمین پر اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب الموطا ہے۔''

آپ نے موطا کی عربی اور فارسی زبان میں شرح لکھی عربی شرح کا نام ''المسوّیٰ'' اور فارسی شرح کا نام ''المصفیٰ'' ہے اس کے علاوہ آپ نے عام مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لیے مختصر احادیث کے مجموعے بھی مرتب کیے۔ مسلمان قوم پر آپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے علماء کی ایک جماعت تیار کی جس نے علم حدیث کو برصغیر کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔

۴۔ فقہی اختلافات کو دور کرنے کی کوشش:

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک مسلمانوں کی پستی اور زوال کا ایک اہم سبب یہ تھا کہ وہ فروعی اختلافات اور فرقہ بندیوں کا شکار ہو چکے تھے لہذا آپ نے بڑی دانشمندی اور گہرے مطالعہ کے بعد فقہ کی بنیادوں پر سے پردہ اٹھایا اور اس موضوع پر ایک مختصر رسالہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" لکھا جس میں فقہہ اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں پائے جانے والے اختلافات کی وضاحت کی اور پھر ان کو حل کرنے کے لیے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ ایسا مسلک اختیار کریں جو قرآن وسنت کے قریب ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''فقہ اور اسلامی قوانین کا تعلق ان کے سرچشموں یعنی قرآن وسنت سے ہے۔''

۵۔ اجتہاد کی ضرورت:

اسلام پر عمل پیرا ہو کر انسان ایک مہذب اور کامیاب شہری بن سکتا ہے لیکن اس زمانہ میں علماء کی اکثریت اسلام کو متحرک دین کے طور پر تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی انہوں نے اسلام کو محض عبادات اور رسومات تک محدود کر دیا تھا۔ اور تقلید جامد یعنی اندھی تقلید پر یقین رکھتے تھے انہوں نے دین کے بارے میں غور وخوض کرنا چھوڑ دیا تھا ان کا قول تھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور ہم ان کے قدموں کے نشانوں کی پیروی کرتے ہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اجتہاد کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کرنے کے لیے ایک کتاب ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد و تقلید'' لکھی جس میں آپ نے علماء پر زور دیا کہ عصر حاضر کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان کو اجتہاد کرنا چاہیے، کیونکہ اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی اجازت دے رکھی ہے۔ قرآن میں آتا ہے:

''پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔''

حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی واضح کر دیا ہر کس و ناکس مجتہد نہیں ہو سکتا مجتہد کے لیے اسلامی قوانین کا ماہر اور فقیہہ ہونا لازم ہے۔

۶۔ معاشرتی اصلاحات:

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

ہندوؤں کے ساتھ میل جول اور باہمی اختلاط کے باعث مسلمانوں میں بہت سی غیر اسلامی رسومات رائج ہو چکی تھیں۔ انہوں نے اسلامی عقائد و نظریات کی بجائے مشرکانہ طور طریقوں کو اپنا لیا تھا آپ نے مسلم معاشرے کی اصلاح کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:

1۔ ہندو اثرات کے تحت مسلمان بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے آپ نے بیوہ سے نکاح کو سنت رسول ﷺ قرار دیا۔

2۔ آپ نے قبر پرستی اور پیر پرستی کی پر زور مذمت کی اور لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ تعویذ گنڈوں، جھاڑ پھونک اور توہم پرستی سے اجتناب کریں۔

3۔ شادی بیاہ میں اسراف سے بچنے کی تلقین کی کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

4۔ غمی اور موت کے موقع پر بے جا رسومات تیسرے، چھٹے اور چہلم جیسی رسومات کی شدید مخالفت کی اور تین دن سے زیادہ سوگ کو خلاف شرع قرار دیا۔

5۔ آپ نے لوگوں کو رزق حلال کمانے کی تلقین فرمائی۔

6۔ آپ نے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کرنے پر زور دیا۔

7۔ آپ نے معاشرے کو فرقہ پرستی اور گروہ بندی سے پاک کرنے کی تلقین کی آپ نے شیعہ سنی اور خود سنیوں کے اندر اختلاف کو دور کرنے کی اہمیت پر بہت زور دیا۔

8۔ آپ نے لوگوں کو سادہ زندگی گذارنے کی تلقین فرمائی۔

۷۔ سیاسی خدمات:

آپ نے برصغیر میں اسلامی حکومت کے استحکام کیلئے بھی اصول و قوانین وضع کئے۔ آپ نے امراء اور حکمرانوں کو بحیثیت مسلمان ان کے فرائض سے آگاہ کیا انہیں تلقین کی کہ اندرون ملک امن و امان قائم کرنے کیلئے فتنہ و فساد کو جڑ سے کاٹ پھینکنے کیلئے اقدامات کریں۔ زمین کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ خود کو مالک ملک یا مالک قوم تصور کرے سربراہ مملکت قومی خزانے سے اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ وہ ایک عام شہری کی طرح زندگی گزار سکے آپ نے دولت کی غلط تقسیم اور حکومت کی طرف سے ناجائز ٹیکسوں کی بھرمار کو قوم کے لیے مہلک قرار دیا۔ حکمران، امراء اور علماء باہمی اختلافات کو ختم کر کے متحد اور منظم ہو جائیں۔ برصغیر میں بسنے والی تمام قوموں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے اور کسی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ترجیحی سلوک نہ کیا جائے۔

۸۔ جہاد کی تلقین:

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی!!

اورنگزیب کی وفات کے بعد مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا۔ اس دور میں جہاد ناپید ہو چکا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ جہاد کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے اس لیے آپ نے مسلمان حکمرانوں کو ہدایت کی کہ وہ دشمنان دین کے خلاف ہر وقت چوکس رہیں اور پوری قوم کو بھی دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہنا چاہیے مسلمانوں کی سہل پرستی کے باعث جاٹ، سکھ مرہٹے اور دوسرے غیر مسلم عناصر بڑی طاقت پکڑ چکے تھے آپ کے نزدیک صرف جہاد کا راستہ ہی ہندوستان میں کفر کے غلبے کو ختم کر سکتا ہے۔

۹۔ دو قومی نظریہ اور حضرت شاہ ولی اللہ:

؎ ستیزہ کار رہا ہے ازل تا امروز
چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی

حضرت شاہ ولی اللہؒ دو قومی نظریے کے پر زور حامی تھے۔ آپ نے دو قومی نظریے کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو مضبوط علیحدہ قوم قرار دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اسلامی تہذیب وتمدن، تاریخی روایات، اسلامی ثقافت اور اپنے ملی ورثے کو ترقی دیں۔ اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور ہندوؤں کی مستعار لی ہوئی غیر اسلامی رسموں کو ترک کر دیں۔ آپ نے اسلام کو ہندومت میں جذب کرنے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا بعد ازاں یہی دو قومی نظریہ تحریک پاکستان کی اساس بنا۔

۱۰۔ اقتصادی اصول:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں جو اقتصادی اصول مرتب کئے ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:

۱۔ دولت کی اصل بنیاد محنت ہے مزدور اور کاشت کار قوت کا سرچشمہ ہیں جو شخص ملک اور قوم کے لیے کام نہ کرے اس کا ملک کی دولت میں کوئی حصہ نہیں۔

۲۔ جوا اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں ان کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا۔

۳۔ جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے، مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری ٹیکس لگائے وہ قوم کا دشمن ہے اور اسے ختم ہو جانا چاہیے۔

۴۔ کام کے اوقات کار مقرر کیے جائیں مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اپنی اخلاقی اور روحانی اصلاح کی طرف توجہ دے سکیں۔

۵۔ وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں دولت چند افراد یا چند خاندانوں میں محدود ہو کر رہ جائے جلد از جلد ختم کر کے عوام کو مصیبت سے نجات دلائی جائے۔

۱۱۔ مرہٹوں کے خاتمے کے اقدامات:

اورنگزیب عالمگیر کے جانشینوں کی نااہلی کے باعث مسلمانوں کی سیاسی اور فوجی قوت ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ جاٹ اور مرہٹے دہلی کے لال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلعہ کی دیواروں تک پہنچ چکے تھے۔ پنجاب میں سکھ مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھا رہے تھے ہر طرف فتنوں کا زور تھا۔ آپ ہندوستان کی سیاسی حالت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے آپ نے روہیل کھنڈ کے حکمران نجیب الدولہ اور افغانستان کے فرمانروا احمد شاہ ابدالی کو خطوط کے ذریعے برصغیر کے آفت زدہ مسلمانوں کی امداد پر آمادہ کیا۔ آپ کی تحریک پر 1761ء میں پانی پت کی تیسری جنگ میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں اور ان کے اتحادیوں کو ذلت آمیز شکست دی اس فتح سے ہندو راج کے قیام کا خطرہ 1947ء تک ٹل گیا بعد ازاں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کر کے سکھوں کی طاقت کو بھی منتشر کر دیا۔

۱۲۔ اصلاحی اور جہادی تحریکوں کا آغاز:

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی وفات کے بعد کئی اصلاحی اور جہادی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر سید احمد شہید بریلوی نے تحریک مجاہدین شروع کی۔ جس کا مقصد پنجاب اور سرحد سے سکھوں کی حکومت کا قلع قمع کرنا تھا۔ آپ برصغیر میں ایک ایسی مضبوط حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کی بنیاد اسلامی قوانین پر ہو آپ مسلمانوں کے مذہبی احیاء کے ساتھ ساتھ ان کی دوبارہ سیاسی بلندی کے بھی خواہاں تھے۔ علاوہ ازیں تیتو میر کی تحریک اور فرائضی تحریک بھی اسی سلسلے کی اہم کڑیاں تھیں۔

۱۳۔ خانہ جنگی کے خاتمے کے اقدامات:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مسلمانوں میں باہمی نفاق اور خانہ جنگی کو اُمّ الفتن (فتنوں کی ماں) قرار دیا۔ آپ کے نزدیک ملک میں باہر کے فتنوں کو جگانے میں جو عناصر کام کر رہے ہیں ان کا تعلق باہر سے نہیں بلکہ ہمارے اندر ہی سے ہے۔ عہد عالمگیر کے بعد مغل حکومت فتنوں کے جس طوفان میں گھر گئی تھی اور جتنے سیلاب باہر سے آئے ان کا سرچشمہ بھی اندر ہی تھا۔ آپ نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ بیرونی فتنوں کا سدباب کرنے کیلئے اپنی صفوں کے اندر اتحاد پیدا کریں اور دشمنانِ دین کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔

کیا کریں ظلمتِ حالات کا شکوہ کہ سعود — ہم نے اندر کے اندھیروں کی سزا پائی ہے

۱۴۔ علماء کرام میں اتحاد کی کوششیں:

مسلمانوں کو سب سے زیادہ ضرورت اتحاد کی تھی اور اس کی راہ میں علماء کرام رکاوٹ تھے جو دو بڑے گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے تھے۔ مناظرے آئے دن کا معمول تھے۔ علماء کے نظریاتی اختلافات نے پوری مسلم قوم کو تقسیم کر رکھا تھا۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحث جو مدتوں سے چلی آ رہی تھی۔ اپنی تمام تر خرابیوں کے ساتھ بام عروج پر تھی۔ دونوں گروہوں سے منسلک افراد ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی فکر میں تھے ایسے میں شاہ صاحبؒ نے صلح جوئی کی بھرپور کوشش کی۔ آپ نے سادہ اور قابل عمل مذہبی اصولوں کو اپنانے پر زور دیا۔ رفتہ رفتہ علماء نے افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔

۱۵۔ مسلم معاشرے کی تشکیل نو:

حضرت شاہ ولی اللہؒ عالم دین بھی تھے۔ اور معاشرے کے بارے میں بھی ان کا علم بڑا عمیق تھا ایک ماہر عمرانیات کی حیثیت سے انہوں نے مسلم معاشرے کی خصوصیات اور اس میں موجود خرابیوں کا جائزہ لیا اور ان کو دور کرنے کیلئے تجاویز پیش کیں۔ تفہیمات نامی تصنیف میں بالخصوص آپ نے اصلاح کیلئے نقاط پیش کئے وہ مسلم معاشرے کے داخلی تضادات اور اختلافات کو ختم کرنا چاہتے تھے کہ اسلامی معاشرے کو نئے سرے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر بنیادوں پر پورے برصغیر میں استوار کیا جائے۔ آپ نے اجتماعی شعور کو بیدار کرنے اور مشترکہ مسائل کو بے غرضی سے حل کرنے پر زور دیا۔ حضرت نے ریاست اور معاشرے کے ارتقاء کا بڑی تفصیل سے جائزہ لے کر مسلم معاشرے کی تشکیل نو کیلئے اقدام اٹھائے۔ انہوں نے ہر طبقے کو اپنا کردار خوش اسلوبی سے نبھانے اور مجموعی بہبود کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تلقین کی۔

۱۶۔ اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش:

حضرت شاہ ولی اللہؒ برصغیر میں مضبوط اسلامی ریاست کے قیام کے خواہش مند تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے دور میں مسلمان سیاسی اقتدار سے بہت ہی دگرگوں حالت میں تھے ان کے اقتدار کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اگرچہ مسلمانوں کی حکومت صدیوں سے قائم چلی آرہی تھی لیکن اسے شاہ صاحبؒ نے مثالی اسلامی نظام ہرگز تسلیم نہ کیا۔ وہ شہنشاہیت وملوکیت کے مخالف تھے انہیں جاگیردار نظام سے بھی چڑ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان نہ صرف دوبارہ مضبوط ترین سیاسی قوت بن جائیں بلکہ یہ بھی کہ ملک میں حقیقی اسلامی نظام رواج پائے۔ وہ مسلم عوام کی مرضی سے قائم ہونے والی حکومت کے خواہاں تھے اور چاہتے تھے کہ ملک میں اسلامی حدود وتعزیرات نافذ ہوں۔ وہ شریعت کو پوری تفصیل کے ساتھ نافذ کرنے کے حق میں تھے نظام اسلام کا نفاذ ان کا مقصود تھا۔ خلافت کے قیام کو ضروری سمجھتے تھے اور حکمران کو خدا تعالیٰ کی شریعت کا پابند اور عوام کے سامنے جوابدہ قرار دیتے تھے۔

۱۷۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان کی خدمات:

آپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد نے بھی اسلام کی بے پناہ خدمت کی آپ کے بیٹوں نے تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز باپ کی طرح بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے علم حدیث کی ترویج کیلئے بڑا کام کیا سید احمد شہید بریلوی نے آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر تحریک مجاہدین شروع کی آپ کے دو بیٹوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کے اردو ترجمے شائع کیے۔ آپ کے بیٹے شاہ عبدالغنی نے مسلمانان ہند کی دینی اور سیاسی راہنمائی کی۔ شاہ اسماعیل شہید شاہ عبدالغنی کے فرزند تھے جنہوں نے اسلام کیلئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پانچویں بیٹے شاہ محمد صوفی بھی ایک بلند پایہ عالم دین تھے شاہ ولی اللہؒ کے خاندان کے زیر سایہ اتنے علماء پیدا ہوئے کہ برصغیر کی علمی دنیا میں ایک انقلاب آگیا۔

حاصل کلام:

برصغیر میں احیاء دین اور تبلیغ اسلام کیلئے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں آپ نے درس وتدریس اور اپنے قابل تقلید کارناموں سے عوام کی بہت بڑی تعداد کو متاثر کیا "وحدہ لا شریک" سے محبت اور عقیدت کا درس دیا ہندوستان میں مرہٹوں اور جاٹوں کی سیاسی برتری کے طلسم کو توڑا آپ کی تعلیمات نے برصغیر میں روبہ زوال مسلم معاشرے کو سنبھالا ہی نہیں دیا بلکہ اسے تحریک پاکستان کی راہ بھی دکھائی۔

جلانا مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تیری تاریک راہوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س3۔ تحریک مجاہدین پر نوٹ لکھیں۔

جواب: سید احمد بریلوی کی تحریک مجاہدین اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ اسلام میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی زندگی کا مقصد صرف تبلیغ اسلام ہی نہیں تھا بلکہ فروغ اسلام کیلئے آپ عملی اقدامات کرنے پر یقین رکھتے تھے تا کہ اسلام کی مخالف قوتوں کو زیر کر کے برصغیر میں ایسی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس کی بنیاد اسلامی اصولوں اور روایات پر ہو۔

؎ یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

سید احمد شہید کا تعارف:

سید احمد شہید 29 نومبر 1786ء کو رائے بریلی کے مقام پر پیدا ہوئے بچپن میں آپ کو تحصیل علم سے کوئی رغبت نہیں تھی والد کے انتقال کے بعد آپ کو تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا اور شاہ عبدالعزیز سے علم دین سیکھنے کی خاطر دہلی تشریف لائے۔ آپ نے 1807ء میں شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے 1810ء میں نواب امیر خان ٹانک کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی اور فنون سپہ گری کے تمام نشیب و فراز سے واقفیت حاصل کر کے ایک تجربہ کار جرنیل بن گئے۔ 1818ء میں آپ دوبارہ دہلی تشریف لائے اور اسی سال آپ نے مشہور کتاب صراط مستقیم لکھی۔ 1821ء میں آپ حج کے لئے مکۃ المکرمہ روانہ ہو گئے۔ ڈیڑھ سال کے بعد آپ واپس تشریف لائے۔ آپ نے 1823ء میں تحریک مجاہدین کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کے ذریعے آپ نے پنجاب اور سرحد کو سکھوں سے آزاد کروانے کی پوری کوشش کی۔

تحریک جہاد (تحریک مجاہدین) کے اغراض و مقاصد:

تحریک مجاہدین کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

ا۔ اسلامی حکومت کا قیام	۲۔ مسلم معاشرے کی مذہبی اصلاح	۳۔ جہاد کی تلقین
۴۔ سادہ طرز زندگی	۵۔ سکھوں کے مظالم سے نجات	٦۔ بدعات کا خاتمہ
۷۔ عیسائی مشنریوں کا مقابلہ		

ا۔ اسلامی حکومت کا قیام:

اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے ساتھ ہی برصغیر میں تنزل کے آثار رونما ہونے لگے ہر شعبے میں زوال اور انحطاط کی گہری چھاپ نظر آ رہی تھی اس بدنظمی اور انتشار سے فائدہ اٹھا کر دہلی میں جاٹوں، مرہٹوں اور پنجاب میں سکھوں نے وسیع پیمانے پر شورش بپا کر دی۔ حضرت سید احمد چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر لیں اور ایک ایسی مضبوط حکومت کا قیام عمل میں لائیں جس کی بنیاد اسلامی قوانین پر ہو اور جو پنجاب اور سرحد سے سکھوں کی حکومت کا قلع قمع کرے آپ برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی احیاء کے ساتھ ساتھ ان کی دوبارہ سیاسی بلندی کے بھی خواہاں تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مسلم معاشرے کی مذہبی اصلاح:

برصغیر میں مسلمان اور ہندو صدیوں سے اکٹھے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہندوانہ رسمیں غیر محسوس طریقے پر اسلامی معاشرے میں داخل ہو گئیں۔ حلال و حرام کا امتیاز ختم ہو چکا تھا۔ شراب نوشی، زنا کاری اور بددیانتی جیسی لعنتیں اسلامی معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی تھیں ہندوؤں کی تقلید میں بعض مسلمان بھی اسلام کے مسنون طریقے سے ہٹ کر رام رام کہہ کر ہاتھ جوڑ کر نمستے کہتے تھے۔ بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے تھے۔ بعض مسلم گھرانوں میں نکاح کی تقریب میں ہندوؤں کی طرح پھیرے ڈالنے کی رسم موجود تھی۔ آپ کی تحریک جہاد کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ تمام معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کو ختم کر کے صحیح اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۳۔ جہاد کی تلقین:

سید احمد کی تحریک کا اولین مقصد مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو اجاگر کرنا تھا برصغیر میں ایک طرف مسلمانوں کو ہندوؤں کی مخالفت کا سامنا تھا تو دوسری طرف غیر ملکی قومیں بالخصوص انگریز نہ صرف ان کے غلبہ و اقتدار کو بلکہ ان کی تہذیب و تمدن کو بھی نقصان پہنچانے کی فکر میں تھے سید احمد سکھوں کو شکست دے کر پنجاب میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے تا کہ وہاں سے انگریزوں کے خلاف مزاحمت کر کے انہیں ہندوستان سے باہر نکال سکیں۔

۴۔ سادہ طرز زندگی:

سید احمدؒ فقیرانہ امارت اور سادہ طرز زندگی پر زور دیتے تھے۔ لشکر کے امیر ہونے کے باوجود آپ مشقت کے کاموں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر کے شریک ہوتے۔ بوجھ اٹھاتے، لکڑیاں چنتے اور جب کبھی فاقہ کشی کی نوبت آتی تو نہ صرف اپنے ساتھیوں کے ساتھ فاقہ کشی کرتے بلکہ اس حد تک زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے کہ کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ فاقہ سے ہیں۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ،

> ''آپ خوف خدا، سادگی، مساوات اور عدل و انصاف کا ایک ایسا نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے جس سے خلفاء راشدین کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو جائے''۔

۵۔ سکھوں کے مظالم سے نجات:

پنجاب میں سکھوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سربراہی میں مسلمانوں پر مظالم کی انتہا کر دی۔ اس کے دور میں شعائر اسلامی کی کھلم کھلا بے حرمتی کی جاتی تھی، اذان پر پابندی عائد کر دی گئی، گاؤ کشی کو ممنوع قرار دے دیا گیا، حکومت کے کارندے معمولی معمولی باتوں پر مسلمانوں کو گرفتار کر کے ان پر مقدمے چلاتے، گھر بار ضبط کر کے انہیں شہر سے باہر نکال دیتے ہزاروں مسلمان عورتوں کو سکھوں نے زبردستی اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ المختصر پنجاب میں سکھ حکومت کا قیام خداوند تعالیٰ کا قہر عظیم تھا سید احمد کی تحریک کا ایک مقصد پنجاب میں مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم سے نجات دلانا تھا۔

۶۔ بدعات کا خاتمہ:

برصغیر میں اسلامی حکومت کے زوال کے ساتھ ہی اسلامی معاشرے میں بہت سی بدعتیں داخل ہو گئیں۔ جنہوں نے مذہب اسلام کی اصل ہیئت کو بدل کر رکھ دیا۔ مسلمان مزاروں پر جا کر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اس خیال سے نذرانے دیتے تھے کہ اس سے ان کا مقصد پورا ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔عورتوں نے بھی قبروں پر جانا شروع کر دیا۔بچے کی پیدائش پر چھٹی، چلے، موت پر سوم، دسواں، چالیسوں، برسی اور دیگر رسوم پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے تھے شادی بیاہ کے موقع پر غیر شرعی رسومات اختیار کی جاتی تھیں عرس کی محافل سجائی جاتی تھیں اور مریدوں سے نذرانے اور تحفے تحائف وصول کیے جاتے تھے۔حضرت سید احمد ان تمام رسومات کے زبردست مخالف تھے۔

۷۔ عیسائی مشنریوں کا مقابلہ:

تحریک مجاہدین کا ایک اہم مقصد برصغیر میں سے عیسائی مشنریوں کی سازشوں کو ناکام بنانا تھا جو برصغیر میں عیسائیت پھیلانے کے لیے کوشاں تھے۔انگریزوں کی شہ پر انہوں نے اسلام پر ناروا حملے شروع کرر کھے تھے۔اس سلسلے میں انہوں نے کئی تحریکوں کا آغاز کر رکھا تھا۔آپ نے اپنی تحریک کا رخ اس جانب موڑ دیا تا کہ اسلام کو عیسائیت اور عیسائی مشنریوں کی کاروائیوں سے بچایا جاسکے۔

جہاد کی تیاری

حضرت سید احمد نے 1821ء میں اپنے چار سو مریدوں کے ہمراہ حج کیا۔سفر حج نے آپ کے ارادوں میں بڑی پختگی اور حوصلوں میں نئی بلندی پیدا کی۔وطن واپس پہنچ کر آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری شروع کی سب سے پہلے جہاد کی راہ ہموار کرنے کے لیے انہوں نے برصغیر کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم اور جہاد کی اہمیت سے آگاہ کیا چنانچہ ہندوستان میں ہر جگہ سید احمد کے اس عظیم مشن کا چرچا ہونے لگا اور لوگ جوق در جوق آپ کے حلقے میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔

یہ بازی حق کی بازی ہے جو چاہے لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

جہاد کا آغاز:

سید احمد کی قیادت میں مجاہدین کا پہلا قافلہ تقریباً سات ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا جو سندھ، بلوچستان، غزنی اور کابل سے ہوتا ہوا پشاور پہنچا۔اس طویل سفر کے دوران بہت سے مجاہدین آپ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔پشاور میں چند روز قیام کے بعد آپ نوشہرہ تشریف لے گئے۔جہاں آپ نے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا یہاں سے آپ نے اسلامی دستور کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تین شرائط بھیجیں:

(i) "اسلام قبول کرلو
(ii) یا جزیہ ادا کر کے مصالحت کرلو۔
(iii) اگر یہ منظور نہیں تو جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تیسری شرط قبول کرلی۔

☆ معرکہ اکوڑہ:

مجاہدین اور سکھ فوج کے درمیان پہلا معرکہ 21 دسمبر 1826ء کو اکوڑہ کے مقام پر ہوا جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مجاہدین کے مقابلے کے لیے اپنے جرنیل بدھ سنگھ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ جس میں سکھوں کو عبرتناک شکست ہوئی اس معرکے میں سات سو سکھ مارے گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بیاسی مسلمان شہید ہوئے۔

☆ معرکہ حضرو:

مجاہدین اور سکھوں کے درمیان دوسرا معرکہ 1827ء میں حضرو کے مقام پر ہوا جس میں مجاہدین نے سکھوں کو زبردست جانی نقصان پہنچایا۔اس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوئے۔

اسلامی خلافت کا قیام:

معرکہ حضرو کے بعد قلیل عرصے میں مجاہدین کی تعداد اسی ہزار سے تجاوز کر گئی۔1827ء میں علاقے کے روساء اور علماء نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کو باقاعدہ امیر المومنین منتخب کیا۔اس طرح سید احمد کو انتظام جہاد، مال غنیمت کی تقسیم اور شریعت اسلامی کے نفاذ کا پورا اختیار حاصل ہو گیا۔آپ نے اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔حاکمان پشاور سردار یار محمد خان اور سردار پیر محمد خان نے بھی بذریعہ خطوط آپ کی امامت قبول کر لی۔آپ نے پشاور میں تقریباً چار سال تک قیام کیا۔اسی دوران آپ نے متعدد اسلامی قوانین نافذ کیے۔

☆ گوریلا کارروائیاں:

معرکہ حضرو کے بعد چار سال تک مجاہدین نے گوریلا کارروائیوں کے ذریعے سکھوں کو زبردست جانی و مالی نقصان پہنچایا۔رنجیت سنگھ مجاہدین کی ان کارروائیوں سے سخت پریشان ہوا۔اس نے سکھ فوج کی تربیت کے لیے انگریزوں سے مدد طلب کی اور انگریز تربیت کنندگان سکھ فوج کی تربیت کے لیے منگوائے گئے۔

☆ سکھوں کی سازش:

سید احمد کی مسلسل کامیابیوں سے سکھ گھبرا گئے مہاراجہ رنجیت سنگھ خود پشاور پہنچا اور سید احمد کے وفادار سردار یار محمد خاں کو اپنے ساتھ ملا لیا یار محمد خود مسلمانوں کے مقابلے پر آیا سید احمد نے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے شاہ اسماعیل کی قیادت میں چھ سو مجاہدین کو روانہ کیا۔یار محمد شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر زخموں کی تاب نہ لا کر راستے میں انتقال کر گیا۔سکھوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کیلئے مشہور کر دیا کہ سید احمد "وہابی" ہیں اور ان کے عقائد درست نہیں جاہل پٹھانوں نے اس پروپیگنڈا کے زیر اثر سید صاحب کی قائم کردہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوتیں شروع کر دیں جس کی وجہ سے تحریک مجاہدین کو زبردست دھچکا لگا۔

کیا کریں ظلمتِ حالات کا شکوہ کہ سعودؔ
ہم نے اندر کے اندھیروں کی سزا پائی ہے

☆ معرکہ بالاکوٹ اور سید احمد شہید کی شہادت:

1831ء میں افغان سرداروں کے طرز عمل سے دل برداشتہ ہو کر سید احمد بریلویؒ پشاور سے نکل کر وادئ کاغان کے راستے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔سید احمد نے بالاکوٹ کے مقام پر اپنا ہیڈکوارٹر قائم کیا جو نسبتاً محفوظ جگہ تھی لیکن مقامی لوگوں نے جو سکھوں سے ملے ہوئے تھے جرنیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیر سنگھ کو سید احمد کی خفیہ منتقلی کی اطلاع کردی جرنیل شیر سنگھ نے اپنی فوج کے ہمراہ مسلمانوں پر بے خبری میں حملہ کردیا۔ دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ مجاہدین بڑی بہادری سے لڑے تعداد کی زیادتی کے باعث سکھ غالب آگئے چھ سو مجاہدین میدان جنگ میں شہید ہوئے جن میں خود سید احمد شہید اور مولوی اسماعیل بھی شامل تھے سید احمد اور شاہ اسماعیل کی شہادت کے بعد تحریک جہاد میں پہلی سی شدت باقی نہ رہی۔

تحریک مجاہدین کے ناکامی کے اسباب

تحریک مجاہدین بلاشبہ پرزور تحریک تھی مگر یہ تحریک اپنے تمام مقاصد حاصل کرنے میں مکمل کامیاب نہ ہوسکی۔ اس تحریک کی ناکامی کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مجاہدین کی مناسب تربیت کا بندوبست نہ ہونا۔
۲۔ مدمقابل سکھ فوج کا تعداد میں زیادہ ہونا اور بہتر طور پر تربیت یافتہ ہونا۔
۳۔ سکھوں کی سازشیں اور پٹھانوں کی غداری۔
۴۔ قیام خلافت کے بعد عائد کیے جانے والے ٹیکس پر مقامی اختلافات۔
۵۔ انگریزوں کی پس پردہ مخالفت۔
۶۔ سید احمد اور شاہ اسماعیل کی شہادت۔
۷۔ اسلحے اور آلات حرب کی کمی۔

حاصل کلام:

تحریک جہاد تاریخ حریت کی ایک منفرد داستان ہے مجاہدین نے بے سروسامانی کے باوجود سکھوں کا مقابلہ کیا ہزاروں کی تعداد میں ان سرفروشوں نے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بے پناہ مشکلات برداشت کیں اور پاکیزہ مقاصد کے حصول کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ یہ تحریک برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی احیاء کیساتھ ساتھ ان کی دوبارہ سیاسی سربلندی کیلئے سنگ میل ثابت ہوئی۔

؎ جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے
کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

س 4۔ تحریک علی گڑھ کی تعلیمی، سیاسی، مذہبی اور سماجی خدمات کا جائزہ لیجیے۔

جواب: **آغاز و وجوہات:**

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر سخت دباؤ کا شکار تھے۔ اور انتہائی مایوس کن دور سے گذر رہے تھے۔ بقول ولیم ہنٹر: "مسلمان قوم جو کبھی ہندوستان میں سیاہ و سپید کی مالک تھی، اب تاریخ میں سیاہ دھبے کی حیثیت اختیار کرگئی تھی۔"

؎ چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے، گھر بنا ہے نمونہ زندان کا
شیر دلی کا ذرہ ذرہ خاک تشنہ خون ہے ہر مسلمان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرسید احمد نے اپنی تحریک کے ذریعے انگریزوں اور ہندوؤں کے مظالم کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔ اور اس بات کی اہمیت واضح کی کہ حقوق کی جنگ لڑنے کا اصل طریقہ تعلیمی ترقی ہے۔

سرسید احمد کا مختصر تعارف:

سرسید احمد خاں 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میر متقی کو شاہی دربار میں بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا آپ کی تربیت اور تعمیر اخلاق و کردار میں آپ کی والدہ کا بڑا دخل تھا۔ 1838ء میں والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں 1839 میں بحیثیت نائب منشی ملازمت اختیار کر لی۔ 1841ء میں منصفی کا امتحان پاس کر کے منصف مقرر ہوئے۔ 1846ء میں آپ کو چیف جج کے عہدے پر ترقی دی گئی ملازمت کے سلسلے میں آپ دہلی، بجنور، مراد آباد، غازی پور اور بنارس میں مقیم رہے۔ 1876ء میں پنشن لے کر علی گڑھ آگئے اور اپنی زندگی کے بقیہ سال اپنے ارادوں کی تکمیل میں یہیں گذار دیے۔

تحریک علی گڑھ کے مقاصد:

تحریک علی گڑھ کے درج ذیل مقاصد تھے:

ا۔ مسلمانوں اور حکومت کے درمیان اعتماد بحال کرنا۔

۲۔ مسلمانان برصغیر کو جدید علوم اور انگریزی زبان سیکھنے کی طرف راغب کرنا۔

۳۔ مسلمانان برصغیر کو سیاست سے باز رکھنا۔

تحریک علی گڑھ کی تعلیمی خدمات

تحریک علی گڑھ بنیادی طور پر ایک علمی تحریک تھی۔ اس تحریک نے تعلیمی میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

ا۔ مراد آباد سکول	۲۔ غازی پور مدرسہ	۳۔ سائنٹیفک سوسائٹی
۴۔ کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند	۵۔ ایم۔اے۔او ہائی سکول علی گڑھ	۶۔ ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ
۷۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس	۸۔ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی	۹۔ دیگر ادارے

ا۔ مراد آباد مدرسہ:

سرسید احمد نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز 1859ء میں مراد آباد میں ایک مدرسے سے کیا۔

۲۔ غازی پور مدرسہ:

1862ء میں غازی پور میں دوسرا مدرسہ قائم کیا جس میں اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ انگریزی کو بھی نصاب میں شامل کیا گیا تھا۔

۳۔ سائنٹیفک سوسائٹی:

آپ نے 1863ء میں سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور کا افتتاح کیا۔ اس سوسائٹی کا مقصد مغربی علوم کو ہندوستان میں رائج کرنا تھا اس سوسائٹی نے سائنس، تاریخ، ادب اور دیگر علوم کی بہت سی کتابوں کو انگریزی سے اردو زبان میں منتقل کیا گیا۔ سوسائٹی کا دفتر 1876ء میں علی گڑھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتقل کر دیا گیا۔

۴۔ کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند:

1869ء میں سرسید احمد اپنے بیٹے محمود کے ہمراہ انگلستان گئے۔ جہاں آپ نے آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کے نظام تعلیم کا جائزہ لیا وطن واپس آ کر آپ نے 1870ء میں کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند قائم کی جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب دریافت کرے اور تلافی کی تجاویز بتائے کمیٹی کی تجویز پر محمڈن کالج فنڈ کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے مسلمانوں، انگریزوں اور دوسری قوموں سے عطیات اور چندے جمع کرنے کی مہم شروع کی تا کہ تعلیمی منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکے۔

۵۔ ایم۔اے۔او ہائی سکول علی گڑھ:

مسلمانانِ ہند کی تعلیمی ترقی کیلئے سرسید احمد خان نے علی گڑھ میں ایم۔اے۔او ہائی سکول قائم کیا۔

۶۔ ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ:

8 جنوری 1877ء کو وائسرائے ہند لارڈ لٹن نے ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ کا افتتاح کیا جس میں جدید علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا گیا۔

۷۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس:

سرسید احمد خان نے 1886ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کالج سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوئی دور دراز مقامات پر اس کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ اس کانفرنس نے مسلمانوں میں حصول تعلیم کے لیے ایک ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔ اس کانفرنس کا مقصد مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا اور تحریک علی گڑھ کیلئے چندہ اکٹھا کرنا تھا

۸۔ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی:

ایم۔اے۔او کالج کو 1920ء میں یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ یہ برصغیر میں مسلمانوں کی پہلی یونیورسٹی تھی۔

دیگر ادارے:

سرسید احمد خان کی کوششوں سے برصغیر کے طول و عرض میں علی گڑھ کی طرز پر کئی ادارے قائم کئے گئے جن میں سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی، مسلم کالج کانپور، اسلامی کالج پشاور، اسلامیہ کالج لاہور وغیرہ شامل ہیں۔

تحریک علی گڑھ کی معاشرتی خدمات

سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے:

۱۔ سماجی اصلاح کے اقدامات
۲۔ مسلم عیسائی تعلقات
۳۔ حکومت کی غلط فہمیوں کا ازالہ
۴۔ ابطال غلامی (غلاموں سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین)
۵۔ یتیم خانوں کا قیام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ مسلم معاشرے کی اصلاح

ا۔ سماجی اصلاح کے اقدامات:

سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی سماجی اصلاح کیلئے 1870ء میں رسالہ تہذیب الاخلاق کا اجراء کیا جس میں مسلمانوں کی معاشرت، رسم ورواج اور مذہبی مسائل پر مضامین لکھے جاتے تھے۔

۲۔ مسلم عیسائی تعلقات:

سرسید احمد خاں نے بائبل کی تفسیر لکھی جس کا نام تبین الکلام تھا۔ اس میں زیادہ تر ان باتوں پر زور دیا جو اسلام اور عیسائیت میں مشترک ہیں یا ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں اور عیسائیوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سرسید احمد نے "احکام طعام اہل کتاب" لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ اہل کتاب کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور رشتے ناطے کرنا اسلام میں جائز ہے۔ اس کتاب کا خاطر خواہ نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے مسلمان جو انگریزوں کے ساتھ کھانا تناول کرنا تو درکنار ہاتھ ملانا بھی پسند نہیں کرتے تھے اب اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو گئے۔

۳۔ حکومت کی غلط فہمیوں کا ازالہ:

سرسید احمد خان نے جنگ آزادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے کتاب "لائل محمڈنز آف انڈیا" لکھی جسمیں آپ نے مسلمانوں کی ان قربانیوں کا ذکر کیا جو انہوں نے انگریزی سرکار کے لیے سرانجام دیں۔

۴۔ ابطال غلامی (غلاموں سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین):

سرسید احمد خاں نے ابطام غلامی کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں ثابت کیا کہ اسلام غلاموں کے ساتھ نیک اور مساویانہ سلوک کی تلقین کرتا ہے۔

۵۔ یتیم خانوں کا قیام:

1837ء کے قحط کے دوران کچھ یتیم بچوں کو عیسائی مشنریوں کے سپرد کیا گیا۔ ہندوستانی باشندوں کا خیال تھا کہ انہیں اپنے مذہب سے بیگانہ کر کے عیسائی بنانے کیلئے ایسا کیا گیا ہے لہذا آپ نے مراد آباد اور دیگر مقامات پر لاوارث مسلمان بچوں کیلئے یتیم خانے قائم کیے تاکہ عیسائی ان بچوں کو تبدیلئ مذہب پہ آمادہ نہ کر سکیں۔

۶۔ مسلم معاشرے کی اصلاح:

برصغیر میں مغلیہ حکومت کے زوال کے ساتھ ہی اسلامی معاشرہ بھی روبہ زوال ہو گیا اور اس میں بہت سی قبیح برائیاں پیدا ہو گئیں۔ آپ نے اسلامی معاشرے کی اصلاح کیلئے اوہام پرستی، ضعیف الاعتقادی، پیری مریدی اور قبر پرستی کی پرزور مخالفت کی۔ آپ نے شرک اور بدعت کے خلاف بھی آواز اٹھائی اور مسلمانوں کو جدید علوم کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کی بھی ترغیب دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک علی گڑھ کی مذہبی خدمات

تحریک علی گڑھ کی مذہبی خدمات کا جائزہ درج ذیل ہے:

۱۔ خطبات احمدیہ
۲۔ تفسیر القرآن
۳۔ سیرۃ النبی ﷺ
۴۔ اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب

۱۔ خطبات احمدیہ:

1861ء میں ایک انگریز سر ولیم میور نے ایک کتاب "لائف آف محمد" لکھی جس میں اس نے آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں نازیبا کلمات لکھے اس کے علاوہ اس نے اسلام کے کئی اصولوں کا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ سر سید احمد نے اس کے جواب میں "خطبات احمدیہ" لکھ کر اسلام اور رسول خدا ﷺ پر اعتراضات کو غلط اور بے معنی قرار دیا۔

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

۲۔ تفسیر قرآن پاک:

سر سید احمد نے قرآن پاک کی تفسیر لکھی جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر میں آپ نے قرآن کے تمام مندرجات کو عقل اور سائنس کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۳۔ سیرۃ النبی ﷺ:

تحریک علی گڑھ کے پلیٹ فارم سے علامہ شبلی نعمانیؒ نے آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک جامع کتاب لکھی۔

۴۔ اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب:

یورپ اور ہندستان میں بہت سے لوگ اسلام کو دشمن عقل اور انسانی ترقی کا مانع ثابت کر رہے تھے۔ ان میں نہ صرف عیسائی پادری تھے بلکہ مغربی یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور انگریز حکمران بھی شامل تھے۔ آپ نے اسلام پر تنقید کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا اور مدلل دلائل سے ان کے حملوں کو بے اثر بنا دیا۔

؎ ہم نے ڈالی ہے اب امواجِ بلا میں کشتی
حوصلہ کہیں ٹوٹ نہ جائے طوفانوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک علی گڑھ کی سیاسی خدمات

۱۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان دوستانہ فضا پیدا کرنا ۲۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند
۳۔ دوقومی نظریہ ۴۔ مسلمانوں کو سیاست اور کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ
۵۔ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ ۶۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ
۷۔ قانون ساز کونسل میں ہندوستانی باشندوں کی نمائندگی ۸۔ مسلمانوں کی سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز
۹۔ سیاسی قیادت کی فراہمی ۱۰۔ تحریک پاکستان میں علی گڑھ کا کردار

۱۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان دوستانہ فضا پیدا کرنا:

انگریزوں اور ہندوؤں نے جنگ آزادی کی ساری ذمہ داری مسلمانوں پر ڈال دی۔ جس کے نتیجے میں انگریز حکومت نے مسلمانوں پر وہ مظالم توڑے کہ چنگیز خان اور ہلاکو خاں کی یاد تازہ ہوگئی۔

۲۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند:

سرسید احمد نے رسالہ اسباب بغاوت ہند لکھ کر ثابت کر دیا کہ جنگ آزادی مسلمانوں کے جہاد کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ یہ حکومت کی غلط پالیسیوں کے ردعمل کے طور پر شروع ہوئی تھی۔ اس طرح آپ نے انگریزوں کے دلوں سے یہ بدگمانی دور کرنے کی کوشش کی کہ مسلمان انگریزوں کے دشمن اور بدخواہ ہیں۔ ان سب کوششوں کا مقصد صرف ایک تھا۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیوار گرا کر دونوں قوموں کو ایک دوسرے قریب لایا جائے۔

۳۔ دوقومی نظریہ:

سرسید احمد کی اہم ترین سیاسی خدمت یہ تھی کہ آپ نے مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو اجاگر کیا اور ان کیلئے 1867ء میں "قوم" کا لفظ استعمال کیا۔ اردو ہندی تنازعہ کے بعد سرسید احمد اس نتیجے پر پہنچے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے نظریات واعتقادات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ دونوں قوموں کے درمیان نفرت کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار آپ نے فرمایا:

> "پڑوس میں رہنے والے ملاقات کے وقت باہم ہاتھ ملا بیٹھیں تو علیحدہ ہونے پر ہاتھ دھوتے ہیں۔"

۴۔ مسلمانوں کو سیاست اور کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ:

دسمبر 1885ء میں ایک ریٹائرڈ انگریز ملازم مسٹر اے۔ او ہیوم نے برصغیر میں پہلی سیاسی جماعت آل انڈین نیشنل کانگریس قائم کی اس جماعت نے اپنے قیام کے پہلے دن ہی مسلمانوں کو نظر انداز کر کے مشترکہ ہندو قومیت کا پرفریب نعرہ بلند کیا۔ سرسید احمد نے ہندو کانگریس کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلمانوں پر واضح کیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کانگریس نہ تو مسلمانوں کی جماعت ہے اور نہ ہی اس کے مطالبات مسلمانوں کے لیے سود مند ہیں۔"

اس لیے آپ نے مسلمانوں کو کانگریس سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔

۵۔ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ:

سرسید احمد برصغیر میں مخلوط طریقہ انتخاب کو درست خیال نہیں کرتے تھے۔ وہ ممالک جہاں ایک قوم یا ایک نظریے کے حامل لوگ ہیں وہاں بلاشبہ یہ طریقہ انتخاب کامیاب ہو سکتا ہے لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف قومیں رہتی ہیں جن کے رسم و رواج، تمدن، معاشرت اور مذاہب ایک دوسرے کی نفی کرتے ہوں مخلوط انتخاب نقصان دہ ہے۔

۶۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ:

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کیلئے سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اشتہارات میں وضاحت کر دی جاتی تھی کہ یہ ملازمتیں مسلمانوں کیلئے نہیں ہیں۔ نتیجتاً مسلمان معاشی لحاظ سے انتہائی مفلوک الحال ہو گئے۔ جب سول سروس کے امتحانات کا طریقہ پیش کیا گیا تو آپ نے فوراً اس خدشے کا اظہار کیا کہ ہندو جو تعلیمی میدان میں مسلمانوں سے بہت آگے ہیں تمام محکموں کے انتظامات ان کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اس طرح مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ آپ نے ملازمتوں کے حصول کیلئے محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن قائم کی اور مطالبہ کیا کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا کوٹہ مقرر کیا جائے۔

۷۔ قانون ساز کونسل میں ہندوستانی باشندوں کی نمائندگی:

سرسید احمد کے نزدیک جنگ آزادی کا ایک اہم سبب حکومت اور مقامی باشندوں کے درمیان کسی قسم کے رابطوں کا نہ ہونا تھا آپ نے ارباب حکومت کو تجویز پیش کی کہ مقننہ میں ہندوستانیوں کو بھی نمائندگی ملنی چاہیئے تاکہ ایسے قوانین پاس ہوں جو ملکی ضروریات کے عین مطابق ہوں چنانچہ قانون ساز کونسل میں مقامی باشندوں کی شرکت کیلئے 1861ء کا قانون مجالس ہند میں پاس کیا گیا۔ اس طرح عوام کے نمائندوں کو اپنے مسائل پیش کرنے کا حق مل گیا۔

۸۔ مسلمانوں کی سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز:

30 دسمبر 1893ء کو سرسید احمد خان کی قیام گاہ پر مسلمان رہنماؤں کا ایک اجتماع ہوا جس میں تعلیمی اور سماجی مسائل کے علاوہ مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق کی نگہداشت کے لیے پہلی بار ایک سیاسی جماعت کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔ لیکن ان اکابرین نے چند مصلحتوں کے پیش نظر اس مسئلے پر غور ملتوی کر دیا۔ بالآخر دسمبر 1906ء میں محمڈن ایجوکیشن کانفرنس کے سالانہ اجلاس ڈھاکہ میں مسلمانوں کی منظم جدوجہد کا آغاز ہوا۔

۹۔ سیاسی قیادت کی فراہمی:

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلباء مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، ظفر علی خاں، مولوی عبدالحق، لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، خلیق الزماں اور خواجہ ناظم الدین وغیرہ تحریک آزادی کے ہراول دستوں میں نظر آئے۔ ان کی راہنمائی میں بالآخر مسلمان برصغیر میں ایک عظیم الشان مملکت کے حصول میں کامیاب ہو گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ تحریک پاکستان میں علی گڑھ کا کردار:

تحریک علی گڑھ نے سر سید احمد خاں کی قیادت میں نہ صرف علمی و ادبی میدان میں انقلاب پیدا کیا بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمانانِ ہند کی راہنمائی کی۔ مسلمانوں کی سیاسی جماعت مسلم لیگ کی تشکیل کا فیصلہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ڈھاکہ میں ہوا۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی مرکزی تنظیم بھی علی گڑھ میں قائم ہوئی تھی۔ علی گڑھ کے فارغ التحصیل طلباء تحریک پاکستان میں قائد اعظم محمد علی جناح کے دست و بازو بنے رہے اس طرح قیام پاکستان میں تحریک علی گڑھ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔

تحریک علی گڑھ کی ادبی خدمات

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

تحریک علی گڑھ نے ادبی حوالے سے بھی انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

۱۔ اردو زبان کا دفاع
۲۔ آثار الصنادید
۳۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند
۴۔ لائل محمڈنز آف انڈیا
۵۔ تحقیق لفظ نصاریٰ
۶۔ تاریخ سرکشی بجنور
۷۔ خطبات احمدیہ
۸۔ سیرۃ النبی ﷺ
۹۔ تفسیر قرآن
۱۰۔ تبیین الکلام
۱۱۔ آئین اکبری، تزک جہانگیری اور تاریخ فیروز شاہی کی تدوین
۱۲۔ جام جم

۱۔ اردو زبان کا دفاع:

ابتداء میں سر سید احمد ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار تھے لیکن 1867ء میں بنارس کے ہندوؤں نے مطالبہ کیا کہ عدالتوں میں اردو کی بجائے ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط کو جاری کیا جائے حالانکہ اس سے قبل حکومت اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دے چکی تھی۔ سر سید احمد خاں نے بھانپ لیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے راستے الگ الگ ہیں لہذا آپ نے اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کیلئے وقف کر دیں۔ اور جب اردو کے خلاف ہندوؤں کا پروپیگنڈا بڑھنے لگا تو آپ نے اردو ڈیفنس سوسائٹی قائم کر کے اردو کے دفاع کا اہتمام کیا۔

۲۔ آثار الصنادید:

1847ء میں سر سید احمد خان نے آثار الصنادید لکھیں۔ آثار الصنادید میں سر سید احمد نے دہلی کی پرانی عمارات، کھنڈرات، مدارس اور تاریخی آثار کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کتاب کا مقصد مسلمانوں کے شاندار ماضی کو اجاگر کرنا تھا۔

۳۔ رسالہ اسبابِ بغاوتِ ہند:

رسالہ اسباب بغاوت ہند میں آپ نے جنگ آزادی کی وجوہات پر روشنی ڈالی اور حکومت برطانیہ کی پالیسیوں اور ہندوستانی باشندوں سے اس کے ناروا سلوک پر کڑی تنقید کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ لائل محمڈنز آف انڈیا:

لائل محمڈنز آف انڈیا میں سرسید احمد نے حکومت برطانیہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مسلمان حکومت برطانیہ کے مخالف نہیں۔ اس کتاب میں آپ نے ان اکابرین کا ذکر کیا جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریز دشمن عناصر کے خلاف حکومت برطانیہ کا ساتھ دیا۔ آپ نے مسلمانوں کی خدمات اور وفاداریوں کا ذکر کر کے انگریز مسلم دشمنی کو کافی حد تک کم کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے عیسائیت اور اسلام کے درمیان بعض غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنے کا سبق دیا۔

۵۔ تحقیق لفظ نصاریٰ:

جنگ آزادی کے دوران سرسید کو معلوم ہوا کہ بعض انگریز لفظ نصاریٰ کو اپنی توہین تصور کرتے تھے۔ لہٰذا آپ نے تحقیق لفظ نصاریٰ کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں آپ نے انگریزوں پر واضح کیا کہ لفظ نصاریٰ صفت ہے یہ ناصرہ سے نہیں بلکہ نصر سے مشتق ہے۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی۔

۶۔ تاریخ سرکشی بجنور:

1855ء میں آپ نے تاریخ سرکشی بجنور لکھی۔ تاریخ سرکشی بجنور میں آپ نے مسلمانوں کی ان خدمات کا ذکر کیا جو انہوں نے جنگ آزادی کے دوران برطانوی حکومت کے لیے سرانجام دیں۔ سرسید احمد نے خود اور بعض دوسرے مسلمانوں نے انگریزوں بالخصوص بچوں اور عورتوں کی جانیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مسلمانوں کی ان خدمات کے پیش نظر آپ نے حکومت برطانیہ کو مسلم دشمنی پالیسی ترک کر دینے کی تلقین کی۔

۷۔ خطبات احمدیہ:

خطبات احمدیہ میں آپ نے سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمدؐ میں رسول خدا ﷺ کی ذات اقدس اور سیرت طیبہ پر کیے گئے حملوں کا جواب دیا۔

۸۔ سیرۃ النبی ﷺ:

تحریک علی گڑھ کے پلیٹ فارم سے علامہ شبلی نعمانی نے آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک جامع کتاب سیرۃ النبی ﷺ تحریر کی۔

۹۔ تفسیر قرآن:

سرسید احمد نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۰۔ تبئین الکلام:

سرسید احمد خاں نے بائبل کی تفسیر بھی لکھی جس میں آپ نے ان باتوں کا ذکر کیا جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مشترک ہیں۔ اس کتاب کا مقصد انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی خلیج کو کم کرنا تھا۔

۱۱۔ تاریخی کتب کی تدوین:

سرسید احمد نے مغل دور کی مستند کتابوں آئین اکبری، تزک جہانگیری اور تاریخ فروز شاہی کی تدوین کر کے ان کی اشاعت کروائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ جام جم:

یہ کتاب سرسید احمد خاں کا ایک عظیم علمی وادبی کارنامہ ہے۔اس کتاب میں آپ نے امیر تیمور سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک تیس سے زائد بادشاہوں کے حالات زندگی اور کارنامے اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

دیگر تصانیف:

آپ نے اس کے علاوہ اخبارات میں آرٹیکل لکھے۔رسالہ اسباب بغاوت ہند، ابطام غلامی، رسالہ احکام وطعام اہل کتاب وغیرہ بھی لکھے۔

تحریک علی گڑھ کے اثرات

تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں کی زندگی پر درج ذیل اثرات مرتب کیے:

۱۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان شکوک وشبہات دور کرنے کی کوشش کی۔

۲۔ سرسید احمد نے سب سے پہلے مغربی علوم کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں پیدا شدہ شکوک وشبہات کو دور کرنے کی کوشش کی آپ نے انہیں سمجھایا کہ اگر وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق جدید علوم نہیں سیکھیں گے تو وہ زندگی کی دوڑ میں دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔

۳۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے بعد مسلمانوں نے انگریزی زبان اور مغربی علوم کے حصول کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی اس لیے وہ تعلیمی میدان میں ہندوؤں سے بہت پیچھے رہ گئے۔تحریک علی گڑھ کے ذریعے سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کو جدید علوم سے آراستہ کیا

۴۔ ملازمتوں میں مسلمانوں کیلئے کوٹہ مخصوص کروا کر ملازمتوں کے حصول کو ممکن بنا دیا اس سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی وہ تجارت اور صنعت وحرفت کے میدان میں دلچسپی لینے لگے۔

۵۔ انگریزوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اردو اور فارسی کو پس پشت ڈال کر انگریزی کو رائج کرنا شروع کر دیا۔انگریزوں کی پالیسی سے شہہ پا کر ہندوؤں نے بنارس میں اردو کے خلاف زبردست تحریک چلائی۔سرسید احمد نے الہ آباد میں "اردو ڈیفنس سوسائٹی" قائم کی۔

۶۔ تحریک علی گڑھ نے مسلمانوں کو تعلیم یافتہ، روشن خیال اور جدید قیادت بھی فراہم کی، علی گڑھ کے طلباء مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان اور مولوی عبدالحق وغیرہ تحریک قیام پاکستان میں پیش پیش تھے۔علی گڑھ سے جو صدا بلند ہوتی اس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دیتی تھی۔

۷۔ مسلم لیگ کے قیام میں تحریک علی گڑھ کے اکابرین نے اہم کردار ادا کیا تھا اسی کے سیاسی پلیٹ فارم سے الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا بالآخر 14 اگست 1947 کو مسلمانانِ ہند اپنے لیے ایک آزاد ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

۸۔ سرسید احمد نے شملہ وفد کے ذریعے مسلمانوں کیلئے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا تاکہ مسلمان اپنے نمائندے خود منتخب کر کے اپنے حقوق ومفادات کا تحفظ کر سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ آپ نے علی گڑھ کالج قائم کر کے مسلمانوں کیلئے ایک اعلیٰ تعلیمی مرکز قائم کر دیا۔ ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمان طلبہ تحصیل علم کیلئے یہاں آتے تھے۔

۱۰۔ تحریک علی گڑھ نے علمی ترقی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کی جانب بھی توجہ دی۔

حاصل کلام:

تعلیمی تحریک شروع کرتے وقت سرسید نے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ: "فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ، نیچرل سائنس بائیں ہاتھ میں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر ہوگا۔" اس لیے آپ نے دینیات کی لازمی تعلیم، نماز، روزہ کی پابندی اور مسلمان طلباء کی کردار سازی پر پوری توجہ دی لیکن اس کے باوجود طلباء کو مغربی تہذیب کے منفی اثرات سے محفوظ نہ رکھا جا سکا۔ انھوں نے مغربی لباس، عادات و اطوار، وضع قطع اور اخلاق و کردار کو ترجیح نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار غلامی سے اتر ہے بے یقینی

س5۔ دار العلوم دیوبند کی خدمات پر تفصیلی نوٹ لکھیں؟

جواب: **پس منظر:**

دیکھیے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب تک
شیشۂ دیں کے عوض جام و سبو لیتا ہے
ہے مداوائے جنوں نشتر تعلیم جدید
میرا سرجن رگ ملت سے لہو لیتا ہے

برصغیر میں اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد سب سے اہم مسئلہ علمی، مذہبی اور ثقافتی ورثے کا تحفظ تھا۔ انگریزی تہذیب کی یلغار اور اس کے نظریات و عقائد کے فروغ کا تدارک کرنے کے لیے علماء وقت نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کیا اور اسلامی ثقافت اور روایات کی ترویج کے لیے برصغیر میں دینی مدارس کا آغاز کیا۔ ان مدارس میں دار العلوم دیوبند کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ صرف ایک مذہبی اور تعلیمی ادارہ ہی نہیں تھا بلکہ ایک عظیم الشان تحریک کی حیثیت رکھتا ہے۔

دار العلوم دیوبند کا قیام:

علامہ شبیر عثمانی کے والد جناب مولوی فضل الرحمٰن اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد بزرگوار جناب مولوی ذوالفقار نے سہارن پور کے ایک چھوٹے سے قصبے دیوبند میں 14 اپریل 1866ء کو ایک چھوٹی سی مسجد چھتہ میں دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ جناب محمود الحسن اس درسگاہ کے پہلے طالبعلم تھے۔ سید عابد حسین کو دار العلوم کا پہلا مہتمم اور مولانا یعقوب نانوتوی کو پہلا صدر ہونے کا شرف عظیم نصیب ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک دیوبند کے مقاصد

تحریک دیوبند کے اہم مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

1- بدعات کی مخالفت
2- عیسائیت کا مقابلہ
3- مغربی تعلیم کی مخالفت
4۔اسلامی تعلیمات کا فروغ
5۔روحانی اور اخلاقی اصلاح
6۔ علماء کرام کو یکجا کرنا

1- بدعات کی مخالفت:

تحریک دیوبند کا پہلا اور بنیادی مقصد اسلامی معاشرے میں پائی جانے والی بدعات کا خاتمہ تھا۔مذہب سے بیگانگی کے باعث اسلام کے اندر نئی نئی بدعات شامل ہو چکی تھیں۔مرگ اور شادی بیاہ کے موقع پر غیر اسلامی اور فرسودہ رسم ورواج پر عمل کیا جاتا تھا۔

2- عیسائیت کا مقابلہ:

تحریک دیوبند کا ایک مقصد برصغیر میں عیسائیت کی یلغار کو روکنا تھا۔تحریک دیوبند نے مسلمانوں کو عیسائیوں کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا اور اسلام کے دفاع کے لیے تبلیغ واشاعت کی طرف خصوصی توجہ دینا شروع کی۔

3- مغربی تعلیم کی مخالفت:

تحریک کے قائدین مغربی تعلیم کے شدید مخالف تھے ان کے خیال کے مطابق مغربی تعلیم لوگوں کو ان کے مذہب سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ اس لیے اس تحریک کے مقاصد میں مسلمانوں کو مغربی تعلیم کے زیر اثر مغربی رنگ میں رنگنے سے بچانا بھی تھا۔

4- اسلامی تعلیمات کا فروغ:

اسلامی تعلیمات کا فروغ اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔مولانا قاسم نانوتوی نے دارالعلوم کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا:

> ''ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو رنگ ونسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل ودماغ کے لحاظ سے اسلامی ہوں۔''

5- روحانی اور اخلاقی اصلاح:

تحریک دیوبند کا ایک مقصد مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کرنا تھا۔تحریک کے قائدین مسلمانوں کو تلقین کرتے تھے کہ وہ مادیت پرستی کو چھوڑ کر اپنی روحانی اصلاح پر توجہ دیں،خدا کی عبادت کریں،فرائضِ اسلام نماز،روزہ،زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کریں اور اخلاق سوز حرکات سے اجتناب کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6- علماء کرام کو یکجا کرنا:

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد اس دور کے علماء میں اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اس دور میں علمائے کرام دو واضح گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اس لئے علماء میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ضروری تھا۔

دارالعلوم دیوبند کا نصاب

دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں قرآن مجید، حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ اور علم عقائد و کلام کے مضامین شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے نامور اساتذہ

-1	مولانا یعقوب نانوتوی	-2	حافظ محمد احمد	-3	مولانا قاسم نانوتوی
-4	مولانا محمود الحسن	-5	مولانا اشرف علی تھانوی	-6	علامہ شبیر احمد عثمانی

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی اکثریت کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے تھا اسی لیے ان میں روحانیت کا عنصر موجود تھا۔

1- مولانا یعقوب نانوتوی:

مشہور استاد مولانا محمد یعقوب نانوتوی محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر کے عہدے پر ملازم تھے مگر آپ نے اس عہدے کو چھوڑ کر 25 روپے ماہوار پر مدرسے کی سرپرستی قبول کر لی۔

2- حافظ محمد احمد:

حافظ محمد احمد صاحب کو نظام حیدر آباد دکن نے چند سالوں کے لیے حیدر آباد بلایا تو وہ انہیں ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ دیتے تھے مگر دیوبند میں آپ صرف 25 روپے ماہوار وصول کرتے تھے۔

3- مولانا قاسم نانوتوی:

دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے آپ کا شمار مدرسے کے بانیوں میں ہوتا ہے۔

4- مولانا محمود الحسن:

دارالعلوم کے اساتذہ میں مولانا محمود الحسن کا رتبہ بہت بلند ہے آپ نے تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کی بھی بھرپور کوشش کی اور اس سلسلے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

5- مولانا اشرف علی تھانوی:

مولانا اشرف علی تھانوی کا شمار ان عظیم ترین مسلم راہنماؤں میں ہوتا ہے جنھوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ اور اس کے مقصد کی بھرپور حمایت کی اور مسلمانان ہند کو اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔ مسلم لیگ کے سربراہ قائداعظم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ آپ کی باقاعدہ خط و کتابت تھی۔

6- علامہ شبیر احمد عثمانی:

علامہ شبیر احمد عثمانی نے تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔ آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے مؤقف کی بھرپور حمایت کی۔ آپ پاکستان کو مسلمانوں کو جائز حق سمجھتے تھے۔ 1945ء میں آپ کو جمعیت العلماء اسلام کا صدر مقرر کیا گیا تو آپ نے اپنی سیاسی سرگرمیاں تیز کر دیں اور برصغیر کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچانے کے لیے مصروف عمل ہو گئے۔

دارالعلوم دیوبند کے بنیادی اصول

مولانا قاسم نانوتوی کے ذہن میں دارالعلوم دیوبند کا جو نقشہ تھا اس کے تنظیمی اصول درج ذیل ہیں:

1- چندہ جمع کرنے کے لیے اقدامات
2- طلباء کے لیے مستقل رہائش کا انتظام
3- اساتذہ کی ہم آہنگی
4- نصاب تعلیم کی پابندی
5- حکومتی و سیاسی مداخلت سے گریز
6- مخیر و مبلغین کو مدرسے میں شمولیت کی اجازت
7- مدرسے کی مستقل آمدنی سے اجتناب

1- چندہ جمع کرنے کے لیے اقدامات:

دارالعلوم کی معاشی ضروریات کی فراہمی کے لیے منتظمین زیادہ سے زیادہ چندہ اکٹھا کریں نیز دیگر مسلمانوں کو بھی اس بات کی ترغیب دیں۔

2- طلباء کے لیے مستقل رہائش کا انتظام:

دینی طلباء کو حصول علم تک محدود رکھنے کے لیے ان کے لیے عمدہ رہائش گاہ کی فراہمی کو یقینی بنانا۔

3- اساتذہ کی ہم آہنگی:

اساتذہ کا خیال ہونا اور خود غرضی سے اجتناب کرنا نیز ان کے مابین باہمی احترام کا رشتہ قائم کرنا۔

4- نصاب تعلیم کی پابندی:

مدرسے کے مجوزہ نصاب تعلیم کی سختی سے پابندی کرنا۔

5- حکومتی و سیاسی مداخلت سے گریز:

کسی بھی حکومتی یا سیاسی فرد کو مدرسے میں شامل نہ کرنا کیونکہ ایسے افراد کی شرکت سے مدرسے کو نقصان پہنچنے کا خدشہ رہتا ہے۔

6- مخیر و مبلغین کو مدرسے میں شمولیت کی اجازت:

ایسے مخیر اور مبلغین افراد جو تشہیر اور اعلان کے بغیر مدرسے کی ترقی میں مدد دینا چاہیں انہیں مدرسے میں شامل کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7- مدرسے کی مستقل آمدنی سے اجتناب:

مدرسے میں جب تک آمدنی کی کوئی مستقل صورت نہیں ہوگی تب تک یہ مدرسہ اللہ تعالی کی مدد سے اسی طرح کامیابی سے چلے گا۔اس لیے مدرسے کی آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں بے سروسامانی ہو۔ مستقل آمدنی سے اجتناب کیا جائے تاکہ رضائے الٰہی اور غیبی امداد ملتی رہے۔

دارالعلوم دیوبند کی خدمات

دارالعلوم دیوبند کی مذہبی، علمی اور سیاسی خدمات درج ذیل ہیں:

مذہبی خدمات:

1- دارالعلوم دیوبند بنیادی طور پر ایک دینی مدرسہ تھا جس کا مقصد لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروانا تھا۔

2- مسلمانوں کو مذہب کی طرف راغب کرنے کے لیے اس مدرسے کے علماء نے نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی امور میں راہنمائی کی بلکہ اس مدرسے کے فارغ التحصیل طلباء نے برصغیر کے طول وعرض میں دینی درس گاہیں بھی قائم کیں۔

3- اس تحریک نے مسلمانوں سے شرک وبدعت اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔

4- علماء دیوبند نے اسلام کے بارے میں عیسائی مشنریوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیکر اسلام کے دفاع کا اہتمام کیا اور برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ اور انگریزی ثقافت کی یلغار کو روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

علمی خدمات:

1- درس وتدریس کے علاوہ علماء دیوبند کی تصنیفی خدمات بھی ایک بے مثال کارنامہ ہے۔

2- تفسیر وحدیث، فقہ عربی زبان وادب تصوف اور تاریخ وسیرت کے متعلق علماء دیوبند نے مسلمانان برصغیر کے لیے ایک وسیع ذخیرہ فراہم کیا۔

3- دیوبند میں خطاطی، جلد سازی اور طب کی تعلیم کی جانب بھی خصوصی توجہ دی گئی۔

4- علماء دیوبند نے برصغیر میں متعدد دینی مدارس قائم کیے جن میں مدرسہ فیض عام کانپور، مظاہر العلوم سہارنپور اور مدرسہ اشرفیہ مرادآباد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آج بھی بیشتر دینی اور تعلیمی مدارس تحریک دیوبند سے براہ راست یا بالواسطہ متاثر ہیں۔اس طرح دینی مدارس کے قیام کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس سے مسلمانوں کے نظام تعلیم کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔

سیاسی خدمات:

1- اس ادارے کے فارغ التحصیل طلباء نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا۔

2- مولانا محمود الحسن نے انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کے لیے تحریک ریشمی رومال شروع کی۔آپ نے مالٹا کے جزیرے میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

3- تحریک خلافت میں بھی دیوبند کے علماء کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

4- تحریک پاکستان کی جدوجہد میں علماء دیوبند کی اکثریت انڈین نیشنل کانگریس کی ہمنوا تھی تاہم بعض علماء دیوبند قیام پاکستان کے حق میں تھے جن میں مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد شفیع اور قاری محمد طیب کے نام قابل ذکر ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کلام:

غرض یہ کہ دیو بند تحریک خالصتاً اسلامی علمی تحریک تھی جس کا مقصد ایک طرف تو مسلمانوں پر سے ہندووانہ اثرات ختم کرنا تھا جبکہ دوسری طرف انگریزوں کی غلامی سے نجات کے لیے عملی اقدامات کرنا بھی تھا۔ آنے والے وقت نے یہ ثابت کیا کہ علماء کا یہ فیصلہ کس قدر بروقت اور درست تھا۔ اس مدرسے کے علماء نے قیام پاکستان کے بعد بھی اسلام اور پاکستان کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

ے شادباش شاد ریں اے سرزمین دیوبند تو نے کیا ہے ہند میں اسلام کا پرچم بلند

س6۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمات بیان کریں۔

جواب:

ے یہ ماہِ تاباں سے جا کے کہہ دو کہ اپنی کرنیں سنبھال رکھے
میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھا رہا ہوں

انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر میں عربی مدارس اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام بڑی گرمجوشی سے انجام دے رہے تھے۔ مگر ان مدارس میں نصاب تعلیم نئے زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر تھا۔ ان حالات میں ایک ایسے ادارے کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو انتہا پسندی کے رجحان سے پاک ہو کر ایک متوازن نقطہ نگاہ پیش کرے اور مسلمانوں کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم سے بھی بہرہ ور کرے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ اسی احساس کی پیداوار تھا۔

ندوۃ العلماء کا قیام:

مسلمانوں کو صحیح سمت میں تعلیمی اور فکری راہنمائی کے لیے مولانا محمد علی کانپوری نے 1892ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کے اجلاس میں یہ طے کیا کہ علماء کی ایک مستقل انجمن قائم کی جائے تاکہ مسلمانوں کے نظام تعلیم میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں انہیں دور کیا جائے اور علماء دین میں فروعی اختلافات کو ختم کر کے اتحاد کی صورت پیدا کی جائے۔ چنانچہ 1894ء میں لکھنؤ میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا اور محمد علی کانپوری کو اس کا ناظم اوّل مقرر کیا گیا۔ دسمبر 1898ء کو ندوہ نے باقاعدگی سے کام کا آغاز کر دیا۔

ندوۃ العلماء کے بانی راکین:

ندوۃ العلماء لکھنو کے بانیوں میں مولانا محمد علی کانپوری، مولانا عبدالغفور اور مولوی عبدالحق شامل ہیں۔ بعد میں مولانا شبلی نعمانی بھی ادارے سے منسلک ہو گئے۔

فنڈز کی فراہمی:

شروع میں حکومت کی طرف سے ندوہ کو کوئی گرانٹ نہ مل سکی۔ البتہ شاہجہاں پور کے رئیسوں نے ندوہ کے لیے کچھ زمین وقف کر دی۔ سر آغا خاں اور والی بھوپال نے سالانہ عطیات مقرر کیے۔ نواب بہاول پور کی والدہ محترمہ نے پچاس ہزار روپے کی خطیر رقم بطور عطیہ دی۔ ریاست پٹیالہ کے وزیر خارجہ کرنل عبدالحمید، جناب محسن الملک اور جسٹس شریف الدین کی کوششوں سے ندوہ کے بارے میں حکومت کی غلط فہمیاں دور ہوئیں اور 500 روپے ماہوار سرکاری گرانٹ دینے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں حکومت نے ندوہ کے لیے ایک وسیع خطہ زمین وقف کر دیا۔ 28 نومبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1908ء کو سر جان ہیوٹ لیفٹیننٹ گورنر یو پی نے دارالعلوم کا باقاعدہ سنگ بنیاد رکھا۔

اغراض ومقاصد

ندوۃ العلماء کے اغراض ومقاصد درج ذیل تھے:

1- جدید اور قدیم علوم میں ہم آہنگی
2- نصاب تعلیم کی اصلاح
3- علماء کے اختلافات کا خاتمہ
4- مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح
5- محکمہ افتاء کا قیام
6- اسلامی معاشرے کا احیاء
7- مسلمانوں کی فلاح وبہبود

1- جدید اور قدیم علوم میں ہم آہنگی:

قدیم اور جدید علوم میں ہم آہنگی پیدا کر کے مسلمانوں کو علمی اور معاشی ترقی کی راہ پر ڈالنا۔

2- نصاب تعلیم کی اصلاح:

ایسا نصاب ترتیب دینا جو برصغیر کے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

3- علماء کے اختلافات کا خاتمہ:

علماء دین میں باہمی اختلافات کو ختم کر کے یکجہتی اور تعاون کی فضا پیدا کرنا۔

4- مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح:

سیاست میں حصہ لیے بغیر مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنانا اور ان کی اخلاقی اصلاح اور تزکیہ نفس کی طرف خصوصی توجہ دینا۔

5- محکمہ اِفتاء کا قیام:

افتاء کا محکمہ قائم کرنا۔ جہاں سے لوگ فقہی معاملات اور دیگر مسائل کے متعلق مکمل راہنمائی حاصل کر سکیں۔

6- اسلامی معاشرے کا احیاء:

تعلیم کی اصلاح، دینی علوم کی ترقی اور تہذیبی واخلاقی تربیت کے ذریعے اسلامی معاشرے کا احیاء۔

7- مسلمانوں کی فلاح وبہبود

اس ادارے کے قیام کا ایک اور مقصد مسلمانوں کو سیاست سے دور رکھنا اور ان کی فلاح وبہبود کے لئے کام کرنا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ندوۃ العلماء کا عروج مولانا شبلی نعمانی:

ندوۃ العلماء کا تاریخی دور اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب مولانا شبلی نعمانی نے اس ادارے کی قیادت سنبھالی۔ علیگڑھ سے علیحدگی کے بعد 1904ء میں آپ ندوہ سے منسلک ہوگئے یہاں جلد ہی انہیں وہ حیثیت حاصل ہوگئی جو کبھی سر سیّد احمد کو علی گڑھ میں حاصل تھی۔ آپ کی شمولیت سے ندوہ کی تحریک میں از سرِ نو جان پڑ گئی۔ آپ نے ندوۃ العلماء کو مستحکم ادارہ بنانے کے لیے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ حکام کی ان غلط فہمیوں کو دور کیا جو ندوہ کے بارے میں بالعموم پائی جاتی تھیں۔ اس اقدام سے ندوہ کی کارکردگی پر اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ حکام کی غلط فہمیاں دور ہو جانے سے ادارے کو نہ صرف گورنمنٹ کی گرانٹ ملنا شروع ہوگئی بلکہ والیان ریاست نے بھی کھل کر ادارے کی مدد کرنا شروع کی۔ معاشی استحکام حاصل ہو جانے سے ادارے کی کارکردگی بھی بہتر ہونا شروع ہوگئی۔ تاہم یہ صورت حال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ کیونکہ مولانا شبلی نعمانی اور ندوہ کے دوسرے اراکین کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوگئے۔ بالآخر اسی چپقلش کی وجہ سے مولانا شبلی کو ادارے کی سیکرٹری شپ سے علیحدہ ہونا پڑا۔

ندوۃ العلماء کی خدمات

1۔ قدیم اور جدید نظریات میں ہم آہنگی
2۔ انتہا پسندی کا خاتمہ
3۔ جدید اور مغربی تعلیم کا فروغ
4۔ سیاسی اور مذہبی قیادت کی فراہمی
5۔ الندوہ رسالہ کا اجراء
6۔ صحافتی خدمات
7۔ اسلامی علوم کی اشاعت
8۔ مذہبی تعلیم کی فراہمی

1۔ قدیم اور جدید نظریے میں ہم آہنگی:

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قیام کا بنیادی مقصد قدیم و جدید نظریات میں ہم آہنگی پیدا کر کے ایک نئی فکر کی بنیاد ڈالنا تھا جو انتہا پسندی کے رجحان سے پاک ہو۔ لیکن باہمی نا اتفاقی کی وجہ سے ندوہ کو اپنے مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے باوجود ندوہ نے قابل ذکر علمی اور اسلامی خدمات سرانجام دیں۔

2۔ انتہا پسندی کا خاتمہ:

مولانا شبلی نعمانی نے اپنے دورۂ مصر کے دوران مصری نظام تعلیم وادب کا بخوبی مطالعہ کیا اور وطن واپس آ کر اپنے تجربات و مشاہدات سے اپنے طلباء کو مستفید کرنے کی کوشش کی۔

3۔ جدید مغربی تعلیم کا فروغ:

ندوۃ العلماء نے مولانا شبلی نعمانی کے ذریعے علی گڑھ کے جدید اور مغربی طرزِ تعلیم سے مستفید ہونے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ مسلمانوں میں جدید اور مغربی تعلیم کو فروغ دیا تاکہ مسلمان بدلتے ہوئے حالات کا بخوبی مقابلہ کر سکیں۔

4۔ سیاسی اور مذہبی قیادت کی فراہمی:

ندوہ کے فارغ التحصیل طلباء میں سیّد سلیمان ندوی، عبدالسلام ندوی، ریاست علی ندوی، معین الدین ندوی، مسعود عالم ندوی، ابوالحسن ندوی، سیّد نجیب اشرف اور مولوی ابوظفر کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان علماء نے تاریخ، سیرت اور صحافت میں عظیم کارنامے سرانجام دیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5۔ الندوہ رسالہ کا اجراء:

ندوۃ العلماء نے ایک رسالہ ''الندوہ'' کے نام سے جاری کیا جو اس تحریک کا ترجمان تھا۔ دینی موضوعات پر اس کی تحریروں نے علماء اور عوام کو بہت متاثر کیا۔

6۔ صحافتی خدمات:

ندوۃ العلماء سے وابستہ مولانا شبلی نعمانی نے برصغیر پاک و ہند کے مشہور علمی اور تحقیقی رسالے ''معارف'' کا اجراء کیا جو علمی اور تحقیقی اعتبار سے بڑا اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار ''الہلال'' کے عملے میں ندویوں کی اکثریت تھی۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں بھی ندوی علماء کی کثیر تعداد موجود تھی جنھوں نے قدیم اسلامی علوم کی اشاعت پر گرانقدر کام کیا۔

7۔ اسلامی علوم کی اشاعت:

الندوۃ العلماء کے قیام کا مقصد اسلامی علوم کی اشاعت کرنا تھا تاکہ ایسا اسلامی لٹریچر مسلمانوں کو مہیا کیا جائے جس پر عمل کر کے مسلمان اپنے عقائد کو درست کر کے اسلام پر عمل پیرا ہو سکیں۔ یوں اس مدرسے کے ذریعے اسلامی علوم کی اشاعت اور تبلیغ کا کام بھی لیا گیا۔

8۔ مذہبی تعلیم کی فراہمی:

اس مدرسے کے قیام کا ایک اور مقصد مسلمانوں کو مذہبی تعلیم فراہم کرنا تھا۔ جس کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند میں مذہبی تعلیم کو فروغ حاصل ہوا۔

حاصل کلام:

اس میں شک نہیں کہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں نہ تو علی گڑھ جیسی جدت پیدا ہو سکی اور نہ ہی یہ دیوبند جیسی قدامت پسندی برقرار رکھ سکا۔ مغربی طبقے نے ندوہ پر آدھا تیتر آدھا بٹیر کی پھبتی چست کرنا شروع کر دی۔ لیکن تصنیف و تالیف میں یہ ادارہ علی گڑھ اور دیوبند دونوں پر سبقت لے گیا اور اس عظیم درسگاہ نے مسلمانوں کی اصلاح و فلاح اور طلباء کی تربیت کے لیے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

س 7۔ انجمن حمایت اسلام کی خدمات کا جائزہ لیں۔

جواب: **پس منظر:**

انیسویں صدی کے آخر میں پنجاب علمی لحاظ سے انتہائی پسماندگی کا شکار ہو گیا۔ 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کی حکومت ختم کر کے پنجاب اپنی عملداری میں لے لیا اور یہاں مغربی طرز تعلیم کا آغاز کیا۔ معاشی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی ترقی کے لیے ضروری تھا کہ مسلمان انگریزی اور جدید علوم سے واقفیت حاصل کریں۔ لیکن اس وقت برصغیر میں جو تعلیم کے ادارے موجود تھے ان پر یا تو عیسائی مشنریوں کا تسلط تھا یا ہندوؤں کی بعض تنظیمیں انہیں چلا رہی تھیں۔ دونوں قومیں مسلمانوں کی انفرادیت کو کچل دینا چاہتی تھیں۔ عیسائی مشنریاں مسلمانوں کو عیسائی بنانا چاہتی تھیں۔ اس افسردہ صورت حال سے نپٹنے کے لیے پنجاب کے مسلمان راہنماؤں نے ایسے تعلیمی ادارے قائم کرنے کا فیصلہ کیا جہاں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی انتظام موجود ہو تاکہ مسلمان بھی دیگر قوموں کے شانہ بشانہ چل سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجمن حمایت اسلام کا قیام:

24 ستمبر 1884ء کو اندرون موچی گیٹ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں 250 سے زائد مسلمانوں نے انجمن حمایت اسلام کی بنیاد رکھی۔ خلیفہ حمید الدین اس کے پہلے صدر اور اہم بانی رکن تھے۔ غلام اللہ قصوری پہلے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ انجمن کے دیگر عمائدین میں منشی عبدالرحیم، منشی چراغ دین، حاجی میر شمس الدین اور ڈاکٹر محمد دین ناظر کے نام قابل ذکر ہیں۔

فنڈز کی فراہمی:

مالی وسائل کے حصول کے لیے انجمن کے کارکنوں نے بڑی لگن اور جذبے سے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم شروع کی۔ یہ کارکن گھر گھر جا کر لوگوں کو انجمن کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرتے اور انہیں اس نیک کام میں شرکت کے لیے چندہ دینے کی تلقین کرتے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے "مٹھی بھر آٹا" سکیم شروع کی انجمن کے کارکن ایک کٹوری مسلمان گھروں میں رکھ آتے خواتین آٹا گوندھتے وقت ایک مٹھی آٹا کٹوری میں ڈال دیتی تھیں۔ اس طرح جو آٹا جمع ہوتا اسے فروخت کر کے اس کی آمدنی انجمن کے کاموں پر صرف کی جاتی۔ انجمن کی آمدنی کا ایک ذریعہ مصنفین کی وہ کتابیں تھیں جن کی آمدنی انجمن کے لیے وقف کر دی جاتی تھی۔

انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد

انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد درج ذیل تھے:

1- تعلیمی اداروں کا قیام
2- خلاف اسلام پروپیگنڈہ کا جواب دینا
3- یتیموں کی پرورش اور تربیت
4- سماجی اور ثقافتی ترقی
5- مسلمانوں کی سیاسی تنظیم
6- اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات

1- تعلیمی اداروں کا قیام:

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے ایسے اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں مسلمان بچوں کو جدید اور قدیم علوم کی تعلیم دی جائے اور ان میں اسلامی شعور بھی پیدا کیا جائے۔

2- خلاف اسلام پروپیگنڈہ کا جواب دینا:

عیسائی مشنریوں اور ہندو پنڈتوں کے اسلام دشمن پروپیگنڈہ کا تحریری اور تقریری جواب دینا انجمن کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔

3- یتیموں کی پرورش اور تربیت:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4- سماجی اور ثقافتی ترقی:

مسلمانانِ برصغیر کی سماجی اور ثقافتی ترقی پر توجہ دی جائے اور اسلامی معاشرے کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

5- مسلمانوں کی سیاسی تنظیم:

مسلمانوں کو سیاسی طور پر منظم کیا جائے تاکہ وہ اسلام اور اسلامی اقدار کا تحفظ کرنے کے قابل ہوسکیں۔ نیز ان کو کانگریس کے معاندانہ عزائم سے خبردار کیا جائے۔

6- اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات:

اس تحریک کا مقصد اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات کرنا اور اسلام کی اشاعت تھا۔

انجمن حمایت اسلام کی خدمات

تعلیمی خدمات:

1- انجمن حمایت اسلام کے تحت 1884ء میں دو پرائمری سکول قائم کیے گئے جنھیں بعد میں ہائی سکول اور انٹرمیڈیٹ کا درجہ دیا گیا۔

2- 1925ء میں گرلز کے لئے سکول قائم کیا گیا جسے ایک سال کے بعد ہائی سکول بنا دیا گیا۔

3- اسلامیہ کالج برائے خواتین کو پرروڈ 1938ء میں انجمن کے تحت قائم کیا گیا۔ بعدازاں 1942ء اور 1943ء میں بالترتیب ایم اے عربی اور ایم اے جغرافیہ کی کلاسز بھی شروع کردی گئیں۔

4- بوائز کے لئے 1889ء میں شیرانوالہ گیٹ میں پہلا ادارہ کھولا، جسے مدرسۃ المسلمین کہا جاتا تھا۔

5- اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں 1892ء میں کالج قائم کردیا گیا۔ 1905ء میں ریلوے روڈ پر 50 کنال جگہ خرید کر کالج شفٹ کردیا گیا۔

6- بعدازاں اسلامیہ کالج سول لائنز اور اسلامیہ کالج لاہور کینٹ قائم کردیے گئے۔

7- انجمن حمایت اسلام کے تحت بعد میں لاء کالج، یتیم خانے، طبیبہ کالج اور تعلیم بالغاں کے ادارے قائم کردیے گئے۔

دینی و مذہبی خدمات:

انجمن حمایت اسلام نے درج ذیل اہم دینی و مذہبی خدمات سرانجام دی ہیں:

1- عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کا جواب

2- مرتد مسلمانوں کی دائرہ اسلام میں ازسرنو شمولیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- تعلیمی اداروں میں قرآن ودینیات کی تعلیم کا اہتمام
4- قرآن پاک کی اغلاط سے مبرا اشاعت کا اہتمام
5- رسالہ "حمایت اسلام" کا اجراء

1- عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کا جواب:

انجمن حمایت اسلام نے مسلمان علمائے دین کی خدمات حاصل کرتے ہوئے دینی ادب اور تقاریروں کے ذریعے دین اسلام پر لگائے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔

2- مرتد مسلمانوں کی دائرہ اسلام میں ازسرنو شمولیت:

انجمن حمایت اسلام نے اپنی دینی تبلیغ کی بدولت مرتد افراد کو ازسرنو اسلام میں شامل کیا۔

3- تعلیمی اداروں میں قرآن ودینیات کی تعلیم کا اہتمام:

مسلمان طلباء طالبات کو دین اسلام کی حقیقت سے روشناس کرانے کے لیے انجمن نے اپنی زیر نگرانی چلنے والے تمام سکولوں اور کالجوں میں قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور دینیات کے علوم کا اہتمام کیا۔

4- قرآن پاک کی غلطیوں سے مبرا اشاعت کا اہتمام:

انجمن حمایت اسلام نے غلطیوں سے مبرا قرآن حکیم کی اشاعت کا بیڑا بھی اٹھایا۔

5- رسالہ "حمایت اسلام" کا اجراء:

انجمن نے "حمایت اسلام" کے نام سے ایک ماہنامہ رسالہ شروع کیا جو بعدازاں ہفت روزہ ہو گیا۔ اس میں انجمن کی خدمات کا جائزہ بھی پیش کیا جاتا اور عیسائی مشنری پادریوں کا مضامین کے ذریعے مدلل جواب بھی دیا جاتا نیز اسلام علوم پر مبنی معلوماتی مضامین بھی شائع کیے جاتے۔

سیاسی خدمات:

انجمن حمایت اسلام کی سیاسی خدمات کا جائزہ درج ذیل ہے:

1- جدوجہد پاکستان میں حصہ
2- لفظ پاکستان کا خالق عطا کرنا
3- بابائے قوم قائداعظم سے عقیدت
4- تحریک سول نافرمانی میں کردار
5- اہم شخصیات کا عہدہ صدارت پر فائز ہونا
6- قومی صحافت کے فروغ میں کردار
7- انجمن کی ترقی میں مسلمان رہنماؤں کا کردار

1- جدوجہد پاکستان میں حصہ:

انجمن حمایت اسلام لاہور ایک ملک گیر تحریک تھی۔ جدوجہد پاکستان میں انجمن کے قائم کردہ تعلیمی اداروں نے ناقابل فراموش خدمات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرانجام دی ہیں۔

2- لفظ پاکستان کا خالق عطا کرنا:

انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ نے مسلمانان برصغیر کو چوہدری رحمت علی کی صورت میں ایک ایسا رہنما عطا کیا جس نے سب سے پہلے علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام تحریک ہی شروع نہ کی بلکہ اس مملکت کا جغرافیہ اور نام بھی پیش کیا جو اب "پاکستان" کہلاتا ہے۔

3- بابائے قوم قائداعظم سے عقیدت:

انجمن کو اور اس کے زیرِ انتظام چلنے والے اسلامیہ کالج کے طلباء کو قائداعظم سے گہری عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ 23 مارچ 1940ء لاہور کے موقعہ پر نہ صرف جلسہ کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ قائداعظم کی سواری کو بھی انتہائی بدامنی کی فضا کے باوجود بحفاظت جلسہ گاہ میں بھی لے گئے۔

4- تحریک سول نافرمانی میں کردار:

انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ نے 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی کو یقینی بنایا۔ بعد ازاں خضر حیات ٹوانہ کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک کو بامِ عروج پر پہنچا کر مقاصد کی تکمیل میں بھی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

5- اہم شخصیات کا عہدہ صدارت پر فائز ہونا:

انجمن حمایت اسلام کے عہدہ صدارت پر مختلف اوقات میں سر محمد شفیع، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، سر عبدالقادر اور سر فضل حسین جیسے نامور قومی رہنما فائز رہے۔ ان کے عہد صدارت میں نہ صرف انجمن کو تقویت ملی بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی حالات بھی تبدیل ہوئے جن میں انجمن نے نمایاں کردار ادا کیا۔

6- قومی صحافت کے فروغ میں کردار:

انجمن نے رسالہ "حمایت اسلام" جاری کر کے صحافتی دنیا میں قدم رکھا۔ بعد ازاں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے طالب علم اور قومی صحافی حمید نظامی مرحوم نے روزنامہ نوائے وقت شروع کر کے صحافتی میدان میں قوم کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

7- انجمن کی ترقی میں مسلمان رہنماؤں کا کردار:

برصغیر کے مسلمان رہنماؤں نے انجمن کی ترقی و فروغ کے لیے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ انجمن کے سالانہ جلسوں میں سر سید احمد خان، نواب وقار الملک اور مولانا الطاف حسین حالی جیسی شخصیات نے شرکت کر کے پنجاب کے مسلمانوں کی بھرپور رہنمائی بھی کی۔

حاصل کلام:

انجمن حمایت اسلام نے صوبہ پنجاب میں دینی و جدید علوم کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علماء اسلام سے مل کر عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے۔ قیام پاکستان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ الغرض انجمن حمایت اسلام مسلمانانِ ہند کی سیاسی و تعلیمی ترقی اور مذہبی فروغ کے لیے انیسویں صدی عیسوی میں قائم ہونے والی ایسی تنظیم تھی جس نے نامساعد حالات میں اپنے مقاصد میں بھرپور کامیابی حاصل کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 8۔ سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کی خدمات پر مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب: انگریزی حکومت نے سندھ کی جداگانہ حیثیت کو ختم کر کے اسے بمبئی میں شامل کر دیا۔ جس کی وجہ سے اہل سندھ کی تعلیمی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی حالت دگرگوں ہوگئی تاہم سندھ کی تقدیر بدلنے کے لیے بعض دردمند مسلمانوں نے صوبے میں تعلیم کے فروغ کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔ سندھ مدرستہ الاسلام ایسی ہی ایک کوشش تھی۔ اس درسگاہ نے سندھ کے لوگوں میں آگاہی اور شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کا قیام:

1885ء میں حسن علی آفندی نے سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسے کا آغاز بولٹن مارکیٹ کراچی کے نزدیک ایک چھوٹی سی عمارت میں ہوا۔ بعد میں اس مقصد کے لیے فریر روڈ پر نئی عمارت تعمیر کی گئی۔ جس کا سنگ بنیاد 1886ء میں لارڈ ڈفرن نے کیا۔

خدمات:

اس مدرسہ نے کراچی اور اس کے گردونواح کے لوگوں کو شعور کی دولت سے نوازا۔ سندھ مدرسہ کراچی نے اپنے بانیوں کے خلوص ومحنت کی وجہ سے غیر معمولی ترقی کی۔ سندھ اور دیگر دور دراز علاقوں سے طلباء حصول تعلیم کے لیے یہاں آنے لگے۔ خاں بہادر حسن علی آفندی نے مدرسہ کے انتظام وانصرام پر خصوصی توجہ دی۔ اس ادارے میں طلباء کے لیے نماز اور روزہ کی پابندی لازمی تھی۔ دیگر امور میں بھی طلباء کو نظم وضبط کا خاص خیال رکھنا ہوتا تھا۔ اس ادارے نے دوقومی نظریے کی حمایت میں تحریک چلائی۔ تحریک پاکستان میں اس ادارے سے وابستہ افراد نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور ایسی قیادت فراہم کی جس نے پاکستان کے قیام اور استحکام پاکستان کے لیے بھرپور کام کیا۔ 1896ء میں حسن علی آفندی کا انتقال ہوا تو ان کے صاحبزادے ولی محمد نے ادارے کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ 1938ء میں ولی محمد کے انتقال کے بعد حسن علی عبدالرحمٰن مدرسے کے سیکرٹری بنے۔ ان کی کوششوں سے یہ مدرسہ سرکاری اثر ورسوخ سے آزاد ہوا۔

سندھ مسلم کالج کا قیام:

1943ء میں مدرسہ سندھ کراچی کو سندھ مسلم کالج بنا دیا گیا۔ کالج کا افتتاح قائداعظم محمد علی جناح نے کیا۔ قائداعظم نے اپنی جائیداد کا بہت بڑا حصہ اس ادارے کے نام وقف کر دیا۔ مدرسے کے پہلے دو پرنسپل پرسی لائیڈ اور وائز انگریز تھے۔ علی گڑھ نے ان کی تقرری کی سفارش کی تھی مسلمان اساتذہ میں شمس العلماء عمر بن داؤد پوتہ کا نام قابل ذکر ہے۔

سندھ مدرستہ الاسلام کی خصوصیات:

سندھ مدرستہ الاسلام اور علی گڑھ کالج میں بڑی گہری مناسبت تھی۔ مدرسے میں علی گڑھ کالج کی مانند انگریزی علوم کے ساتھ ساتھ طلباء کی دینی تربیت پر بھی توجہ دی جاتی تھی۔ ہاسٹل میں رہائش پذیر طلباء کے لیے نماز کی ادائیگی اور احترام رمضان کی پابندی ضروری تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندھ مدرستہ الاسلام اور قائداعظم:

اس مدرسے کو یہ فخر حاصل ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے ابتدائی تعلیم اسی ادارے سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ فارغ التحصیل طلباء میں سر غلام حسن، ہدایت اللہ، سر شاہنواز بھٹو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ المختصر سندھ مدرستہ الاسلام کراچی نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور کر کے ان کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کے دروازے کھول دیئے۔

9۔ اسلامیہ کالج پشاور کی خدمات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: صوبہ سرحد میں انیسویں صدی عیسوی میں تعلیم کا فقدان عام تھا۔ صوبے میں جدید تعلیم کا آغاز مشنری اداروں کے قیام سے ہوا۔ ان اداروں سے اگرچہ جدید تعلیم کی کمی تو پوری کی جا سکتی تھی مگر دینی تعلیم کا فقدان دور کرنا بے حد مشکل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانان صوبہ سرحد نے مسلمانوں میں دینی تعلیم عام کرنے کے لیے اسلامی مدرسہ قائم کرنے کے لیے غور کیا۔

اسلامیہ کالج کے بانی کے حالات زندگی:

صوبہ سرحد میں اسلامی تعلیمی ادارے کے بانی صاحبزادہ عبدالقیوم خان تھے۔ وہ ضلع مردان کی تحصیل صوابی کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے مشن ہائی سکول پشاور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ بعد میں وہ سرکاری ملازمت سے منسلک ہوئے۔ خیبر ایجنسی کے پولیٹکل ایجنٹ بھی مقرر ہوئے۔ بحیثیت سیاستدان ان کا تعلق آل انڈیا مسلم لیگ سے تھا۔ خان عبدالقیوم خان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کی وہ شخصیت تھے جنہیں صوبہ سرحد کے پہلے مسلمان وزیر کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ بالآخروہ 4 دسمبر 1937ء کو جہانِ فانی سے جہانِ ابدی کوچ کر گئے۔

صاحبزادہ عبدالقیوم خان کا اعزاز:

صاحبزادہ عبدالقیوم خان سرحد کے سرسید احمد خان کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی شاندار تعلیمی خدمات کے باعث ان کو 1925ء میں سرسید احمد خان کی قائم کردہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر بھی منتخب کیا گیا۔

اسلامیہ ہائی سکول کا قیام:

بابو غلام حیدر اور میاں عبدالکریم خان کی کوششوں سے انجمن حمایت اسلام صوبہ سرحد کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے زیر انتظام 1902ء میں مسلمانوں کا پہلا تعلیمی ادارہ اسلامیہ ہائی سکول کے نام سے قائم کیا گیا۔ اس سے مسلمانوں میں اسلامی ادارے قائم کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

دارالعلوم اسلامیہ کا قیام:

صاحبزادہ عبدالقیوم نے 1913ء میں دارالعلوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامیہ کالج پشاور کا قیام:

دارالعلوم اسلامیہ کو 1914ء میں ترقی دے کر کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ یہ کالج اسلامیہ کالج پشاور کے نام سے معروف ہوا۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان تادم مرگ کالج انتظامیہ کے سیکرٹری رہے۔

چندہ کمیٹی کی تشکیل:

صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے دارالعلوم کے قیام کے لیے 1912ء میں ایک چندہ کمیٹی تشکیل دی۔ چندہ کمیٹی کا مقصد دارالعلوم کے لیے مسلمانوں سے چندہ جمع کرنا تھا۔ کمیٹی نے جلد ہی اپنا مقصد پاتے ہوئے دارالعلوم کے لیے پندرہ لاکھ کی خطیر رقم جمع کر لی۔

دارالعلوم کے لیے زمین کا حصول:

صاحبزادہ عبدالقیوم خان اور ان کے رفقاء نے سرمایہ جمع ہونے کے بعد دارالعلوم کے لیے پشاور سے پانچ میل دور خیبر جانے والی سڑک پر دو سوا ایکڑ اراضی خریدی۔

اسلامیہ کالج پشاور کی خدمات:

1۔ دینی خدمات
2۔ تعلیمی خدمات
3۔ سیاسی خدمات
4۔ تحریک پاکستان میں کردار
5۔ سول نافرمانی کی تحریک کی حمایت
6۔ ریفرنڈم کی حمایت (1947ء)

اسلامیہ کالج پشاور کی دینی، تعلیمی اور سیاسی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ کالج کے طلباء کو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے روشناس کرانے کا بھی بھرپور اہتمام کیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے مسلمان طلباء دینی و جدید زیور تعلیم سے آراستہ ہوئے۔ تحریک پاکستان کے دوران طلباء نے بھرپور طریقے سے مسلمانان ہند اور بانی پاکستان کا ساتھ دیا۔ تحریک سول نافرمانی میں بھی رضا کارانہ طور پر بھرپور حصہ لیا نیز صوبہ سرحد میں ہونے والے ریفرنڈم میں صوبے کے مسلمانوں کو پاکستان میں شامل ہونے کے لیے قائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اسلامیہ کالج پشاور اور قائداعظم:

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء سے دلی محبت تھی۔ اس امر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے وصال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کے ترکے میں سے ایک حصہ اسلامیہ کالج پشاور کو دیا گیا۔

تبصرہ:

اسلامیہ کالج پشاور بھی سرسید کی تعلیمی تحریک کا ایک حصہ تھا۔ اسی لیے کالج کے بانی صاحبزادہ عبدالقیوم خان کو صوبہ سرحد کا سرسید احمد خان کہا جاتا ہے۔ اسلامیہ کالج پشاور نے مسلمانانِ ہند کے لیے جو تعلیمی و سیاسی خدمات سرانجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ کالج کے طلبا نے صوبہ سرحد میں پاکستان کی حمایت میں استصواب رائے کو کامیاب بنانے میں مرکزی کردار ادا کر کے اسلام و پاکستان کے ساتھ عقیدت کا حق ادا کر دیا۔

؎ نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ   کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 3

تحریک پاکستان

تحریک پاکستان اصل میں مسلمانوں کے قومی تشخص اور مذہبی ثقافت کے تحفظ کی وہ تاریخی جدوجہد تھی جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور بحیثیت قوم ان کی شناخت کو منوانا تھا۔ جس کے لیے علیحدہ مملکت کا قیام ازحد ضروری تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 1۔ تقسیم بنگال پر نوٹ لکھیں۔

جواب: برصغیر پاک وہند میں انگریز تجارت کی غرض سے بنگال میں ہی وارد ہوئے تھے۔ان کی تجارتی کوٹھیاں بنگال کی بحری بندرگاہوں پر قائم ہوئی تھیں۔بعدازاں انہوں نے یہیں سے برصغیر کے اقتدار پر قابض ہونے اوراسلامی حکومت کوختم کرکے اپنے پنجے گاڑنے کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی۔انگریزوں نے بنگال پر 1757ء میں نواب سراج الدولہ کوشکست دے کر قبضہ کرلیا۔اس منصوبہ بندی پر عمل درآمد کے بعدوہ برصغیر کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے۔انہوں نے اپنا مرکزی مقام بھی کلکتہ ہی مقرر کیا جو کہ مغربی بنگال کا اہم تجارتی شہر تھا۔عہد سلاطین سے عہد انگریز تک صوبہ بنگال رقبہ اورآبادی کی کثرت کے اعتبار سے ایک مکمل وسیع مملکت کا حامل صوبہ چلا آ رہا تھا۔ایک گورنر کے لئے ایک بڑے صوبے کا انتظام چلانا انتہائی مشکل امر تھا۔

تقسیم بنگال کے اسباب

تقسیم بنگال کے اسباب کا جائزہ درج ذیل ہے:

1۔ بنگال کی وسعت
2۔ معاشی بدحالی
3۔ بندرگاہ چٹاگانگ کی تباہی
4۔ اڑیسہ زبان کا مسئلہ
5۔ صنعت وحرفت کی تباہی

1۔ بنگال کی وسعت:

رقبے اورآبادی کی وسعت کی بنیاد پر بنگال کی تقسیم لازمی تھی تاکہ مسلم اکثریت علاقے کی ترقی پر توجہ دی جاسکے۔1901ء کی مردم شماری کے مطابق صوبہ بنگال کا رقبہ ایک لاکھ نواسی ہزار (1,89,000) مربع میل جبکہ آبادی سات کروڑ اسی لاکھ (7,80,00,000) افراد پر مشتمل تھی۔رقبہ وآبادی کے تناسب سے اس کی کم سے کم دوحصوں میں تقسیم ناگزیر تھی۔

2۔ معاشی بدحالی:

بنگال صوبے کا مرکزی مقام کلکتہ ہندوؤں کا گڑھ اورترقی یافتہ تھا۔مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کے باعث اس کی پسماندگی عروج پر تھی۔نظم ونسق انتہائی ناقص تھا۔خراب سڑکوں اور بغیر پل جابجا بہنے والے ندی نالے انتظامی معاملات چلانے میں دشواریاں پیدا کرتے تھے۔

3۔ بندرگاہ چٹاگانگ کی تباہی:

بنگال کے مسلمانوں کی فلاح وبہبود وترقی اس بات میں مضمر تھی کہ چٹاگانگ کی بندرگاہ کواہمیت دی جاتی۔ مغربی بنگال میں کلکتہ کی بندرگاہ کی موجودگی میں مشرقی بنگال کی چٹاگانگ کی بندرگاہ کی تعمیر وترقی اور بہتری پر بھی کوئی توجہ نہ دی گئی تھی۔اسے تباہی سے بچانے کے لیے بنگال کی تقسیم ضروری تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4۔ آڑیا آڑیا زبان کا مسئلہ:

اڑیسہ کا علاقہ تین صوبوں بنگال، آسام اور یوپی میں منقسم تھا۔ جہاں آڑیہ زبان بولی جاتی تھی۔ اس سے عوام اور حکومت کو کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ متعلقہ صوبائی حکومتوں کو صوبائی زبان کے علاوہ اڑیا زبان میں بھی سرکاری کاروائی کرنا پڑتی تھی۔ جس کی وجہ سے حکومتی وانتظامی اور عدالتی نمائندوں کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس مسئلے کے حل کے لئے زبان کی بنیاد پر بنگال کی تقسیم ناگزیر ہو چکی تھی۔

5۔ صنعت وحرفت کی تباہی:

بنگال کے مشرقی حصے میں صنعتوں کے قیام کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ تجارت، ملازمتوں اور صنعتوں پر ہندو چھائے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے تمام تر صنعتیں مغربی حصے میں لگائیں۔ پٹ سن کی وافر پیداوار کا علاقہ ہونے کے باوجود مشرقی بنگال کی صنعت وحرفت پر توجہ نہ دی گئی جس کے باعث مقامی صنعت تباہ اور عوام بدحال ہو چکے تھے۔

تقسیم بنگال کے واقعات

1899ء میں وائسرائے ہند لارڈ کرزن برصغیر کے وائسرائے بنے تو انہوں نے مشرقی بنگال کے علاوہ چٹاگانگ، ڈھاکہ اور میمن سنگھ کا دورہ کیا۔ وہاں کے مسائل کا جائزہ لیا اور بالآخر ایک نیا صوبہ مشرقی بنگال و آسام کے نام سے بنانے کی تجویز برطانیہ بھیجی۔ برطانوی حکومت نے فروری 1905ء میں اسے منظور کر کے واپس بھیج دیا۔ اس کے ساتھ ہی 16 اکتوبر 1905ء کو بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان کے علیحدہ علیحدہ لیفٹیننٹ گورنر مقرر کئے گئے نیز نئے صوبے مشرقی بنگال و آسام میں ریونیو بورڈ قائم کر کے صوبائی قانون ساز کونسل بھی تشکیل دی گئی۔

1۔ نئے صوبوں کی حد بندی
2۔ تقسیم بنگال سے وابستہ مسلم فوائد
3۔ تقسیم بنگال پر ردعمل
4۔ تقسیم بنگال کی تنسیخ

1۔ نئے صوبوں کی حد بندی:

☆ صوبہ مشرقی بنگال و آسام:

صوبہ مشرقی بنگال و آسام کا رقبہ ایک لاکھ چھ ہزار پانچ سو چالیس (1,02,540) مربع میل اور کل آبادی تین کروڑ دس لاکھ (3,10,00,000) تھی۔ اس میں مسلم آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ (1,80,00,000) تھی۔ صوبے میں آسام، سلہٹ، مشرقی وشمالی بنگال یعنی چٹاگانگ، ڈھاکہ اور راجشاہی کی کمشنریاں اور ضلع مالدہ کے علاقے شامل تھے۔ نئے صوبے کا مرکزی مقام ڈھاکہ اور تجارتی بندرگاہ چٹاگانگ مقرر کی گئی تھی۔

☆ صوبہ مغربی بنگال:

مشرقی بنگال و آسام میں شامل علاقے کے علاوہ بنگال کا دیگر علاقہ مغربی بنگال میں شامل کیا گیا۔ اس میں اڑیسہ کا علاقہ بھی شامل تھا۔ صوبہ مغربی بنگال کا رقبہ ایک لاکھ اکتالیس ہزار پانچ سو اسی (1,41,580) مربع میل اور آبادی پانچ کروڑ چالیس لاکھ (5,40,00,000) نفوس پر مشتمل تھی۔ اس میں مسلم آبادی صرف نوے ہزار (90,000) تھی۔ صوبے کا مرکزی مقام کلکتہ ہی رہا۔ تجارتی بندرگاہ بھی کلکتہ ہی ٹھہری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ تقسیم بنگال سے وابستہ مسلم فوائد:

(i) صوبہ بنگال کی تقسیم سے بنگال کی ترقی کے لیے مختص رقوم جو اس سے قبل صرف مغربی بنگال اور دارالحکومت کلکتہ یعنی ہندو اکثریتی علاقے پر خرچ ہوتی تھیں اب ان کو مساوی تقسیم کر کے مشرقی بنگال کی ترقی پر خرچ کیا جانے لگا۔ اس سے سڑکوں کی تعمیر و توسیع ہونا شروع ہوئی۔

(ii) ڈھاکہ میں علیحدہ ہائی کورٹ قائم کر دی گئی۔

(iii) مسلم اخبارات کو فروغ ملا۔

(iv) مسلمانوں کے لیے سرکاری و نیم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ملازمتوں کے دروازے کھل گئے۔

(v) چٹاگانگ بندرگاہ بہتر ہو کر تجارتی لین دین کا اہم مرکز بن گئی۔

(vi) بنگالی زبان کو فروغ ملا۔

(vii) مشرقی بنگال میں صنعت و حرفت کو فروغ ملا۔

3۔ تقسیم بنگال پر ردعمل:

تقسیم بنگال پر ہندوؤں اور مسلمانوں نے اپنے اپنے مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے مختلف ردعمل کا اظہار کیا۔ ہر دو اقوام کے ردعمل کا جائزہ درج ذیل ہے:

☆ مسلم ردعمل:

تقسیم بنگال پر مسلمانوں نے انتہائی مثبت ردعمل کا اظہار کیا۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہی مشرقی بنگال کے مسلمان رہنما نواب سلیم اللہ خان آف ڈھاکہ نے نشی گنج کے مقام پر جلسہ عام منعقد کیا۔ اس میں تقسیم کے فیصلے کو سراہا نیز تقسیم بنگال کے بعد نواب سلیم اللہ خان آف ڈھاکہ نے مسلمانان بنگال کے سیاسی حقوق و مفادات کے تحفظ اور ترجمانی کے لیے ایک تنظیم "محمڈن پرونشل یونین" کی بنیاد بھی ڈالی۔ کلکتہ کی محمڈن لٹریری سوسائٹی نے بھی تقسیم پر خوشگوار ردعمل کا اظہار کیا۔ دیگر صوبوں کے مسلمانوں نے بھی تقسیم بنگال کی پرزور حمایت کی۔ حکومت کو مشکورانہ تاریں ارسال کیں اور تقسیم کو برقرار رکھنے کے لیے قراردادیں بھی منظور کیں۔

☆ ہندو ردعمل:

تقسیم بنگال پر ہندوؤں نے انتہائی منفی ردعمل کا اظہار کیا۔ انہوں نے تقسیم کے فیصلے کو رد کر دیا۔ ہندو بنگال کی تقسیم سے مشرقی بنگال اور مسلمانوں کی ترقی کو اپنے حقوق و مفادات پر ڈاکہ تصور کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے کھلم کھلا مسلمانوں اور انگریزوں کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ تقسیم بنگال کے اعلان کو بنگالی قومیت کی وحدت کے منافی قرار دیا۔ تقسیم بنگال کا دن 16 اکتوبر ہر سال قومی احتجاج کے طور پر منایا جانے لگا۔ انتہا پسند ہندوؤں نے منسوخی تقسیم بنگال کے لیے سودیشی تحریک کا آغاز کیا۔ کانگریس نے برطانوی مانچسٹر چیمبر آف کامرس پر دباؤ ڈالا کہ اگر وہ ہندوستان میں تجارتی مفادات کی حفاظت اور فروغ چاہتا ہے تو تقسیم بنگال کی منسوخی کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالے۔ اس نے بعد ازاں باقاعدہ دہشت گردی کی صورت اختیار کر لی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم بنگال کی تنسیخ

1910ء میں جارج پنجم برطانیہ کا بادشاہ اور لارڈ ہارڈنگ، لارڈ منٹو کی جگہ وائسرائے ہند بنا۔ 12 دسمبر 1911ء کو جارج پنجم کی رسم تاج پوشی کے موقع پر وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے جارج پنجم کو تقسیم بنگال کی منسوخی پر رضامند کر لیا۔ انگلستان کی رسم تاج پوشی کے لیے دہلی میں دربار لگا۔ اس میں بادشاہ نے متعدد اعلانات کیے۔ ان میں سے سب سے اہم اور حیران کن اعلان تقسیم بنگال کی منسوخی اور مرکزی دارالحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل کر دینے کا تھا۔

تنسیخ تقسیم بنگال کے اثرات

اے خدا اب تیری فردوس پہ میرا حق ہے
تو نے اس دور کی دوزخ میں جلایا ہے مجھے

تقسیم بنگال کی منسوخی کے دور رس اور تاریخی اہمیت کے حامل اثرات مرتب ہوئے جو درج ذیل ہیں:

1۔ سیاست میں انتہا پسندی کا آغاز	2۔ کانگریس کا اصل روپ عیاں ہونا
3۔ مسلم سیاسی بیداری کا فروغ	4۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کا قیام

1۔ سیاست میں انتہا پسندی کا آغاز:

برصغیر کی تاریخ میں پہلی دفعہ سیاست میں انتہا پسندی کا آغاز ہوا۔ تقسیم بنگال کو ہندوؤں نے دھرتی ماتا کے ٹکڑے کرنے کے مترادف قرار دیتے ہوئے اس کی وحدت کے لیے جو اقدامات کیے وہ سیاسی انتہا پسندی پر مشتمل تھے۔ برصغیر کی سیاست میں تقسیم بنگال کے سبب شروع ہونے والی انتہا پسندی تقسیم ہند تک جاری رہی۔

2۔ کانگریس کا اصل روپ عیاں ہونا:

تقسیم بنگال کی منسوخی کے لیے کانگریس نے بنگالی ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ کانگریس تمام ہندوستانی گروہوں کی نہیں بلکہ صرف اور صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔

3۔ مسلم سیاسی بیداری کا فروغ:

تقسیم بنگال کے فیصلے پر ہندوؤں کے احتجاج نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری کو فروغ دیا۔ یکم نومبر 1906ء کو مسلمانوں کا ایک 35 رکنی وفد سر آغا خان کی قیادت میں شملہ کے مقام پر وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا اور مسلمانوں کے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ شملہ وفد کے دو ماہ بعد ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی۔ اس کے پلیٹ فارم سے بالآخر اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کا قیام:

تقسیم بنگال کی منسوخی کے باعث برطانوی حکومت نے مسلمانوں کے مجروح جذبات کو تسکین پہنچانے کے لیے ڈھاکہ میں مسلم یونیورسٹی قائم کی۔ اس میں پہلی بار اسلامیات کے مضمون کو نصاب تعلیم میں شامل کیا گیا۔

حاصل کلام:

تقسیم اور تنسیخ تقسیم بنگال بیسویں صدی عیسوی کا ایسا واقعہ ہے جس نے مسلمانان ہند کو اپنے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے سرگرم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس سے مسلمانوں کی منتشر قوتیں یکجا ہوئیں۔ مسلمانوں کی سیاسی بیداری کی تحریک میں تیزی پیدا ہوئی نیز اس واقعہ نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیحدہ رہنے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر یہی وجہ قیام پاکستان کا باعث بنی۔

س 2۔ شملہ وفد پر نوٹ لکھیں۔

جواب: 1905ء میں برطانیہ میں انتخابات کا انعقاد ہوا۔ ان انتخابات کے نتیجے میں لبرل پارٹی کی حکومت قائم ہوئی۔ لبرل پارٹی نے انتخابات سے پہلے اپنے منشور میں برصغیر میں اختلافات کے نفاذ کا اعلان کیا۔ 1905ء میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو اور وزیر ہند جان مارلے نے ہندوستان میں انتظامی بہتری کے لیے وزیر اعظم جارج لائیڈ آئینی اصلاحات نافذ کرنے کے لئے تجاویز طلب کیں۔ اس اعلان پر ہندوستانی مسلمان رہنماؤں کو اپنے حقوق و مفادات کی حفاظت کا احساس پیدا ہوا۔ حاجی محمد اسماعیل نے نواب محسن الملک کو مسلمانان ہند کے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے مسلمان رہنماؤں کو متحد و متفق کرنے کی بذریعہ خط تجویز دی۔ انہوں نے علی گڑھ کالج کے پرنسپل آرچ بولڈ کو جو ان دنوں موسم گرما کی چھٹیاں گزارنے شملہ گئے ہوئے تھے، بذریعہ خط وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے مسلمانوں کے ایک وفد کی ملاقات کے وقت کے تعین کی درخواست کی۔

وفد کی تشکیل:

مسودے کی تیاری:

وائسرائے سے وقت ملنے پر نواب محسن الملک نے مسلمانوں کے حقوق و مفادات پر مبنی مطالبات و سفارشات تیار کرنے کا کام سید حسن بلگرامی کے سپرد کیا۔

مسودے کو حتمی شکل دینے کے لیے 16 اکتوبر 1906ء کو لکھنو میں سر عبدالرحیم کے گھر پر برصغیر بھر کے مسلمان رہنماؤں کا خصوصی اجلاس ہوا۔ اس کے ساتھ ہی سر آغا خان کی سرکردگی میں 35 ارکان پر مشتمل مسلمانوں کا ایک وفد تیار کیا گیا جو یکم نومبر 1906ء کو شملہ میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا۔

شملہ وفد کے مطالبات

سر آغا خان کی سرکردگی میں مسلمانوں کے وفد نے وائسرائے ہند لارڈ منٹو کو درج ذیل مطالبات پیش کیے:

1۔ جداگانہ طریقہ انتخابات
2۔ آبادی سے زائد نشستوں کا مطالبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3۔ سرکاری ملازمتوں میں حصہ
4۔ عدالتی نظام میں مسلمانوں کی شمولیت
5۔ یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی
6۔ مسلم یونیورسٹی کا قیام
7۔ انتظامیہ میں نمائندگی

1۔ جداگانہ طریقہ انتخابات:

برصغیر کے مسلمانوں نے شملہ وفد میں جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا۔ اس غرض کے لیے مسلمانوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے لئے حلقہ ہائے نیابت "انتخابی حلقے" مخصوص کر دیئے جائیں مرکزی، صوبائی، دیہی اور موونسپل کونسلوں میں مسلمانوں کے لئے الگ نشستیں مخصوص کی جائیں۔ یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کے حلقے جدا جدا کر دیئے جائیں تاکہ مسلمان ووٹر مسلمان امیدواروں کو اور ہندو ووٹر ہندو امیدواروں کو ووٹ دے سکیں۔

2۔ آبادی سے زائد نشستوں کا مطالبہ:

مسلمانوں کو ان کی تاریخی اور سیاسی اہمیت کے پیش نظر انہیں تمام کونسلوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے زائد نشستیں دی جائیں۔ تاکہ ان کے حقوق کی حفاظت کو ممکن بنایا جاسکے۔

3۔ سرکاری ملازمتوں میں حصہ:

ملک کے تمام سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی اور اہلیت کے اعتبار سے ملازمتیں دی جائیں۔

4۔ عدالتی نظام میں مسلمانوں کی شمولیت:

مسلمانوں کو سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کا جج بنایا جائے۔

5۔ یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی:

مسلمانوں کو یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی دی جائے۔

6۔ مسلم یونیورسٹی کا قیام:

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کو مسلم یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔ اس سلسلے میں حکومت مالی امداد بھی فراہم کرے۔

7۔ انتظامیہ میں نمائندگی:

مسلمانوں کو انتظامیہ میں نمائندگی دی جائے۔

وفد کو وائسرائے ہند لارڈ منٹو کا جواب:

وائسرائے لارڈ منٹو نے وفد کے ارکان کی مطالبات کا مثبت جواب دیا۔ اور مسلمانوں کو ان تمام مطالبات کو تسلیم کرانے کی بھرپور یقین دہانی کرائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفد کے سربراہ سر آغا خان اور ارکان سے گفتگو کرتے ہوئے وائسرائے نے کہا:

''میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور ناانصافیوں سے آگاہ ہوں اور ان کا ازالہ کرنے کے لیے کوشاں بھی ہوں۔ میں ان مطالبات کو اس کمیٹی تک ضرور پہنچاؤں گا جو ہندوستان میں آئینی اصلاحات نافذ کرنے کے لیے سفارشات مرتب کرے گی۔''

وائسرائے لارڈ منٹو کے جواب سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے۔ کیونکہ شملہ وفد اور مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان اعلیٰ سطح پر پہلا سیاسی رابطہ تھا۔ جس کا مثبت جواب ملنے کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے آپ کو سیاسی محور پر منظم کرنے کی کوششوں کا آغاز کر دیا۔

شملہ وفد کی اہمیت

شملہ وفد کی اہمیت کا جائزہ درج ذیل ہے:

1۔ تحریک پاکستان کا آغاز
2۔ مسلم لیگ کے قیام کی وجہ
3۔ اسلامی تشخص کی حفاظت
4۔ مسلم حقوق و مفادات کا تحفظ
5۔ معاشی استحصال سے نجات
6۔ عدلیہ اور انتظامیہ میں نمائندگی
7۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی

1۔ تحریک پاکستان کا آغاز:

شملہ وفد کی تشکیل اور اس کے مطالبات کو مسلمانان برصغیر کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ وفد کے ارکان و سربراہ کو وائسرائے ہند کے مثبت و حوصلہ افزا جواب نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری اور اعتماد کا احساس پیدا کیا۔

2۔ مسلم لیگ کے قیام کی وجہ

اس احساس کے باعث ہی 30 دسمبر 1906ء کو ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی جو بعد ازاں قیام پاکستان کا باعث بنی۔

3۔ اسلامی تشخص کی حفاظت:

وفد نے جداگانہ طریقہ انتخاب کا مطالبہ کر کے مسلمانوں کو انگریز سرپرستی میں ہندوؤں کی قائم ہونے والی غلامی سے نجات دلانے کی کوشش کی۔ اس مطالبے کے باعث کونسلوں اور دیگر انتخابی اداروں میں مسلمانوں کی نمائندگی مسلمان رہنماؤں کے ہاتھوں منتقل ہونا تھی۔

4۔ مسلم حقوق و مفادات کا تحفظ:

آبادی سے زائد نشستوں کا مطالبہ کر کے اسلامی عہد حکومت کی سنہری تاریخ اور مسلمانوں میں موجود سیاسی و انتظامی قابلیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی۔

5۔ معاشی استحصال سے نجات:

سرکاری اداروں میں ملازمتوں کے حصول کا مطالبہ مسلمانوں کے معاشی استحصال کے نجات کا باعث تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6۔ عدلیہ اور انتظامیہ میں نمائندگی:

اعلیٰ عدالتوں میں مسلمان ججز کا تقرر اور وائسرائے کی انتظامی کونسل کی رکنیت پر نامزدگی کا مطالبہ بھی مسلمانوں کو تحفظ زندگی فراہم کرنے کا موجب تھا۔

7۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی:

یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ اور سینٹ میں نمائندگی اور علی گڑھ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کو مسلم یونیورسٹی کا درجہ دینے کا مطالبہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور سیاسی وانتظامی شعور کی بیداری کے لیے ناگزیر تھا۔

حاصل کلام:

شملہ وفد کے مطالبات کے باعث ہی 1909ء کے قانون ہند یعنی 1909ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں مسلمانوں کو جداگانہ طریقہ انتخابات کے تحت انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی۔ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کو 1921ء میں مسلم یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ دیگر مطالبات پر بھی نمایاں حد تک غور کیا گیا۔

دلیل صبح روشن ہے تاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب اُبھر گیا دورِ گراں خوابی

س3۔ مسلم لیگ کے قیام کے محرکات (اسباب) اور مقاصد پر تفصیل سے نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد سرسید احمد خان نے اپنی سیاسی بصیرت سے مسلمانوں کو عملی سیاست میں حصہ لینے سے منع کیا تھا۔ آپ کے نزدیک اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بغیر سیاست میں کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ 1885ء میں کانگریس بنی تو کانگریس نے جلد ہی اپنے مقاصد سے ہٹ کر ہندوؤں کے مفادات کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ان کی علیحدہ سیاسی جماعت ہونی چاہیے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں حالات کی سنگینی کے پیش نظر مسلم زعماء نے محسوس کیا کہ اگر مسلمان سیاسی طور پر منظم نہ ہوئے تو ان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا اور وہ ہندوؤں کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔ لہٰذا انھوں نے مسلمانانِ ہند کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک ملک گیر سیاسی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا۔

مسلم لیگ کا قیام:

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے اختتام پر برصغیر کے مختلف صوبوں سے آئے ہوئے قائدین کا اجلاس نواب سلیم اللہ خان آف ڈھاکہ کی رہائش گاہ پر ہوا۔ جس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، حکیم اجمل خاں، سر آغا خاں، نواب وقار الملک، نواب محسن الملک اور دیگر قائدین نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں مسلم لیگ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ یوں 30 دسمبر 1906ء کو مسلم لیگ قائم کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1۔ پہلے صدر:

سر آغا خاں کو مسلم لیگ کا پہلا صدر چنا گیا۔

2۔ صدر دفتر:

مسلم لیگ کا صدر دفتر علی گڑھ میں قائم کیا گیا۔

3۔ پہلا سالانہ اجلاس:

مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس 1907ء کو کراچی میں منعقد ہوا جس میں مسلم لیگ کی رُکنیت سازی کی طرف توجہ دینے کی قرارداد منظور کی گئی۔

4۔ بانی اراکین:

نواب سلیم اللہ خان، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، سید امیر علی، حکیم اجمل خاں، سر آغا خاں، نواب وقار الملک اور نواب محسن الملک وغیرہ مسلم لیگ کے بانیوں میں شامل ہیں۔

مسلم لیگ کے قیام کے اسباب

مسلم لیگ کے قیام کے اسباب مندرجہ ذیل تھے:

1۔ کانگریس کا ہندوؤں کی جماعت بننا
2۔ اردو ہندی تنازعہ
3۔ گاؤ کشی کی مخالفت
4۔ انتہا پسند ہندو تحریکیں
5۔ تقسیم بنگال پر ہندوؤں کا ردعمل
6۔ متعصب ہندو لیڈروں کی سرگرمیاں
7۔ انگریزوں کا رویہ
8۔ مسلمانوں کی محرومیت
9۔ مسلمانوں کا سیاسی طور پر نظرانداز کیا جانا
10۔ شملہ وفد کی کامیابی
11۔ فرقہ واریت
12۔ سیاسی اصلاحات کا اعلان

1۔ کانگریس کا ہندوؤں کی جماعت بننا:

آل انڈیا نیشنل کانگریس کے قیام کا مقصد ہندوستان کے تمام باشندوں کی نمائندگی اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا تھا لیکن جلد ہی کانگریس نے مسلمانوں کے وجود کو کالعدم قرار دیتے ہوئے مشترکہ ہندوستانی قومیت کا پرفریب نعرہ بلند کیا۔ اور اس کے مطالبات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ صرف ہندوؤں کی ترجمان جماعت ہے۔ کانگریس کے جارحانہ عزائم اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے پیش نظر سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے کانگریسی مسلمان لیڈر بدرالدین طیب جی کو لکھا:

> ”کانگریس نہ تو مسلمانوں کی جماعت ہے اور نہ ہی اس کے مطالبات مسلمانوں کے لیے سود مند ہیں۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرسید احمد خان نے اس وقت ہندو کانگریس کا جو تجزیہ کیا تھا ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی اس میں کوئی فرق نہ آیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ کانگریس نے ہر شعبے میں مسلمانوں کے مفادات کو زبردست نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

-2 اردو ہندی تنازعہ:

اردو زبان مسلمانانِ ہند کا عظیم ورثہ تھی۔ اس میں مسلمانوں کی ہزاروں سالہ تاریخ' تہذیب وثقافت کے علاوہ دینی سرمایہ محفوظ تھا۔ یہ زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک مشترک رشتے کی حیثیت اختیار کر گئی۔ 1867ء میں بنارس کے ہندوؤں نے اردو زبان اور فارسی رسم الخط کے خلاف زبردست مہم شروع کی اور مطالبہ کیا کہ دفتروں اور عدالتوں میں ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط رائج کیا جائے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مطالبے کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اردو ہندی تنازعہ نے سرسید احمد خان اور دوسرے مسلم زعماء کے اندازِ فکر میں نمایاں تبدیلی کی اور انھیں یقین ہو گیا کہ دونوں کا بطور ایک قوم ساتھ چلنا ممکن نہیں اور بقول سرسید احمد ابھی تو اختلاف کم ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بغض وعناد بڑھتا چلا جائے گا۔ اس جھگڑے نے ہندوؤں کا اصلی روپ ظاہر کر دیا۔ ہندو اردو زبان اور فارسی رسم الخط کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کے تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو تباہ کرنا چاہتے تھے تاکہ مسلمانوں کے جداگانہ وجود اور ملی تشخص کو ختم کیا جا سکے۔ اس پر نواب محسن الملک اور دوسرے مسلم زعماء نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک تنظیم کا قیام بہت ضروری ہے۔

-3 گاؤکشی کی مخالفت:

گائے کے ذبح کا مسئلہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان شدید اختلاف کا باعث بنا رہا۔ ہندو گائے کو ایک مقدس جانور سمجھ کر اس کا بے حد احترام کرتے تھے جب کہ مسلمان گائے کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ جس سے ہندوؤں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے گائے کے ذبیحہ پر پابندی کا مطالبہ کیا اور انسدادِ گاؤکشی کے لیے جگہ جگہ انجمنیں قائم کیں۔ 1883ء میں گائے کی حفاظت کے لیے "گاؤ رکھشا سبھا" قائم کی گئی جبکہ مسلمان گائے کے ذبیحہ پر پابندی اپنے مذہبی معاملات میں مداخلت خیال کرتے تھے جس کے نتیجے میں برصغیر کے مختلف حصوں میں ہندو مسلم فسادات رونما ہو جاتے تھے۔ بالخصوص عیدالاضحیٰ کے موقع پر سینکڑوں افراد ان فسادات کی بھینٹ چڑھ جاتے تھے۔

-4 انتہا پسند ہندو تحریکیں:

انیسویں صدی کے آخری دور میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے سارے ملک میں انتہا پسند تحریکیں چلائیں۔ 1877ء میں آریہ سماج کی تحریک قائم ہوئی جس کا نعرہ تھا:

> "ہندوستان صرف ہندوؤں کی سرزمین ہے مسلمانوں کے لیے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو وہ ہندو مت قبول کر لیں یا ملک سے باہر چلے جائیں۔"

1883ء میں دیو سماج تحریک کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک بھی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھی۔ 1900ء میں ایک اور انتہا پسند ہندو تحریک "مہا سبھا" قائم ہوئی جو مسلمانوں کے جائز مطالبات کی ہمیشہ مخالفت کرتی تھی یہ تحریکیں مسلمانوں کے حقوق کے لیے بہت بڑا خطرہ تھیں۔ لہٰذا مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہونے لگا کہ ان کی اپنی ایک سیاسی جماعت ہونی چاہیے تاکہ وہ کانگریس اور انتہا پسند تحریکوں کے زہریلے پراپیگنڈے کا مؤثر جواب دے سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5- تقسیم بنگال پر ہندوؤں کا ردعمل:

اکتوبر 1905ء میں لارڈ کرزن نے بنگال کو انتظامی' سیاسی اور دیگر وجوہ کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم سے مشرقی بنگال ایک مسلم اکثریتی صوبہ بن گیا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے اقتصادی تسلط اور سیاسی استحصال سے نجات مل گئی ان کی ترقی اور خوشحالی کے امکانات روشن ہو گئے چنانچہ انھوں نے حکومت کے اس فیصلے کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا مگر کانگریس اور ہندوؤں نے اس تقسیم پر شدید ردعمل کا اظہار کیا اور اس تقسیم کو "مادر وطن کی تقسیم" قرار دے کر احتجاج اور بائیکاٹ کی تحریکیں چلائیں۔ جگہ جگہ لوٹ مار اور دہشت گردی کی وارداتیں ہوئیں۔ کانگریس جو کل ہندوستان کی نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی تقسیم بنگال کی مخالفت نے اس کی تردید کر دی۔ ان حالات میں مسلمانوں کو احساس ہوا کہ انھیں اپنے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک سیاسی تنظیم کے تحت متحد ہونا چاہیے۔

6- متعصب ہندو لیڈروں کی سرگرمیاں:

ہندو متعصب راہنماؤں نے جن میں بال گنگا دھر تلک کا نام سرفہرست ہے، مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈے کا آغاز کیا۔ وہ مسلمانوں کو نیچ اور ناپاک سمجھتا تھا اور سرزمین ہند کو مسلمانوں سے پاک کرنا ہندوؤں کا مقدس فریضہ خیال کرتا تھا۔ اس نے 1893ء میں پونا کے مقام پر ہر سال "گن پتی" کا میلہ منعقد کرانا شروع کیا۔ یہ میلہ دس دن متواتر جاری رہتا تھا۔ اس میں مسلمانوں کے خلاف گیت گائے جاتے تھے اسلامی تہذیب و ثقافت کے خلاف زہر اگلا جاتا۔ مسٹر تلک نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسجدوں کے سامنے بینڈ باجا بجانے کی اجازت دی جائے۔ مسٹر تلک کی اسلام دشمن سرگرمیوں نے مسلمانوں کو سیاسی میدان میں اترنے پر مجبور کیا۔

7- انگریزوں کا رویہ:

جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں سے اختیارات چھینے، ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کو دباتے رہے اور ان پر ظلم و ستم روا رکھا۔ انہیں معاشی طور پر محروم رکھا۔ اسی وجہ سے مسلمان، انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف ہو گئے۔

8- مسلمانوں کی محرومی:

1892ء کے ایکٹ کے تحت انگریز حکمرانوں نے زیادہ اختیارات حاصل کر لیے۔ حکومتی سطح پر ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا جس سے مسلمانوں کو محرومیت کا اور زیادہ احساس ہونے لگا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان لیڈر اکٹھے ہو کر شملہ گئے اور واپس آ کر اپنے آپ کو سیاسی طور پر منظم کر لیا۔

9- مسلمانوں کو سیاسی طور پر نظر انداز کیا جانا:

جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کو سیاسی طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔ ہندوؤں نے انگریزوں سے مل کر مسلمانوں پر سیاسی دباؤ بڑھایا اور مسلمانوں کو ہر شعبے میں نظر انداز کیا جانے لگا۔ برطانوی حکومت نے 1892ء کے ایکٹ کے تحت مسلمانوں پر اور زیادہ سیاسی دباؤ بڑھایا اور انھیں کسی بھی سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کی اجازت نہ دی اور نہ ہی انھیں سیاسی کاموں میں شریک کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں احساسِ محرومیت بڑھتا گیا اور انھوں نے اپنے لیے علیحدہ سیاسی جماعت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخواست کی بد دیانت سر ریڈ کلف نے گورداسپور کا مسلم اکثریت کا علاقہ ایسے ہی گھناؤنے منصوبے کے تحت بھارت کے حوالے کیا تھا ورنہ بھارت کی کوئی بھی سرحد کشمیر کے ساتھ نہیں ملتی تھی اور بھارت اس موقع کی تاک میں تھا۔ اس نے فوراً اپنی فوجیں کشمیر میں اتار دیں اور ساتھ ہی راجہ ہری سنگھ پر زور ڈالا کہ وہ اپنے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر کے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دے تاکہ بین الاقوامی برادری کے سامنے اس ظلم کو جواز کی سند دی جا سکے لیکن راجہ اس پر رضامند نہ ہوا۔ بھارتی حکومت نے اس مقصد کے لیے ایک جعلی دستاویز تیار کی اور اعلان کر دیا کہ راجہ نے الحاق کی درخواست کی ہے جسے بھارت نے قبول کر لیا ہے۔

ریٹائرڈ فوجی کشمیری افسروں نے مجاہدین کی قیادت سنبھال لی۔ بھارت مجاہدین کے بڑھتے ہوئے قدم نہ روک سکا اس نے اقوام متحدہ سے جنگ بندی کی اپیل کی۔ اقوام متحدہ نے مداخلت کر کے یکم جولائی 1949ء کو جنگ بند کروا دی۔ اور ایک قرارداد کے ذریعے وعدہ کیا کہ کشمیری عوام سے استصواب رائے کے ذریعے پوچھا جائے گا۔ کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں یا بھارت کے ساتھ۔ ان کے مستقبل کا فیصلہ ان کی آزاد مرضی سے کیا جائے گا۔ اس دستاویز پر پاکستان نے بھی دستخط کیے اور بھارت نے بھی۔

گزشتہ کوئی پندرہ سال سے مجاہدین کشمیر نے نئے جوش اور ولولے سے سرفروشی اور جان بازی کی مثالی روایات قائم کیں۔ بھارت کے دس لاکھ فوجی کشمیر میں تعینات ہیں اور روزانہ درجنوں نہتے مجاہدین کو شہید کر رہے ہیں لیکن ان کے جذبہ جہاد میں کوئی کمی نہیں آ رہی۔ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر موجود ہے۔ مگر کوئی بھی مؤثر قدم اُٹھانے سے قاصر ہے۔

10۔ شملہ وفد کی کامیابی:

1906ء میں سر آغا کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک وفد اپنے مطالبات لیکر وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا۔ جس میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا۔ شملہ وفد میں مسلمانوں کو وائسرائے کی طرف سے مثبت جواب ملا۔ مسلمانوں کی اس وقت کوئی جماعت نہ تھی۔ شملہ وفد کے بعد مسلمانوں نے شدت سے جماعت کی ضرورت محسوس کی جو مسلم لیگ کی صورت میں پوری ہوئی۔

11- فرقہ واریت:

مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں نے اپنی انتہا پسند تحریکوں کا آغاز کر دیا تھا۔ ہندو مہاسبھا سنگھٹن اور آریہ سماج جیسی تحریکوں سے مسلمانوں کے وجود کو خطرہ تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں قائم ہونے والی ہندو فرقہ پرست جماعتوں کی جارحیت کا اندازہ ایک ہندو شاعر کے درج ذیل اشعار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
بھاگ سے وقت یہ قوموں کو ملا کرتے ہیں
ہندوؤ! تم میں ہے اگر جذبۂ ایمان باقی
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلمان باقی

اس لیے مسلمانوں نے فرقہ واریت سے بچنے کے لیے بھی علیحدہ سیاسی جماعت قائم کر لی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12- سیاسی اصلاحات کا اعلان:

1905ء میں برطانیہ میں انتخابات میں لبرل پارٹی کی کامیابی کے بعد برصغیر میں سیاسی اصلاحات لانے کا اعلان کیا گیا۔ سیاسی اداروں کی تشکیل کا سلسلہ شروع ہونے کا امکان بنا تو مسلمانوں نے اپنی نمائندگی کے حصول کے لیے سیاسی جماعت بنانا ضروری سمجھا۔

مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد

جب مسلم لیگ قائم کی گئی تو اس کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے:

1۔ مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے متعلق وفادارانہ جذبات پیدا کرنا اور حکومت کی کارروائیوں کے بارے میں ان کے شکوک وشبہات کو دور کرنا۔

2۔ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا اوران کے مطالبات وخواہشات اور ضروریات کو احسن طریقے سے حکومت کے سامنے پیش کرنا۔

3۔ مسلم لیگ کے مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر برصغیر کی دوسری قوموں سے تعلقات استوار کرنا۔

مسلم لیگ کے مقاصد کی تشکیل نو:

1913ء کے مسلم لیگ کے اجلاس میں ایسی قراردادیں منظور ہوئیں جن میں مسلم لیگ کے آئین میں تبدیلی عمل میں لائی گئی۔

(i) جس میں خود مختار نظام حکومت کا حصول، جو کہ ہندوستان کے حالات کے مطابق ہو، بھی شامل کیا گیا۔

(ii) کہ ہندوستان کے عوام کی ترقی کا انحصار ہندو مسلم اتحاد سے وابستہ ہے۔ اس طرح ہندوؤں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوششیں تیز کردیں۔

مسلم لیگ کے ابتدائی کارنامے

1- قیادت کی فراہمی:

مسلم لیگ نے اپنے قیام کے ساتھ ہی مسلمانان ہند کی نمائندگی شروع کردی۔ شملہ وفد کے مطالبات کو تسلیم کروانے کے لیے برطانوی حکومت پر سیاسی دباؤ بڑھا دیا۔

2- کانگریسی پراپیگنڈوں کا مقابلہ:

کانگریس نے یہ دعوی شروع کردیا تھا کہ وہ تمام ہندوستانی گروہوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ 1904ء میں سید امیر علی کی جماعت سنٹرل محمڈن ایسوسی ایشن کے خاتمہ پر کانگریس نے یہ پراپیگنڈہ بھی کیا کہ مسلمانوں میں اتنی سیاسی اہلیت نہیں کہ وہ اپنی سیاسی تنظیم چلا سکیں۔ مسلم لیگ کے قیام سے کانگریس کے یہ دونوں پراپیگنڈے دم توڑ گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- جداگانہ تشخص:

انگریزوں نے جداگانہ طریقہ انتخاب کے مطالبے کو 1909ء کے قانون ہند یعنی 1909ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں تسلیم کر کے آئینی حیثیت دے دی جو کہ مسلم لیگ کا اہم ابتدائی تاریخی کارنامہ تھا۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کے حق کو تسلیم کروایا۔

4- مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کا قیام:

مسلم لیگ نے سر آغا خاں کی قیادت میں مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کا بھی مطالبہ کیا جو بالآخر 1920ء میں حکومت نے تسلیم کر لیا۔

5- مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت:

مسلم لیگ کے قیام کے بعد ہندوؤں کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ مسلمان نہ صرف ایک قوم ہیں بلکہ یہ کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد جماعت ہے۔ اسی حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ 1916ء میں لکھنؤ کے مقام پر تاریخی معاہدہ کیا جس میں مسلمانوں کے تمام جائز مطالبات تسلیم کر لیے گئے۔

6- سرکاری ملازمتوں میں کوٹہ:

مسلم لیگ نے سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو کوٹہ دلوایا۔

7- پاکستان کا تصور:

مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔

8- مطالبہ پاکستان:

23 مارچ 1940ء کو مسلم لیگ کے اپلیٹ فارم سے پاکستان کا مطالبہ پیش کر دیا گیا۔

9- قیام پاکستان:

آخرکار طویل جدوجہد کے باعث آل انڈیا مسلم لیگ اپنی علیحدہ مملکت پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

حاصل کلام:

مختصراً یہ کہ مسلم لیگ کا قیام ایک نئی جدوجہد کا اعلان تھا کہ مسلمان اب اپنے حقوق کی جنگ لڑنے کے لیے میدان عمل میں اتر آئے ہیں۔ اب ان کی جدوجہد کا رنگ سیاسی ہوگا اور وہ انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ دلائل اور مباحثہ کی جنگ کریں گے۔ نصف صدی قبل سرسید نے جس علمی تحریک کی بنیاد ڈالی تھی مسلم لیگ کا قیام اسی علمی ترقی کا نتیجہ تھا جس نے ثابت کر دیا کہ تعلیم سوچنے کے نقطہ نظر کو بدل دیتی ہے پھر بھٹکے ہوئے آخرکار سوئے حرم چل کھڑے ہوتے ہیں۔

طول غم حیات سے نہ گھبرا اے جگر! ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی سحر نہ ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 4۔ جداگانہ طریق انتخاب پر نوٹ لکھیں۔

جواب: 1858ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز لوٹ مار تاج برطانیہ کی زیر نگرانی اصلاحات کے نام پر شروع ہوئی۔ مسلمانوں کو باندی غلام بنانے کے لیے سیاسی اصلاحات میں برطانوی طرز پر مخلوط طریق انتخابات رائج کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو انگریز و ہندو کی دوہری غلامی کے شکنجے میں جکڑا جائے۔ اس پر سرسید احمد خان نے سب سے پہلے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کیا۔ بالآخر مسلمانوں کو جداگانہ طریق انتخابات کا حق ۱۹۰۹ء کے قانون ہند میں دیا گیا۔ جداگانہ طریق انتخابات کے مختلف تاریخی پہلوؤں کا جائزہ درج ذیل ہے:

1۔ جداگانہ اور مخلوط طریق انتخابات میں فرق
2۔ مسلمانان ہند کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کی وجہ
3۔ سرسید احمد خان اور جداگانہ طریق انتخابات
4۔ 1892ء کا ایکٹ اور مخلوط طریق انتخابات کی ترویج
5۔ مخلوط طریق انتخابات پر انگریز مسلم ردعمل
6۔ شملہ وفد کا جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ
7۔ جداگانہ طریق انتخابات کے لیے مسلم لیگ کی کوششیں
8۔ جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبہ پر انگریز ہندو ردعمل
9۔ 1909ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات
10۔ میثاق لکھنؤ اور جداگانہ طریق انتخابات
11۔ 1919ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات
12۔ دہلی مسلم تجاویز اور جداگانہ طریق انتخابات
13۔ نہرو رپورٹ اور جداگانہ طریق انتخابات
14۔ آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور جداگانہ طریق انتخابات
15۔ قائداعظم کے چودہ نکات اور جداگانہ طریق انتخابات
16۔ کمیونل ایوارڈ اور جداگانہ طریق انتخابات
17۔ 1935ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات

1۔ جداگانہ اور مخلوط طریق انتخابات میں فرق:

جداگانہ طریق انتخابات:

جداگانہ طریق انتخابات سے مراد ایسا انتخابی طریق ہے جس کے تحت مختلف اقوام کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے ان کی نشستیں مخصوص کر دی جاتی۔ ان نشستوں پر صرف متعلقہ قوم کے امیدوار ہی انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں اور ان کو متعلقہ قوم کے ووٹر ہی ووٹ دے سکتے ہیں۔

مخلوط طریق انتخابات:

مخلوط طریق انتخابات سے مراد ایسا انتخابی طریق ہے جس کے تحت مختلف اقوام کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے علیحدہ علیحدہ نشستیں مخصوص نہیں کی جاتیں بلکہ ہر ایک نشست پر کسی بھی قوم کا نمائندہ انتخابات میں حصہ لے سکتا ہے اور اپنی اکثریت کے بل بوتے پر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ اس طرز انتخابات سے اقلیتیں اکثریت کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ مسلمانان ہند کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کی وجہ:

برطانوی جمہوری نظام کے تحت مخلوط طریق انتخابات سے ہندو اکثریت مسلمانوں پر غالب آسکتی تھی۔اس سے مسلمانوں کے حقوق و مفادات اور دین اسلام کو شدید خطرات لاحق تھے۔ان خطرات سے نجات کے لیے جداگانہ طریق انتخابات ناگزیر تھا۔

3۔ سرسید احمد خان اور جداگانہ طریق انتخابات:

برطانوی حکومت نے جب برطانوی طرز پر مخلوط طرز انتخابات رائج کیا تو سب سے پہلے اس کی مخالفت سرسید نے کی۔انہوں نے 16 جنوری 1888ء کو اپنی تقریر میرٹھ میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

> ''یہ بات یقینی ہے کہ ہندوؤں کی آبادی چار گنا ہے۔ہم حساب کے قاعدے سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہندو امیدوار کے لیے چار ووٹ ہوں گے اور مسلمان امیدوار کے لیے صرف ایک ووٹ ہوگا۔اس لیے ضروری ہے کہ جداگانہ طریق انتخابات رائج کرتے ہوئے ہندو مسلم حلقے مخصوص کر دیے جائیں تاکہ ہندو ممبروں کو ہندو اور مسلمان ممبروں کو مسلمان ووٹر منتخب کریں۔''

4۔ 1892ء کا ایکٹ اور مخلوط طریق انتخابات کی ترویج:

1892ء کے ایکٹ کی رو سے ہندوستان میں پہلی بار مرکزی اور صوبائی کونسلوں میں مخلوط طریق انتخاب رائج کیا گیا نیز امیدواروں اور ووٹروں کے لیے جائیداد، آمدنی اور تعلیم یافتہ ہونے کی بھی شرائط رکھی گئیں۔مسلمانوں کی اکثریت ان شرائط پر پورا اترنے سے محروم تھی۔

5۔ مخلوط طریق انتخابات پر انگریز مسلم ردعمل:

مخلوط طرز انتخاب کے رائج ہونے پر مسلمانان ہند نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔اس مرحلے پر بعض انصاف پسند انگریزوں نے بھی مسلمانوں کا بھرپور ساتھ دیا۔سرسید احمد خان نے انتخابی صورت حال پر شدید نقطہ چینی کی۔ان کی ایماء پر ان کے بیٹے سید محمود اور علی گڑھ کالج کے پرنسپل مسٹر بیک نے حکومت برطانیہ کو ایک یادداشت بھیجی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ:

> ''مخلوط طریق انتخابات سے مسلمان ہمیشہ نمائندگی سے محروم رہیں گے۔نیز یہ کہ مسلمان الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کے لیے جداگانہ طریق انتخاب ہی رائج ہونا چاہیے۔''

6۔ شملہ وفد کا جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ:

یکم نومبر 1906ء کو سر آغا خان کی سرکردگی میں 35 ارکان پر مشتمل مسلمان وفد شملہ کے مقام پر وائسرائے لارڈ منٹو سے ملا۔وفد نے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

> ''برصغیر میں جداگانہ طریق انتخابات رائج کیا جائے۔اس غرض کے لیے مسلمانوں کے حلقے مخصوص کر دیے جائیں۔یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے حلقے جدا جدا کر دیے جائیں تاکہ مسلمان ووٹر مسلمان امیدواروں کو اور ہندو ووٹر ہندو امیدواروں کو ووٹ دیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7۔ جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری کے لیے مسلم لیگ کی کوششیں:

مسلم لیگ نے اپنے قیام کے ساتھ ہی جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ 27 جنوری 1909ء کو مسلم لیگ لندن برانچ کا ایک وفد سید امیر علی کی قیادت میں وزیر ہند جان مارلے سے ملا اور جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری پر زور دیا۔ بالآخر وزیر ہند مسٹر مارلے نے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا۔

8۔ جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبہ پر انگریز ہندو ردعمل:

کانگریس نے جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے فرقہ وارانہ طریق انتخابات کا نام دیا۔ نیز مسلم لیگ کو فرقہ وارانہ جماعت اور اس کے مقاصد کو ہندوستانی مفادات کے منافی قرار دیا۔ جداگانہ طریق انتخابات کی اکثر برطانوی لیڈروں نے مخالفت اور کانگریسی نقطہ نظر کی حمایت کی۔ لیکن وائسرائے ہند لارڈ منٹو اور وزیر ہند جان مارلے کے علاوہ ہندو رہنماؤں میں سے ایس پی سہنا اور گوپال کرشن گوکھلے نے اس کی تائید کی۔

9۔ 1909ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

1909ء کے قانون ہند میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ منظور کر لیا گیا۔ مرکزی کونسل میں مسلمانوں کو پانچ اور صوبائی کونسلوں کی 284 نشستوں میں سے 18 نشستیں دے دی گئیں۔ تاہم پنجاب اور سی پی کے صوبوں میں جداگانہ طریق انتخابات رائج نہ کیا گیا۔

10۔ میثاق لکھنؤ اور جداگانہ طریق انتخابات:

1916ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان پہلا اور آخری اتحاد لکھنؤ کے قیصر باغ کی بارہ دری میں ہوا۔ اسے میثاق لکھنؤ کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ طریق انتخابات کو منظور کر لیا۔

11۔ 1919ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

1916ء کے میثاق لکھنؤ میں کانگریس نے جداگانہ طریق انتخابات کے اصول کو تسلیم کر لیا تھا اس لیے 1919ء کے قانون ہند میں بھی برطانوی حکومت نے جداگانہ طریق انتخابات کو برقرار رکھا۔

12۔ دہلی مسلم تجاویز اور جداگانہ طریق انتخابات:

1927ء میں پنڈت موتی لال نہرو نے مرکزی اسمبلی کے اجلاس میں قائداعظم سے کہا کہ اگر مسلمان جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہو جائیں تو کانگریس ان کے دیگر تمام مطالبات تسلیم کر لے گی۔ اس پر قائداعظم نے 20 مارچ 1927ء کو دہلی مسلم تجاویز میں جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہونے کا اعلان کرتے ہوئے چند دیگر شرائط پیش کیں۔ ان کو کانگریس نے تسلیم نہ کیا۔ اس پر قائداعظم نے دہلی مسلم تجاویز واپس لے لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

13۔ نہرو رپورٹ اور جداگانہ طریق انتخابات:

1928ء میں پنڈت موتی لال نہرو کی سربراہی میں ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی اسے نہرو کمیٹی کا نام دیا گیا۔ نہرو کمیٹی نے اگست 1928ء میں اپنی رپورٹ پیش کی جسے نہرو رپورٹ کا نام دیا گیا۔ نہرو رپورٹ میں جداگانہ طریق انتخابات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا گیا کہ:

> ''جداگانہ طریق انتخابات فرقہ واریت کا باعث بنتا ہے اس لیے مخلوط طریق انتخابات رائج کیا جائے۔''

14۔ آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور جداگانہ طریق انتخابات:

دسمبر 1928ء میں دہلی کے مقام پر آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں بشمول قائداعظم مسلمانوں نے جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہونے سے انکار اور اسکی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔

15۔ قائداعظم کے چودہ نکات اور جداگانہ طریق انتخابات:

نہرو رپورٹ کا جواب دینے کے لیے 25 مارچ 1929ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں قائداعظم نے ایک قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ یہ قرارداد چودہ نکات پر مشتمل تھی۔ اس لیے اسے قائداعظم کے چودہ نکات کے نام سے یاد کیا گیا۔ قرارداد کے ایک نقطہ میں قائداعظم نے کہا:

> ''جداگانہ طریق انتخاب کا موجودہ طریق برقرار رہے تاہم ہر فرقے کو اس بات کی اجازت ہو کہ وہ اپنی مرضی سے مخلوط طریق انتخاب اختیار کر سکے۔''

16۔ کمیونل ایوارڈ اور جداگانہ طریق انتخابات:

1930ء سے 1932ء تک لندن میں تین گول میز کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ ان میں ہندوستانی لیڈر فرقہ وارانہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ اس پر حکومت برطانیہ نے اگست 1932ء میں ایک ایوارڈ شائع کیا جسے کمیونل ایوارڈ کا نام دیا گیا۔ اس میں حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کے علاوہ، سکھوں، عیسائیوں اور اچھوتوں کو بھی جداگانہ طریق انتخابات کا حق دے دیا۔

17۔ 1935ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

ہندوستان کے آئینی بحران کو ختم کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے بالآخر گول میز کانفرنسوں کی رپورٹوں کو مدنظر رکھ کر 1935ء میں ایک نیا قانون رائج کیا۔ اسے ''1935ء کا قانون ہند'' کا نام دیا گیا۔ اس میں جداگانہ طریق انتخابات کا اصول برقرار رکھا گیا۔

جداگانہ طریق انتخابات کی اہمیت

برصغیر پاک و ہند میں جداگانہ طریق انتخابات بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس انتخابی طریقے کے تحت 46-1945ء کے موسم سرما میں عام انتخابات ہوئے جن میں مسلم لیگ نے صوبوں میں 492 مخصوص مسلم نشستوں میں سے 433 نشستیں جیت کر اٹھاسی فی صد اور مرکز کی 30

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخصوص نشستیں جیت کر سو فیصد کامیابی حاصل کر لی۔ یہی کامیابی تحریک پاکستان کے استحکام کا بنیادی سبب بنی۔ بالآخر اسی کی بناء پر اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آیا۔

س5۔ میثاق لکھنؤ پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

1913ء میں قائدِ اعظم نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ جس کی وجہ سے 1913ء ہی میں مسلم لیگ کے ابتدائی مقاصد میں تبدیلی عمل میں آئی۔ اس تبدیلی کی ایک وجہ تقسیم بنگال منسوخ کروانے میں ہندوؤں کی کامیابی بھی تھی جس سے مسلمان راہنماؤں نے سوچا کہ حقوق کے حصول کے لیے ہندوؤں کے ساتھ مل کر جدوجہد کی جائے۔ علاوہ ازایں 1913ء میں مسجد کانپور کا واقعہ پیش آیا جس میں بیس مسلمان شہید ہو گئے اور مسجد بھی شہید کر دی گئی۔ اسی اثناء میں مسلم لیگ کا دفتر علی گڑھ سے لکھنؤ منتقل کر دیا گیا جہاں مسلم لیگ کی قیادت اعتدال پسند مسلم لیڈروں کے ہاتھ میں آ گئی۔ ان تمام واقعات کے بعد مسلمان چاہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف بھرپور اور زوردار تحریک چلائی جائے۔ جس میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے اور زیادہ حقوق لینے کے لیے کانگرس کے ساتھ مل کر کوششیں تیز کر دی گئیں۔ کانگرس کے کچھ لیڈر بھی ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ جسکی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوششوں کا آغاز ہوا۔

کانگریس اور مسلم لیگ مشترکہ اجلاس:

1915ء میں کانگرس اور مسلم لیگ کے مشترکہ اجلاس بمبئی میں ہوئے۔ جس میں مسلم لیگ اور کانگریس کے اتحاد کے حق میں قراردادیں منظور کی گئیں۔ اور اتحاد کے لئے لائحہ عمل بنانے کے لیے کمیٹی تشکیل دے دی گئی۔ جبکہ دوسرا مشترکہ اجلاس 1916ء میں قائدِ اعظمؒ کی کوششوں سے لکھنؤ (بارہ دری بازار قصائیاں) کے مقام پر منعقد ہوا۔ جہاں دونوں پارٹیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جسے میثاق لکھنؤ کا نام دیا گیا۔

ہندو مسلم اتحاد کا سفیر:

یہ معاہدہ قائدِ اعظم کی کوشش سے طے پایا تھا اس لیے آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر قرار دیا گیا اور کانگریس نے آپ کی یاد میں بمبئی میں جناح حال تعمیر کروایا۔

لکھنؤ پیکٹ کی اہم دفعات

لکھنؤ پیکٹ کی اہم دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ جداگانہ انتخاب

2۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمان ممبران کی تعداد

3۔ مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی

4۔ مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی

5۔ صوبائی خودمختاری

6۔ انڈین کونسل کا خاتمہ

7۔ قانون سازی کا طریقہ کار

8۔ عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1- جداگانہ انتخاب:

کانگریس نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کے اصول کو تسلیم کرلیا۔

2- مرکزی اسمبلی میں مسلمان ممبران کی تعداد:

میثاق لکھنؤ میں طے پایا کہ مرکزی اسمبلی میں مسلمان ممبران کی تعداد 1/3 کی جائے۔

3- مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی:

میثاق لکھنؤ میں یہ طے پایا کہ مسلم اکثریت کے صوبوں پنجاب اور بنگال میں مسلم نمائندوں کی تعداد ان کی آبادی کے تناسب سے کم یعنی پنجاب میں پچاس فیصد اور بنگال میں چالیس فیصد کی جائے۔

4- مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی:

مسلم اقلیت کے صوبوں بمبئی یوپی مدراس اور سی۔ پی میں ان کے نمائندوں کی تعداد ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ کی جائے۔یعنی بمبئی میں 33 فیصد، یو۔پی میں 30 فیصد، مدراس میں 15 فیصد اور سی۔پی میں 15 فیصد کی جائے۔

5- صوبائی خود مختاری:

صوبائی حکومتوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جائیں اور مرکز کے اختیارات میں کمی کی جائے۔

6- انڈین کونسل کا خاتمہ:

انڈین کونسل کو ختم کر دیا جائے اور وزیر ہند کی تنخواہ کا بوجھ برطانوی خزانے پر ڈالا جائے۔

7- قانون سازی کا طریقہ کار:

قانون سازی کے سلسلے میں کسی ایسی تجویز پر غور نہیں کیا جائے گا جسے کسی قوم کے ممبران کی تین چوتھائی تعداد اپنے لیے نقصان دہ قرار دے۔

8- عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی:

عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا جائے۔

لکھنؤ پیکٹ کی اہمیت

لکھنؤ پیکٹ کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے:

1- مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کا اعتراف
2- قائداعظمؒ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف
3- مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ
4- مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت
5- 1919ء کی اصلاحات پر اثر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1- مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کا اعتراف:

کانگریس نے پہلی بار مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کے اصول کو تسلیم کیا۔ کانگریس نے اس بات پر بھی رضامندی کا اظہار کیا کہ کسی ایسے مسودہ قانون پر بحث نہیں کی جائے گی جس کی مخالفت کسی قوم کے تین چوتھائی نمائندے کریں گے دوسرے لفظوں میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ وجود کو تسلیم کر لیا۔

2- قائداعظمؒ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف:

میثاق لکھنؤ قائداعظم کی مخلصانہ کوششوں کا مرہون منت تھا۔ قائداعظمؒ سالہا سال کانگریس سے منسلک ہونے کے باعث ہندو ذہنیت کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ آپ نے بڑی ہنرمندی اور حکمت عملی سے کام لے کر جداگانہ طریق انتخاب اور دوسرے نزاعی مسائل کو ہندوؤں سے تسلیم کروا کر اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔ اس عظیم کامیابی پر برصغیر کے لوگ آپ کی تدبیر و فراست کے قائل ہو گئے۔ ہندو دانشوروں نے بھی اعتراف کیا کہ "جناح ایک عظیم مدبر ہیں۔" "مسز سروجنی نائیڈو نے آپ کو" ہندو مسلم اتحاد کے سفیر" کا خطاب دیا۔

3- مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ:

میثاق لکھنؤ میں مسلمانان ہند کے مفادات کے تحفظ کا اہتمام کیا گیا۔ جداگانہ طریق نیابت کو تسلیم کیا گیا مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی مل گئی جو ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ تھی۔ مسلمانوں کو یہ تحفظ بھی حاصل ہو گیا کہ اب ہندو محض اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مسلمانوں کے مفادات اور مذہب کے خلاف کوئی قانون نہیں بنا سکیں گے نیز مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ نمائندگی مل گئی۔

4- مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت:

ہندوؤں نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی ترجمان جماعت تسلیم کر لیا جس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کو برصغیر کے تمام لوگوں کی حمایت حاصل نہیں بلکہ وہ صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔

5- 1919ء کی اصلاحات پر اثر:

میثاق لکھنؤ کو اس وجہ سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ دونوں قومیں باہمی اتحاد و تعاون سے برصغیر میں آئینی اصلاحات کے نفاذ اور ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کے لیے حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈال سکتی تھیں۔ اگرچہ 1919ء کی اصلاحات میں میثاق لکھنؤ کی بیشتر دفعات کو نظرانداز کر دیا گیا تاہم ان اصلاحات پر لکھنؤ پیکٹ کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ 1919ء کی اصلاحات کی رو سے قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے 30 نشستیں مخصوص کر دی گئیں اور جداگانہ انتخاب کے اصول کو بھی برقرار رکھا گیا۔

حاصل کلام:

معاہدہ لکھنؤ زیادہ دیر پا ثابت نہ ہوا۔ 1919ء کی اصلاحات کے بعد ہندوستان کی سیاسی فضا مکدر ہونے لگی۔ میثاق لکھنؤ میں ہندو مسلم اتحاد کی جو بنیاد رکھی گئی تھی وہ ہندوؤں کی تنگ نظری اور متعصبانہ رویے کے باعث کمزور ہونے لگی۔ 1921ء کی موپلا بغاوت کے باعث دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوموں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی۔ تحریک خلافت کے آخری دور میں برصغیر میں جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات ہونے لگے۔ ہندو مسلم اتحاد کے لیے کئی کانفرنسیں ہوئیں لیکن بے سود اور یہ بات واضح ہوگئی کہ کانگریس اور مسلم لیگ کے راستے الگ الگ ہیں "پاکستان ناگزیر تھا" میں سید حسن ریاض نے میثاق لکھنؤ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "لکھنؤ پیکٹ مسٹر جناح کی معاملہ فہمی، الجھے ہوئے معاملات کو سلجھانے کی صلاحیت اور بدگمان فریقوں کے درمیان افہام و تفہیم کی قابلیت کا ایسا شاہکار ہے جو بس ایک ہی دفعہ ظہور میں آسکا۔"

تاریخ کے چہرے سے پردہ اُٹھاتے ہی یہ عیاں ہو جاتا ہے
قوموں کی بہاروں کا منظر کیوں وقفِ خزاں ہو جاتا ہے

س6۔ تحریک خلافت پر نوٹ لکھیں۔

جواب: 1857ء میں خلافت کا منصب عباسی خاندان سے عثمانی خاندان میں منتقل ہوگیا۔ خلافت کا مرکز بھی مصر سے ترکی منتقل کر دیا گیا۔ ترکی میں اسلامی خلافت قائم تھی۔ برصغیر کے مسلمان خلافت کو اتحاد عالم اسلام کی علامت سمجھتے تھے اس لیے وہ ترکی کے سلطان کو بڑی عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسے پوری دنیائے اسلام کا دینی اور روحانی پیشوا سمجھتے تھے۔ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں انگریزوں نے ترکی کے دشمنوں کی امداد و حمایت کی۔ 1914ء میں جب پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو ترکی نے برطانیہ اور اتحادیوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا۔ جنگ عظیم میں جب ترکی اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی تو یونان نے برطانیہ کی شہ پر اپنی فوجیں سمرنا کے علاقوں میں اتار دیں۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ برطانیہ اور اس کے حلیف مسلمانوں کے مقامات متبرکہ کو برقرار نہیں رکھیں گے۔

خلافت کمیٹی کا قیام:

ترکی کے مستقبل اور مقدس مقامات کی حفاظت کے لیے اجتماعی اقدام کی ضرورت پیش کی گئی۔ لہٰذا 5 جولائی 1919ء کو آل انڈیا خلافت کمیٹی قائم کی گئی۔

تحریک خلافت کے بانی اراکین:

جن مسلم زعماء نے اس کمیٹی کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا ان میں مولانا عبدالباری، ڈاکٹر ایم۔ اے انصاری، چوہدری محمد علی، مولانا شوکت علی، حکیم محمد اجمل، سیٹھ محمد چھٹانی اور ممتاز حسین کے نام قابل ذکر ہیں۔ کانگریس نے بھی تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کانگریس کی طرف سے مسٹر گاندھی، ابوالکلام آزاد اور موتی لال نہرو وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

تحریک خلافت کے مقاصد:

(i) مسلمانوں کے مقدس مقامات ترکوں کی تحویل میں رہیں اور عرب میں انگریزوں کا عمل دخل ختم کیا جائے۔
(ii) خلافت عثمانیہ کو برقرار رکھا جائے۔
(iii) ترکی کی سلطنت کی حدود وہی رہنے دی جائیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت کانفرنس کا انعقاد:

آل انڈیا خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام پہلی خلافت کانفرنس فضل الحق کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوئی اس کانفرنس میں گاندھی جی کے علاوہ پنڈت موتی لال نہرو اور مدن موہن مالویہ نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر اتحادی فوجوں کے انسانیت سوز اقدامات کی شدید مذمت کی گئی۔ کانفرنس کے اختتام پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس کی رو سے طے پایا کہ مسلمان جشن فتح میں شرکت نہیں کریں گے اور اگر حکومت برطانیہ نے خلافت کے تحفظ پر غور نہ کیا تو مسلمان عدم تعاون کی تحریک شروع کریں گے۔

وفود کی تشکیل:

خلافت کمیٹی نے اپنے مطالبات انگریزوں تک پہنچانے کے لیے دو وفود تشکیل دیے۔

پہلا وفد:

ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی قیادت میں پہلا وفد وائسرائے ہند لارڈ چیمسفورڈ سے ملا مگر مطالبات تسلیم نہ کیے گئے۔

دوسرا وفد:

جنوری 1920ء میں خلافت کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق مسلمانوں کے مطالبات پیش کرنے کے لیے ایک وفد انگلستان روانہ کیا جائے۔ لہٰذا مارچ 1920ء میں مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں وفد خلافت انگلستان روانہ ہوگیا۔ اس میں حسن محمد حیات، سید حسین اور سید سلیمان ندوی بھی شامل تھے انگلستان میں مولوی ابوالقاسم، مشیر حسین قدوائی اور محمد شعیب قریشی بھی اس وفد میں شامل ہوگئے۔

وفود کی ناکامی:

17 مارچ 1920ء کو وفد نے برطانیہ کے وزیر اعظم لائڈ جارج سے ملاقات کی۔ مولانا محمد علی جوہر نے وزیر اعظم کو مسلمانان ہند کے جذبات واحساسات سے آگاہ کیا اور بڑی جرأت وبیباکی سے دلائل دیے۔ جب وفد خلافت نے ترکی سے انصاف کا مطالبہ کیا تو ترک دشمن وزیر اعظم نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا: ''آسٹریا سے انصاف ہو چکا جرمنی سے انصاف ہو چکا۔ خاصا خوفناک انصاف تو ترکی اس سے کیوں بچے۔'' خلافت کمیٹی نے وزیر اعظم برطانیہ کے مایوس کن جواب پر ہندوستان میں یوم سیاہ منایا۔ ہڑتالیں کیں۔ مسلمانوں نے روزے رکھے اور دعائیں مانگیں۔

تم ہی قاتل، تم ہی مخبر، تم ہی منصف ٹھہرے
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

معاہدہ سیورے:

ابھی وفد خلافت انگلستان میں ہی تھا کہ 14 مئی 1920ء کو اتحادیوں نے پیرس میں معاہدہ سیورے کی شرائط کا اعلان کر دیا۔ اس معاہدے کی رو سے عظیم الشان اسلامی سلطنت خلافت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے چھوٹی چھوٹی غیر مفید ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا، ترکی کے تمام بیرونی مقبوضات چھین لیے گئے، استنبول کو بین الاقوامی شہر قرار دے دیا گیا۔ آرمینیہ کو آزاد عیسائی ریاست بنا دیا گیا فلسطین عراق اور اردن کو برطانیہ اور شام کو فرانس کی تحویل میں دے دیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک عدم تعاون اور تحریک ترک موالات:

مئی 1920ء میں خلافت کمیٹی نے عدم تعاون کی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ کانگریس نے بھی ستمبر میں کلکتہ کے اجلاس میں عدم تعاون کی قرارداد منظور کی۔ جس کے تحت مندرجہ ذیل اقدامات کی سفارش کی گئی:

(i) حکومت برطانیہ کے عطا کردہ خطابات اور تمغے واپس کردیے جائیں۔
(ii) سرکاری ملازمتوں سے علیحدگی اختیار کی جائے۔
(iii) عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔
(iv) سرکاری سکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔
(v) پرائیویٹ تعلیمی ادارے اور مدارس حکومت سے مالی امداد لینا بند کردیں بصورت دیگر طلباء ایسے اداروں کا بائیکاٹ کریں۔
(vi) فوجی ملازمت سے علیحدگی اختیار کی جائے۔
(vii) ٹیکس دینے سے انکار کردیں۔
(viii) گرفتاریاں پیش کی جائیں اور حکومت کے خلاف ہر سطح پر احتجاج کیا جائے۔
(ix) گاندھی نے تحریک عدم تعاون کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے سودیشی تحریک شروع کرنے کا اعلان کیا۔ یعنی غیر ملکی اشیاء کا بائیکاٹ کیا جائے۔

ترکوں کی مالی امداد:

برصغیر کے مسلمانوں نے ترک مسلمانوں کی بڑھ چڑھ کر مالی امداد کی ترک فوجوں کی مرہم پٹی کیلئے ڈاکٹرز، نرسیں اور پیرا میڈیکل سٹاف کو ترکی بھیجا گیا۔

مسلم پریس کا کردار:

تحریک خلافت کو کامیاب بنانے کے لئے مسلم پریس نے بھرپور کردار ادا کیا۔ مولانا آزاد، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر اخبارات نکالتے تھے۔ انہوں نے تحریک خلافت کے جلسوں کو بھرپور طریقے سے اخبارات میں شائع کیا۔ جس کی وجہ سے تحریک کو بہت فائدہ پہنچا مگر ان اخبارات کے خلاف حکومت نے سخت ایکشن لیا اور ان اخبارات پر پابندی لگادی۔

بولیں اماں محمد علی کی　　　جان بیٹا خلافت پہ دے دو

تحریک ہجرت:

تحریک خلافت کے دوران مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر ہم خیال علماء نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ اس اپیل پر مذہبی جوش وخروش میں ہزاروں مسلمانوں نے اپنی املاک، مال ومتاع اور جائیدادوں کو اونے پونے بیچ کر پشاور کے راستے افغانستان کا رخ کیا۔ صرف اگست 1920ء میں پنجاب، سندھ اور سرحد کے صوبوں سے تقریباً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ افغانستان اقتصادی لحاظ سے ایک غریب اور پسماندہ ملک تھا' مہاجرین کی اتنی بڑی تعداد کی کفالت اس کے لیے ممکن نہیں تھی اس لیے حکومت افغانستان نے اپنی سرحدیں بند کر دیں۔ مہاجرین کو مجبوراً واپس لوٹنا پڑا۔ ہزاروں افراد سفر کے دوران لقمۂ اجل بن گئے۔ جو وطن واپس پہنچنے میں کامیاب ہوئے انھیں شدید مالی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ تحریک ہجرت ایک جذباتی اور غیر دانشمندانہ تحریک تھی۔

موپلا بغاوت:

تحریک خلافت کے دوران عرب نژاد موپلوں نے بھی سرگرم حصہ لیا۔ کلیکٹر مالا بار نے تحریک کو دبانے کے لیے سیٹھ محمد یعقوب حسن اور دیگر لیڈروں کی گرفتاری کا حکم دے دیا جس پر موپلوں نے شدید احتجاج کیا۔ پولیس نے پرامن شہریوں پر فائرنگ کر کے چار سو موپلوں کو شہید کر دیا اس پر موپلوں نے مشتعل ہو کر اگست 1921ء میں وسیع پیمانے پر بغاوت بپا کر دی اور سرکاری افسران کو قتل کیا جانے لگا، پٹریاں اکھاڑ دیں اور شراب کی دکانوں کو آگ لگا دی۔

سول نافرمانی کی تحریک:

8 جولائی 1921ء کو خلافت کانفرنس کراچی میں فیصلہ کیا گیا کہ تحریک خلافت کو مزید آگے بڑھانے کے لیے ملک میں سول نافرمانی شروع کی جائے۔ ستمبر 1921ء میں حکومت نے علی برادران کو گرفتار کر لیا۔ ان حالات میں مسٹر گاندھی کو تحریک کا ڈکٹیٹر بنا دیا گیا۔

واقعہ چوراچوری اور گاندھی کی تحریک سے علیحدگی:

واقعہ چوراچوری 5 فروری 1922ء کو پولیس نے یو۔ پی کے ایک گاؤں چوراچوری میں مظاہرین کے ایک جلوس پر فائرنگ کر دی مظاہرین نے مشتعل ہو کر تھانے کو آگ لگا دی جس سے اکیس سپاہی جل کر مر گئے۔ اس پر مسٹر گاندھی نے یہ بہانہ بنا کہ "تحریک عدم تشدد کے اصولوں سے منحرف ہو گئی ہے" مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر عدم تعاون کی تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ گاندھی کے اس غیر متوقع فیصلے سے مسلمانوں کو بہت دکھ پہنچا۔ ان واقعات کے باوجود ہندوستان میں تحریک خلافت جاری رہی۔

معاہدہ لوازن:

1924ء میں اتحادی افواج اور مصطفیٰ کمال پاشا کے درمیان معاہدہ لوازن کے نام سے ایک معاہدہ طے پایا۔ جس کی رو سے ترکی کا کنٹرول ترکوں (مصطفیٰ کمال پاشا) کے پاس رہے گا جبکہ مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے علاقوں پر ترکیوں کا کنٹرول ختم ہو گیا۔ حجاز مقدس کو عربوں کے حوالے کر دیا گیا۔

تحریک خلافت کا خاتمہ:

مارچ 1924ء میں مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلیفہ کو ملک سے نکال کر ترکی کو ایک سیکولر جمہوریت قرار دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی برصغیر میں خلافت کی تحریک عملی طور پر ختم ہو گئی۔

چاک کر دی خلافت کی قبا ، ترک مردِ ناداں نے
سادگی اپنوں کی دیکھ! غیروں کی عیاری بھی دیکھ!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک خلافت کے نتائج واثرات

تحریک خلافت میں ہندوستان کے مسلمان عدیم المثال قربانیاں دینے کے باوجود خلافت کا تحفظ نہ کر سکے لیکن اس جدوجہد نے برصغیر کی تاریخ پر گہرے اور دوررس اثرات مرتب کیے۔

1- مسٹر گاندھی نے عیاری سے کام لیتے ہوئے مسلمان قائدین کو حکومت برطانیہ کے خلاف عدم تعاون کی تحریک چلانے پر مجبور کیا مسلمانوں نے ہوش کی بجائے جوش سے کام لے کر اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سرکاری ملازمتوں سے استعفیٰ دے دیا۔ ان استعفوں سے خالی ہونے والی آسامیوں پر ہندوؤں کو تعینات کیا جانے لگا۔ سرکاری سکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ کیا گیا جس سے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی رک گئی۔ مزید برآں تحریک ہجرت کے دوران ہزاروں مسلمان گھرانے تباہ و برباد ہو گئے۔ ان کے گھر بار بک گئے۔ ان کی زمینیں اور جائیدادیں ہندوؤں کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔ اس طرح مسلمان ایک بار عظیم مالی اور سیاسی دشواریوں سے دو چار ہو گئے۔

2- تحریک خلافت نے مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس تحریک میں مسلم عوام کے ہر طبقے نے حصہ لیا۔ انھوں نے سیاسی احتجاج کے طریقے سیکھے اور ان کا عملی مظاہرہ کیا۔ مسلمان لیڈروں نے یورپ کے مختلف شہروں کے دورے کیے اور بڑی جرأت و بے باکی سے برطانوی زعماء کے سامنے خلافت اور مقامات مقدسہ کے بارے میں مسلمانوں کا نقطہ نظر پیش کیا۔ اس سے مسلمانوں میں سیاسی شعور کی نئی لہر پیدا ہوئی اور وہ میدان سیاست میں اپنے حریف ہندوؤں سے بھی آگے نکل گئے۔

3- تحریک خلافت سے قبل گاندھی کی شخصیت اتنی معروف اور اہم نہیں تھی۔ وہ ایک معمولی وکیل تھے۔ مسلمانوں نے اسے شہرت دے کر عوامی شخصیت بنا دیا۔ گاندھی نے سودیشی تحریک چلا کر عوام میں بڑی مقبولیت حاصل کی اور اب وہ کانگریس کا صف اول کا لیڈر بن گیا۔ اس نے ہندوستان کی آئندہ سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہندوؤں نے مہاتما کی حیثیت سے اس کی پرستش شروع کر دی۔ کانگریس کا کوئی لیڈر اب سیاسی میدان میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔

4- تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ چکا تھا لیکن گاندھی نے جس طرح مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر عدم تعاون کی تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کیا اس سے مسلمانوں کو دلی صدمہ ہوا۔ پنڈت نہرو اور لالہ راجپت رائے نے جیل سے مسٹر گاندھی کے نام ایک پیغام بھیجا:

"آپ نے ایک گاؤں کے چند آدمیوں کے قصور پر پورے ملک کو سزا دی۔"

5- تحریک خلافت علماء کو میدان سیاست میں لانے کا باعث بنی۔ اس سے قبل وہ صرف مساجد کے اندر ہی مذہبی سرگرمیوں میں معروف رہتے تھے لیکن تحریک کے دوران انھوں نے اپنے اپنے طرز عمل میں تبدیلی پیدا کی اور مسلمانان ہند کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے مسلمان قائدین کی جانب دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ مسلم طلباء نے بھی سرکاری سکولوں اور کالجوں کو خیر باد کہہ کر عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا انھوں نے "اپنی مدد آپ" کے اصول کو اپنا کر جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

6- برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت اور مقدس مقامات کے تحفظ کے لیے بے نظیر قربانیاں دیں۔ ان کے جوش و جذبہ سے خائف ہو کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برطانیہ علی الاعلان ترکوں کے خلاف یونانیوں کی کوئی مدد نہ کر سکا جس کے باعث مصطفیٰ کمال اتاترک نے یونانیوں کو ترکی کی سرزمین سے نکال باہر کیا۔

7- ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کی حفاظت کے لیے جس محبت اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا، اس سے عالمی برادری میں برصغیر کے مسلمانوں کا وقار بلند ہوا۔ ان کی بے مثال قربانیوں نے اتحاد عالم اسلام کے لیے راہ ہموار کی۔

8- تحریک خلافت نے برصغیر کے مسلمانوں کو پر جوش اور مؤثر قیادت عطا کی۔ تعلیم یافتہ نوجوان اب سیاسی میدان میں زیادہ سرگرم عمل دکھائی دینے لگے۔ اس عہد کے سیاسی راہنماؤں میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، سید سلیمان ندوی، مولانا حسرت موہانی، ظفر علی خاں اور احمد سعید دہلوی کے نام قابل ذکر ہیں۔

9- کانگریس اور مسلم علماء کی مشہور جماعت ''جمعیت علماء ہند'' کے درمیان تحریک خلافت کے دوران اتحاد کی فضا قائم ہوئی جو قیام پاکستان تک برقرار رہی۔ علماء اپنی سادگی کے باعث ہندوؤں کی مکارانہ سیاست کو نہ سمجھ سکے اور اکثریتی جماعت کانگریس کی مسلسل حمایت کرتے رہے۔ آخر چند علماء نے جمعیت علماء اسلام کے نام سے ایک نئی جماعت تشکیل کی جس نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔

10- تحریک خلافت کے خاتمے کے ساتھ ہی شدھی، سنگھٹن اور دیگر انتہا پسند ہندو جماعتوں نے برصغیر میں مسلمانوں کے خاتمے کے لیے متعدد تحریکوں کا آغاز کیا۔ جن سے دونوں قوموں کے درمیان اختلافات بڑھتے چلے گئے اور جلد ہی پورا ہندوستان ہندو مسلم فسادات کی لپیٹ میں آ گیا۔ مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان روزمرہ کا معمول بن گیا۔

11- تحریک خلافت سے قبل برصغیر کے مسلمانوں کا انداز فکر زیادہ تر بین الاقوامی تھا۔ وہ غیر ممالک کے مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بہت فکر مند رہتے تھے۔ تحریک کے بعد بھی اگرچہ ان کے دلوں میں دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے ہمدردانہ جذبات موجود رہے لیکن اب انھوں نے ہندوستان کے اندرونی حالات بالخصوص مسلمانوں کے مسائل کی طرف توجہ دینا شروع کر دی۔

12- تحریک خلافت اگرچہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی لیکن اس نے برصغیر میں برطانوی راج کو متزلزل کر دیا۔ اس تحریک میں ہندوستان کے تمام باشندے بلا امتیاز مذہب انگریز سامراج کے خلاف ڈٹ گئے جس سے برطانوی حکومت کے رعب و دبدبہ میں کمی آ گئی۔ تحریک کے دوران خود انگریزوں نے محسوس کیا کہ ان کی حکومت کے دن اب گنے جا چکے ہیں۔

تحریک کی ناکامی کے اسباب

تحریک خلافت اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکی۔ گو کہ اس نے مستقبل کی سیاست پر دوررس اثرات چھوڑے تاہم تاریخ میں اسے ایک ناکام تحریک سمجھا جاتا ہے۔ اس تحریک کی ناکامی کے اسباب درج ذیل تھے:

1- گاندھی کا آمرانہ فیصلہ:

تحریک خلافت جب اپنے عروج پر تھی اور ملک میں سول نافرمانی کا آغاز ہونے والا تھا مسٹر گاندھی نے عیاری سے کام لے کر چورا چوری کے واقعہ کو بہانہ بنا کر تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ گاندھی کے اس آمرانہ اور یک طرفہ اعلان سے مسلمان دل برداشتہ ہو گئے اور تحریک میں پہلے جیسا جوش و خروش نہ رہا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2- حکومت ترکیہ کا خلافت کو ختم کرنے کا اعلان:

مصطفیٰ کمال اتاترک نے یونانیوں کو شکست دے کر جدید ترکی کی آزاد ریاست کی بنیاد رکھی۔ خلافت کا مسئلہ اب حکومت برطانیہ کے دائرہ اختیار سے نکل کر ترکوں کے اپنے ہاتھ میں آ گیا۔ مارچ 1924ء میں گرینڈ نیشنل اسمبلی نے خلافت کو ختم کرنے کا اعلان کیا جس کی وجہ سے برصغیر میں تحریک خلافت خود بخود ختم ہو کر رہ گئی۔

3- خلافت فنڈ کو خورد برد کرنے کا الزام:

برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیا۔ بعض لوگوں نے جذبات کی رو میں بہہ کر اپنی زمینیں فروخت کر کے رقم چندہ میں جمع کروا دی۔ عورتوں نے اپنے قیمتی زیورات خلافت کمیٹی کی نذر کر دیے۔ کمیٹی نے جمع شدہ رقوم کا حساب دینے سے گریز کیا۔ تحریک کے بعض قائدین پر غبن اور خورد برد کے الزامات لگائے گئے۔ اس سے خلافت کمیٹی کی شہرت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

4- تحریک ہجرت:

تحریک ہجرت ایک جذباتی اور غیر دانشمندانہ تحریک تھی مسلمانوں نے اپنی قیمتی جائیدادیں' کاروبار' ساز و سامان اور زیورات کوڑیوں کے مول فروخت کر دیے۔ وہ اپنے گھر بار سے محروم ہو گئے، ہزاروں افراد ہجرت کے دوران ہلاک ہو گئے، جو زندہ بچے وہ شدید مالی مشکلات سے دوچار ہو گئے۔ ان حالات میں لوگوں نے تحریک کی سرگرمیوں میں حصہ لینا چھوڑ دیا۔

5- مقاصد میں فرق:

تحریک خلافت کی بنیاد ہندو مسلم اتحاد پر رکھی گئی تھی مگر دونوں قوموں کے اغراض و مقاصد مختلف تھے۔ مسلمانوں کے سامنے ایک خالصتاً مذہبی مسئلہ تھا۔ وہ خلافت اور مقامات متبرکہ کی حفاظت کے لیے بے چین تھے جبکہ ہندوؤں کو خلافت کے مسئلے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ گاندھی نے تحریک خلافت میں اس لئے مسلمانوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے جوش عمل سے بزدل ہندوؤں کی تربیت کا اہتمام کر سکیں۔

6- مسلم زعماء کی گرفتاری:

تحریک خلافت کے دوران صف اول کے مسلمان قائدین جیلوں میں بند کر دیے گئے۔ گرفتار ہونے والے لیڈروں میں علی برادران خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ تحریک خلافت کے روح رواں تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں مسٹر گاندھی تحریک کے ڈکٹیٹر بن گئے انھوں نے مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر تحریک عدم تعاون کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ گاندھی کے اس عاجلانہ فیصلے سے تحریک خلافت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

7- عارضی اتحاد:

تحریک خلافت کی بنیاد ہندو مسلم اتحاد پر رکھی گئی تھی۔ یہ اتحاد کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عمل میں نہیں آیا تھا بلکہ دونوں قوموں کے حکومت برطانیہ کے خلاف نفرت کے منفی جذبات کا نتیجہ تھا لیکن جلد ہی انتہا پسند ہندو تحریکوں شدھی اور سنگٹھن نے دونوں قوموں کے درمیان مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی اختلافات کو ہوا دے کر اس اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ جس سے تحریک خلافت کو شدید دھچکا لگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س7۔ تجاویز دہلی پر نوٹ لکھیں۔

جواب: ہندوستان میں نئے آئین کے نفاذ کے لئے کوششوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ برطانوی حکومت جو بھی آئین کا مسوہ تیار کرتے مسلمان یا ہندو اسے نامنظور کر دیتے۔ دوسری طرف ہندو جداگانہ انتخاب کو ہندو مسلم اتحاد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ 1927ء میں کانگریسی راہنما پنڈت موتی لال نہرو نے قائداعظم محمد علی جناح سے اپیل کی کہ اگر مسلمان جداگانہ انتخاب کے اصول سے دستبردار ہو جائیں تو مصالحت کی توقع کی جا سکتی ہے۔ قائداعظم نے جو اس وقت ہندوستان کی آزادی کے لیے دونوں قوموں کے اتحاد کو بہت ضروری سمجھتے تھے، 20 مارچ 1927ء کو دہلی میں سرکردہ مسلمان راہنماؤں کی ایک کانفرنس طلب کی اور باہمی صلاح و مشورے سے ہندو مسلم اتحاد اور برصغیر میں قیام امن کی خاطر جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا بشرطیکہ ہندو مسلمانوں کے چند مطالبات تسلیم کر لیں۔

تجاویز دہلی کے اہم نکات:

دہلی میں مسلمان راہنماؤں کی تجاویز کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1- سندھ کی ممبئی سے علیحدگی:

سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے ایک الگ صوبہ بنا دیا جائے۔

2- بلوچستان اور سرحد میں اصلاحات کا نفاذ:

دوسرے صوبوں کی مانند بلوچستان اور سرحد میں بھی اصلاحات نافذ کی جائیں۔

3- پنجاب اور بنگال میں مسلم نمائندگی:

پنجاب اور بنگال کی قانون ساز کونسلوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے نمائندگی دی جائے۔

4- مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی:

مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں مخصوص کی جائیں۔

5- مسلمانوں اور ہندوؤں کو مساوی مراعات:

مسلمان صوبہ سندھ، سرحد اور بلوچستان میں ہندوؤں کو وہی مراعات دیں گے جو مسلم اقلیت کے صوبوں میں ہندو مسلمانوں کو دیں گے۔

6- مسودہ قانون کی منظوری:

فرقہ وارانہ امور کے بارے میں اگر کسی قوم کے تین چوتھائی اراکین کسی مسودہ قانون کی مخالفت کریں تو اس مسودہ قانون پر غور نہیں کیا جائے گا۔

کانگریس کا ردِعمل:

کانگریس نے ان تجاویز کو تسلم کر لیا بعد ازاں مہاسبھا اور متعصب ہندو راہنماؤں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان تجاویز کو مسترد کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ جداگانہ طریق انتخاب سے دستبرداری کے فیصلے پر مسلم لیگ دوگروہوں میں بٹ گئی۔ سر محمد شفیع نے اس فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی علیحدہ تنظیم بنالی جو شفیع لیگ کے نام سے موسوم ہوئی۔

س8۔ سائمن کمیشن کی تجاویز پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

1919ء کی لارڈ چیمسفورڈ اصلاحات میں اعلان کیا گیا تھا کہ دس سال بعد ان اصلاحات کا جائزہ لے کر نیا آئین نافذ کیا جائے گا۔ برصغیر کے عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی اور انگریز مخالفت کے سبب برطانوی حکومت نے اس کام کو وقت سے پہلے شروع کر دیا۔ اصلاحات کے لیے 1919ء کی اصلاحات کا جائزہ لینے کا اعلان وائسرائے ہند لارڈ ارون نے 8 نومبر 1927ء کو کیا۔ اس اعلان پر ایک چھ رکنی کمیشن تشکیل دیا گیا۔ اس کمیشن کے تمام ارکان انگریز تھے۔ کمیشن کا سربراہ سر جان سائمن کو مقرر کیا گیا اس لیے اسے سائمن کمیشن کا نام دیا گیا۔

سائمن کمیشن کی سفارشات:

سائمن کمیشن کی آمد کے موقع پر مسلم لیگ دہلی مسلم تجاویز کی بناء پر پہلے ہی جناح لیگ اور شفیع لیگ میں منقسم ہو چکی تھی۔ اس موقعہ پر بھی جناح لیگ کمیشن کے مخالف اور شفیع لیگ کمیشن کے حق میں رہی۔ تاہم سیاسی جماعتوں نے کمیشن کو اپنی اپنی عرض داشتیں پیش کیں۔ اس موقع پر مسلم لیگ نے بھی کمیشن کو ایک عرضداشت پیش کی۔ بالآخر کمیشن نے دو حصوں پر مشتمل اپنی رپورٹ پیش کی جس کی سفارشات درج ذیل تھیں:

حصہ اول:

سائمن کمیشن نے اپنی رپورٹ کے حصہ اول میں برصغیر کے سیاسی اور معاشرتی حالات کا جائزہ پیش کیا۔

حصہ دوم:

حصہ دوم میں کمیشن نے آئینی اصلاحات سے متعلق اپنی سفارشات پیش کیں جو درج ذیل تھیں:

1- وفاقی طرز حکومت:

برصغیر میں وفاقی طرز حکومت رائج کیا جائے۔

2- صوبائی خودمختاری:

صوبوں میں دوعملی نظام حکومت ختم کر کے ان کو حتی الامکان صوبائی خودمختاری دی جائے۔

3- سندھ کی بمبئی سے علیحدگی:

سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے تاہم علیحدگی سے پہلے سندھ کے مالی وسائل سے متعلق مکمل چھان بین کی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4۔ صوبہ سرحد میں آئینی اصلاحات کا نفاذ:

صوبہ سرحد میں بعض اہم اور ضروری اصلاحات نافذ کر دی جائیں۔

5۔ جداگانہ طریق انتخابات کی برقراری:

جداگانہ طریق انتخابات کا سابقہ طریقہ برقرار رکھا جائے۔

6۔ اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کی آبادی سے زائد نمائندگی:

مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی سے زائد نشستیں دی جائیں۔

7۔ پنجاب اور بنگال میں مسلم نشستیں مخصوص کرنے سے انکار:

مسلم اکثریتی صوبے پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے نشستیں مخصوص نہ کی جائیں۔

8۔ ایک تہائی مسلم نمائندگی کی نامنظوری:

مرکزی کونسل میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی دیتے ہوئے ایک تہائی مسلم نمائندگی کا مطالبہ مسترد کیا جائے۔

9۔ صوبوں میں اقلیتوں کی نمائندگی کی منظوری:

تمام صوبائی وزارتوں میں اقلیتوں کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

10۔ مرکزی انتظامیہ کی حیثیت کی برقراری:

مرکزی انتظامیہ کی سابقہ حیثیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بڑے پیمانے پر کوئی ردوبدل نہ کیا جائے۔

حاصل کلام:

سائمن کمیشن کی مرتب کردہ بعض سفارشات کسی حد تک مسلم حقوق و مفادات کی ضامن تھیں۔ کانگریس نے اسی لئے کمیشن کی سفارشات کو مسترد کر دیا۔ اس کے برعکس کمیشن کی بعض سفارشات مسلم حقوق و مفادات کے تحفظ کے منافی تھیں اسی بناء پر مسلم لیگ نے اور دیگر مسلم جماعتوں نے بھی ان سفارشات کو مسترد کر دیا۔ الغرض سائمن کمیشن نہ تو ہندوؤں کو اور نہ ہی مسلمانوں کو مطمئن کر سکا۔ اس کی ناکامی سے آئینی بحران وسیع ہو گیا۔

س 9۔ نہرو رپورٹ پر مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

1927ء میں سائمن کمیشن کی ناکامی کے بعد وزیر ہند لارڈ برکن نے اعلان کیا:

”ہندوستانی حکومت کے خلاف ہمیشہ منفی نکتہ چینیاں کرتے رہتے ہیں وہ اپنی طرف سے کوئی مشترکہ دستوری فارمولا پیش کریں“۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائداعظم نے سب سے پہلے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ہندوستانیوں سے اپیل کی کہ وہ متحد ہو کر ایک قابل قبول مشترکہ دستوری فارمولا ترتیب دے کر اس چیلنج کا جواب دیں۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس نے بھی آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس مقصد کے لئے آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی۔ فروری 1928ء میں آل پارٹیز کانفرنس کا پہلا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا جس میں قائداعظم محمد علی جناح، موتی لال نہرو، مولانا محمد علی جوہر، پنڈت مدن موہن مالویہ، نواب محمد اسماعیل، مسز سروجنی نائیڈو اور شعیب قریشی نے شرکت کی 70 جماعتوں کی اس کانفرنس میں ہندو مہاسبھا کو بالادستی حاصل تھی۔

نہرو کمیٹی کا قیام:

پنڈت موتی لال نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ سر علی امام اور شعیب قریشی مسلمانوں کے نمائندے تھے۔ اس کمیٹی نے تین ماہ کی مدت میں ایک رپورٹ تیار کی جو نہرو رپورٹ کے نام سے موسوم ہوئی۔

نہرو رپورٹ کی اہم سفارشات

نہرو رپورٹ 1928ء کی اہم سفارشات مندرجہ ذیل تھیں:

1- جداگانہ طریق انتخاب کی مخالفت:

مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا طریقہ ختم کیا جائے کیونکہ یہ قومی جذبات کے خلاف ہے۔

2- پنجاب اور بنگال میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی کا خاتمہ:

پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت اپنے مفاد کا تحفظ بخوبی کر سکتی ہے لہٰذا ان صوبوں کے لیے آبادی کے تناسب کے لحاظ سے نمائندگی کا مطالبہ مسترد کر دیا جائے۔

3- مرکز میں ایک تہائی مسلم نمائندگی کی مخالفت:

مرکز میں مسلمانوں کے لیے 1/3 کی بجائے 1/4 نشستیں مخصوص کی جائیں۔

4- آبادی کے تناسب سے نمائندگی:

مسلم اقلیت والے صوبوں کے لیے آبادی کے تناسب کے مطابق مسلمانوں کی نشستوں کو قبول کر لیا گیا۔ لیکن ان کی اضافی نشستیں ختم کرنے کی سفارش کی گئی۔

5- سرحد میں ہندوؤں کے لئے اضافی نشستوں کا مطالبہ:

شمال مغربی سرحدی صوبے میں ہندو اقلیت کے لیے اضافی نشستوں کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6- سرحد میں اصلاحات کا مطالبہ:

صوبہ سرحد میں سیاسی اصلاحات کے نفاذ کی سفارش کی گئی۔ لیکن بلوچستان کو دانستہ نظر انداز کر دیا گیا۔

7- سندھ کی ممبئی سے علیحدگی:

سندھ کو بمبئی سے الگ کرنے کی سفارش کی گئی بشرطیکہ سندھ اپنے اخراجات میں خودکفیل ہو سکے۔

8- نوآبادیاتی نظام کا مطالبہ:

برصغیر کے لیے مکمل آزادی کی بجائے درجہ نوآبادیات کا مطالبہ کیا گیا جس میں دفاع اور امور خارجہ جیسے اہم محکمے انگریزوں کے سپرد ہوں گے۔

9- وحدانی طرز حکومت کی حمایت:

ہندوستان کے لیے "وحدانی طرز حکومت" کی سفارش کی گئی اور باقی ماندہ اختیارات مرکز کے سپرد کر کے مضبوط ترین مرکز کے قیام پر زور دیا گیا۔

10- مسودہ قانون کی نامنظوری:

اگر کسی قرارداد کو کسی قوم کے تین چوتھائی نمائندے اپنے لیے نقصان دہ قرار دیں تو اس قرارداد پر غور نہیں کیا جائے گا۔

قائداعظم کی تجویز کردہ ترامیم:

قائداعظم کی دلی خواہش تھی کہ ہندو مسلم اتحاد کی کوئی صورت نکل آئے لہذا آپ نے 22 دسمبر 1928ء کو آل پارٹیز کلکتہ کنونشن میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے نہرو رپورٹ میں مندرجہ ذیل چار ترامیم پیش کیں:

(i) مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی دی جائے۔

(ii) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو آبادی کے لحاظ سے نمائندگی دی جائے۔

(iii) سندھ کی بمبئی سے علیحدگی اور سرحد میں اصلاحات کو نہرو رپورٹ سے منسلک نہ کیا جائے۔

(iv) صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے۔

قائداعظم کی تجاویز پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس نے ان تمام ترامیم کو مسترد کر دیا۔

نہرو رپورٹ کے اثرات

1- ہندو مسلم اتحاد کا خاتمہ:

نہرو رپورٹ کے بعد ہندو مسلم اتحاد کے امکانات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح بھی جو ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے: "آج سے ہماری اور ہندوؤں کی راہیں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

2- متحدہ دستوری فارمولا پیش کرنے میں ناکامی:

ہندوستان کے لیے ایک متفقہ دستوری خاکہ پیش کرنے کے لیے پنڈت موتی لال نہرو کی زیر صدارت ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی تاکہ وزیر ہند لارڈ برکن ہیڈ کے چیلنج کا جواب دیا جا سکے۔ لیکن یہ کمیٹی حصول مقصد میں ناکام رہی اور اس نے جو رپورٹ تیار کی وہ مخصوص ہندو عزائم کا مظہر تھی۔ اس لیے مسلمانوں نے اسے مسترد کر دیا۔

3- مسلم زعماء کی مایوسی:

نہرو رپورٹ میں چونکہ مسلمانوں کے تمام جائز مطالبات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اس لیے ہر طبقۂ فکر کے مسلمانوں نے اس رپورٹ کی شدید مذمت کی۔ مولانا محمد علی جوہر نے جو ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اسے "ہندو غلبے" سے تشبیہ دی۔ سر آغا خاں نے کہا کہ "کوئی باشعور انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ مسلمان ان ذلت آمیز تجاویز کو قبول کر سکتے ہیں۔"

4- ہندو مسلم فسادات:

نہرو رپورٹ ہندوؤں کی پست ذہنیت اور روایتی تنگ نظری کی آئینہ دار تھی۔ اس کی اشاعت کے ساتھ ہی دونوں قوموں کے درمیان پرانے اختلافات ایک بار پھر پوری شدت سے ابھر آئے۔ پورے ملک میں فتنہ وفساد کے دروازے کھل گئے۔ ہندوؤں کی مذہبی تحریکوں نے فرقہ وارانہ کشیدگی کو مزید فروغ دیا۔

5- مسلم اتحاد کی ضرورت:

نہرو رپورٹ نے مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ ان کی صفوں میں اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اسی مقصد کے لیے مسلمان راہنماؤں نے یکم جنوری 1929ء کو دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس طلب کی مسلم کانفرنس نے ایک بار پھر حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈالا کہ مسلمانوں کے تمام جائز مطالبات تسلیم کیے جائیں۔ قائداعظم نے بھی مارچ 1929ء میں دہلی میں مسلم لیگ کا اجلاس طلب کیا۔ محمد علی جناح اور دوسرے مسلمان راہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کے دونوں گروہ متحد ہو جائیں تاکہ برصغیر میں ہندوؤں کی متعصبانہ روش سے پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کیا جا سکے۔

حاصل کلام:

نہرو رپورٹ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کانگریس ہندو مہا سبھا کے زیر اثر مسلمانوں کے حقوق ومفادات کو سلب کرنا چاہتی ہے اور وہ کوئی ایسا آئین تیار نہیں کرے گی جس میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کی ضمانت موجود ہو۔ یہ رپورٹ درحقیقت میثاق لکھنو اور تجاویز دہلی کی متکبرانہ نفی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیادتوں کے جنوں میں جن کے قدم لہو سے رنگے ہوئے ہیں
یہ میرے بس میں نہیں ہے لوگو کہ انکو عزت مآب لکھوں
یہی بہت ہے کہ ان لبوں کو مبدا سے محروم کر کے رکھ دوں
مگر یہ کیسی مصالحت ہے سمندروں کو سراب لکھوں

س10۔ قائداعظمؒ کے چودہ نکات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

نہرو رپورٹ کی ناکامی اور مسلمان راہنماؤں کی طرف سے تنقید سے برصغیر کے سیاسی حالات مزید خراب ہو گئے۔ چنانچہ قائداعظم نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے چودہ نکات پر مشتمل ایک رپورٹ مرتب کی۔ 31 مارچ 1929ء کو مسلم لیگ کا اجلاس قائداعظم کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوا اس میں مسلمانوں کے آئینی اور سیاسی مطالبات کو ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیا گیا یہ مطالبات برصغیر کی تاریخ میں چودہ نکات کے نام سے مشہور ہیں۔

قائداعظم کے چودہ نکات

قائداعظم کے چودہ نکات مندرجہ ذیل ہیں:

1- وفاقی آئین:

ملک کا آئندہ آئین وفاقی طرز کا ہو جس میں زیادہ تر اختیارات صوبوں کو حاصل ہوں۔

2- صوبائی خود مختاری:

تمام صوبوں کو مساوی بنیاد پر صوبائی خود مختاری دی جائے۔

3- اقلیتوں کی مؤثر نمائندگی:

ملک کی تمام قانون ساز مجالس اور انتخابی اداروں کی تشکیل اس طرح کی جائے کہ تمام صوبوں میں اقلیتوں کو مؤثر نمائندگی حاصل ہو اور کسی اکثریت کو گھٹا کر اقلیت میں تبدیل نہیں کیا جائے۔

4- جداگانہ انتخاب کا اصول:

جداگانہ انتخاب کا طریقہ بدستور برقرار رکھا جائے لیکن ہر فرقہ کو حق حاصل ہوگا کہ وہ جب چاہے مخلوط انتخاب کا طریقہ قبول کر لے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5- سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات کا نفاذ:

ملک کے دوسرے صوبوں کی طرح سرحد اور بلوچستان میں بھی اصلاحات نافذ کی جائیں۔

6- سندھ کی علیحدگی:

صوبہ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے مکمل صوبے کا درجہ دیا جائے اور اس میں اصلاحات نافذ کی جائیں۔

7- مقننہ میں مسلمانوں کی نمائندگی:

مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہ ہو۔

8- سرکاری ملازمتوں میں حصہ:

مسلمانوں کو تمام سرکاری اور خود مختار اداروں کی ملازمتوں میں مناسب حصہ دیا جائے۔

9- صوبائی حدود میں تبدیلی:

صوبوں کی حدود میں کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جائے جس کا اثر صوبہ پنجاب، سرحد اور بنگال کی مسلم اکثریت پر پڑے۔

10- مکمل مذہبی آزادی:

ملک کی تمام قوموں کو مکمل مذہبی آزادی، عبادات، رسومات، تبلیغ، اجتماع اور عقیدے کی آزادی کی ضمانت دی جائے۔

11- وزارتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی:

تمام مرکزی اور صوبائی وزارتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی کم از کم ایک تہائی ہونی چاہیے۔

12- مسودہ قانون کی منظوری کا طریقہ کار:

کوئی ایسا مسودہ قانون، قرارداد یا تحریک منظور نہ کی جائے اگر کسی قوم کے تین چوتھائی اراکین اس کی مخالفت کریں۔

13- مسلم تہذیب و ثقافت کا تحفظ:

مسلم ثقافت، تعلیم، زبان، مذہب اور شخصی قوانین کے تحفظ اور فروغ کے لیے دستور میں مناسب اہتمام کیا جائے۔ مسلم خیراتی اداروں کے تحفظ کے ساتھ ساتھ حکومت اور خود مختار اداروں کی طرف سے ان کے لیے امدادی عطیات کا بھی اہتمام کیا جائے۔

14- آئین میں ترمیم کا اصول:

دستور میں اس وقت تک کوئی ترمیم نہ کی جائے جب تک وفاق میں شامل تمام صوبے اور ریاستیں اس کی منظوری نہ دے دیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائداعظم کے چودہ نکات کی اہمیت

قائداعظم کے چودہ نکات برصغیر کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں' ان کے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے:

1- مسلم اتحاد:

تجاویز دہلی کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ دو گروہوں میں بٹ گئی تھی ایک گروہ جس کی قیادت سر محمد شفیع کر رہے تھے، شفیع گروپ اور دوسرا جناح گروپ کہلایا۔ لیکن چودہ نکات نے اس تقسیم کی حوصلہ شکنی کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کو قائداعظم کی بصارت سے واقفیت ہوئی اور انہیں مستقبل کا راہنما میسر آیا۔

2- نہرو رپورٹ کا جواب:

نہرو رپورٹ کے ذریعے ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر برصغیر میں ایک ایسا نظام رائج کرنا چاہتے تھے جس کا مقصد ہندو ریاست کا قیام تھا۔ چودہ نکات نے ان کے اس خواب کے تعبیر نہ بننے کی راہ ہموار کی۔

3- مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی:

قائداعظم کے چودہ نکات مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ ان میں اسلامی تہذیب' ثقافت' زبان' تعلیم' مذہب' شخصی قوانین اور خیراتی اداروں کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا۔ ان کی اشاعت پر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

4- قائداعظم کی سیاسی بصیرت کا شاہکار:

قائداعظم کا چودہ نکاتی فارمولا آپ کی سیاسی بصیرت کا شاہکار تھا۔ مولانا محمد علی جوہر نے قائداعظم کی فراست اور دانشمندی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو ''اتحاد کی کمان'' کہا۔

5- مطالبہ پاکستان کا نقطہ آغاز:

قائداعظم کے چودہ نکات مسلمانان ہند کے جذبات کے ترجمان تھے لیکن ہندوؤں نے ان مطالبات کو یکسر مسترد کر دیا۔ ہندوؤں کی اس متعصبانہ روش نے واضح کر دیا کہ اب ہندوؤں کے ساتھ تعاون کر کے مسلمان اپنے حقوق و مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتے بلکہ انھیں خود اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کے مطالبے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اس طرح قائداعظم کے چودہ نکات مطالبہ پاکستان کے ضمن میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں، نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوؤں کا ردعمل:

آل انڈیا نیشنل کانگریس اور ہندوؤں کی دیگر تنظیموں نے قائداعظم کے چودہ نکات کو مسترد کر دیا۔ ہندو مہا سبھا کے لیڈر ڈاکٹر مونجے نے ان نکات کو متحدہ قومیت کے منافی اور سندھ کی علیحدگی کو عیاشی قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہندو انھیں کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ چودہ نکات کے اعلان سے قبل مسٹر گاندھی نے قائداعظم کو پیش کش کی تھی کہ میں آپ کو اپنا دستخطی کورا چیک دیتا ہوں آپ جس قدر رقم چاہیں درج کر لیں لیکن جب قائداعظم نے چودہ نکات کانگریس کی منظوری کے لیے پیش کیے تو گاندھی نے بوکھلا کر کہا:

"میں ذاتی طور پر ہر چیز کو قبول کر لینے کے لیے تیار ہوں لیکن کانگریس کی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

قائداعظم کے چودہ نکات نے یہ بات واضح کر دی کہ ہندو اور مسلمان دو ایسے راستوں پر چل رہے ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے۔

حاصل کلام:

المختصر یہ نکات قائداعظم کے تدبر اور فہم و فراست کا بین ثبوت ہیں۔ انھوں نے قائداعظم کی شہرت کو چار چاند لگا دیے۔ نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی آپ کی علمی اور سیاسی بصیرت کے قائل ہو گئے۔ درحقیقت قائداعظم محمد علی جناح نے یہ نکات ہندوؤں کی متعصبانہ روش سے مجبور ہو کر مسلمانان ہند کے حقوق کے تحفظ کے لیے مرتب کیے تھے۔ ہندو کانگریس نے انھیں مسترد کر کے ایک بار پھر اپنی مسلم آزادی کی روش کا ثبوت دیا۔ ہندوؤں کی یہ روش قیام پاکستان کی تحریک میں مسلمانوں کے لیے بڑی مدد و معاون ثابت ہوئی۔

س 11۔ علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

نہرو رپورٹ 1928ء میں پیش کی گئی جسے مسلمانوں نے ماننے سے انکار کر دیا جبکہ 1929ء میں قائداعظم نے مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے چودہ نکات پیش کیے جنھیں ہندوؤں نے ماننے سے انکار کیا۔ لہٰذا برطانوی حکومت نے 1930ء میں برصغیر کے سیاسی مسائل کے حل کے لیے لندن میں گول میز کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا۔ قائداعظم سمیت تمام بڑی بڑی شخصیات گول میز کانفرنس میں شرکت کے سلسلے میں لندن میں تھیں لہٰذا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الٰہ آباد کی صدارت کرنے کے لیے علامہ اقبال کا نام چنا گیا۔

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا میرے آئینۂ ادراک میں ہے
نہ ستارے میں ہے نہ گردشِ افلاک میں ہے
تیری تقدیر میرے نالۂ بے باک میں ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اجلاس کا انعقاد:

آل انڈیا مسلم لیگ کا 21 واں سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی ایماء پر علامہ محمد اقبالؒ کی سربراہی میں 29 دسمبر 1930ء کو صبح 11 بجے الہٰ آباد میں منعقد ہوا۔ حاجی سید محمد حسین کی استقبالیہ تقریر کے بعد علامہ اقبال نے اپنا تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ انگریزی میں تھا جسے بعد میں روزنامہ "انقلاب" کے ایڈیٹر غلام رسول مہر نے اُردو میں ترجمہ کر کے جنوری 1931ء میں شائع کیا۔

☆ علامہ اقبال کا صدارتی خطبہ:

علامہ اقبال نے اپنے صدارتی خطبہ میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کی نشاندہی کی:

1- مسلمانوں کی علیحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان:

آپ نے 1930ء میں مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"انڈیا ایک برصغیر ہے ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جداگانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔"

2- مغربی طرز جمہوریت کی مذمّت:

ڈاکٹر محمد اقبال جمہوری نظام کے زبردست مخالف تھے۔ گوکہ آج یہ نظام پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ لیکن امت مسلمہ کے مسائل کا حل اس میں موجود نہیں ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے نزدیک دنیا کے معاشرتی وسیاسی مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

3- علیحدہ مسلم ریاست کا تصور:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ علیحدہ مسلم ریاست کے قیام پر زور دیتے تھے۔ آپ نے 1930ء میں خطبہ الہٰ آباد میں علیحدہ مملکت کا تصور دیا۔

آپ نے فرمایا:

"میں چاہتا ہوں کہ پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ایک ریاست میں مدغم ہو جائیں۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے یا باہر خود مختاری کا اصول اور شمال مغربی علاقوں میں ایک مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے۔"

4- دوقومی نظریہ کا تصوّر:

علامہ اقبال نے 1930ء کے صدارتی خطبہ الہٰ آباد میں دوقومی نظریے کی حمایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں ان میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے وہ ہندوستان میں اپنی ایک الگ حیثیت قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں نمایاں فرق ہے اور میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی بنیادوں پر آزادانہ شوریٰ (انتخاب اور پارلیمنٹ) کا حق حاصل ہو جائے۔"

5- نسلی اور وطنی امتیاز کا خاتمہ:

علامہ اقبال نسلی اور وطنی امتیازات کے زبردست مخالف تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"اس وقت قوم اور وطن کا تصور مسلمانوں کی نگاہوں میں نسل کا امتیاز پیدا کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام کے انسانیت پرور مقاصد کا اثر کم ہو رہا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ نسلی احساسات فروغ پاتے پاتے ایسے اصول قائم کر دیں جو تعلیمات اسلام کے مخالف ہی نہیں ان کے بالکل متضاد ہوں۔"

6- اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں:

علامہ اقبال سمجھتے تھے کہ اسلام دین کامل ہے جو نہ صرف سیاسی مسائل کا حل پیش کرتا ہے بلکہ مذہبی، سماجی اور قانونی معاملات میں بھی مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"اسلام زندگی کی وحدت کو سلب نہیں کرتا۔ وہ مادے اور روح کو نا قابل اتحاد قرار نہیں دیتا۔ اسلام میں خدا اور کائنات روح اور مادہ، کلیسا اور ریاست ایک ہی کل کے مختلف اجزاء ہیں۔ انسان کسی ایسی ناپاک دنیا کا باشندہ نہیں ہے جسے ایک روحانی دنیا کی خاطر جو کسی دوسری جگہ واقع ہو ترک کیا جا سکے۔"

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا بشیری ہے آئینہ دار نذیری

7- اسلام ایک زندہ طاقت ہے:

1930ء کو الہٰ آباد کے مقام پر علامہ اقبال نے اسلام کی ابدیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

"آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے آپ نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس امر سے مایوس نہیں ہوا کہ اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے، جو انسانی ذہن کو نسل اور وطن کی قیود سے آزاد کرا سکتی ہے، جس کا تصور ہے کہ مذہب کو فرد یا ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور جس کا ایمان ہے کہ اسلام بذات خود تقدیر ہے۔ وہ کسی تقدیر کے تابع نہیں۔"

8- اسلام افراد کو منظم کرنے کی طاقت

علامہ اقبال کے نزدیک اسلام ہی ایک واحد طاقت ہے جو منتشر افراد کو منظم کر کے ایک قوم میں بدل سکتا ہے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اسلام ہی ایک ایسا جزوترکیبی تھا جس سے مسلمانانِ ہند کی تاریخ حیات متاثر ہوئی۔ یہ وہ بنیادی جذبات اور وفاداریاں وجود میں لایا جنھوں نے رفتہ رفتہ منتشر افراد اور جماعتوں کو یکجا کر دیا۔ بالآخر ان لوگوں نے ایک واضح قوم کی صورت اختیار کر لی۔ درحقیقت یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ دنیا میں شاید ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں اسلام نے افراد کو منظم کرنے کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔"

9- متحدہ قومیت کی تردید:

1930ء کو الٰہ آباد کے مقام پر علامہ اقبال نے برصغیر میں متحدہ قومیت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان انسانوں کا ایسا براعظم ہے جس میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور مختلف مذاہب کی پیروی ہوتی ہے۔ ہندو خود بھی ایک متحدہ گروہ نہیں ہیں۔ ہندوستان میں یورپی جمہوریت کا اصول حقائق کو نظرانداز کر کے نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستانی قومیت کا نعرہ لگا کر مسلمانوں پر اکثریت کی مطلق العنان حکومت قائم کر کے حالات بہتر نہیں ہو سکتے مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کو مانے بغیر کوئی وفاقی نظام کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

10- برصغیر کی حالت زار:

علامہ اقبالؒ نے برصغیر کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان کی سیاسی غلامی ایشیا بھر کے لامتناہی مصائب کا سرچشمہ بن رہی ہے۔ اس غلامی نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے اور اس سرزمین کو اظہارِ خودی کی اس مسرت سے یکسر محروم کر دیا ہے جس کی برکت سے یہ کبھی ایک عظیم الشان اور درخشندہ ثقافت کی تخلیق کا موجب بنی۔"

11- نصب العین کا تعین:

علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ الٰہ آباد میں نصب العین کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان اور ایشیا کی طرف سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں ان سے ہم اس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جب تک ہمارا نصب العین متعین نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے ہم سب پختہ عزم نہ کر لیں۔"

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا   جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں

12- آزاد مسلم مملکت کے فوائد:

علامہ اقبالؒ نے آزاد مسلم مملکت کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلم مملکت کا میرا یہ مطالبہ ہندوستان اور اسلام دونوں کے لیے منفعت بخش ثابت ہوگا۔ ہندوستان کو اس سے حقیقی امن اور سلامتی کی ضمانت مل جائے گی جو قوتوں کے توازن کا فطری نتیجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی اور اسلام کو اس سے موقع میسر آ جائے گا کہ وہ اپنے قوانین تعلیم اور ثقافت کو پھر سے زندگی اور حرکت عطا کر سکے اور انہیں عصر حاضر کی روح کے قریب آنے کے قابل بنا سکے۔"

13- مسلم اتحاد کی ضرورت

علامہ اقبال نے اتحاد بین المسلمین کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

"میں فرقہ وارانہ مسائل کے تصفیہ سے ناامید نہیں ہوں لیکن میں آپ سے یہ احساس نہیں چھپا سکتا کہ موجودہ نازک حالات کے ازالہ کے لیے مستقبل قریب میں آزادانہ جدوجہد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب پوری قوم میں اس کا عزم موجود ہو اور ان کے تمام ارادے ایک مرکز پر مرکوز ہوں۔"

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کا شغر

14- فرقہ واریت کی مذمت:

آپ نے برصغیر میں فرقہ واریت کی شدید مذمت کی اور دوسری قوموں کی مذہبی اقدار کے تحفظ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"وہ فرقہ واریت جو دوسری اقوام سے نفرت اور خواہی کا درس دے اس کے گھٹیا اور سفلی ہونے میں کوئی تامل نہیں۔ میں دوسری قوموں کے قوانین، رسوم، معاشرت اور مذہبی اقدار کی دل سے قدر کرتا ہوں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا یہ فرض عین ہوگا کہ وقت ضرورت "احکام قرآنی" کے تقاضوں کے مطابق ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کروں۔"

ملت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر اسلام اے فقیہو! ممنون ہے تمہارا

15- سائمن کمیشن کی سفارشات پر تنقید

سائمن کمیشن کی سفارشات پر تنقید کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"سائمن کمیشن نے بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی آئینی اکثریت کی سفارش نہ کر کے ان کے ساتھ ایک بڑی ناانصافی کی ہے۔ مسلمان ہندوستان میں کسی ایسی آئینی تبدیلی کو قبول نہیں کریں گے جس کے تحت وہ بنگال اور پنجاب میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے اکثریت حاصل نہ کر سکیں یا مرکزی مجلس قانون ساز میں انھیں 33 فیصد اکثریت حاصل نہ ہو۔"

ہندوؤں کا ردعمل

ہندوؤں نے علامہ اقبال کے اس خطبے پر شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ الہ آباد کے اخبار "لیڈر" نے لکھا:

"گول میز کانفرنس میں برطانوی اور ہندوستانی حلقے اس بات پر سخت ناراض ہیں کہ اقبال نے یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجویز عین اس وقت پیش کی جب کانفرنس آل انڈیا آئین کی تیاری میں معروف ہے۔"

ایک متعصب ہندو اخبار "پرتاب" نے اس خطبہ پر جو اداریہ لکھا اس کا عنوان تھا "شمالی مغربی ہندوستان کا ایک خطرناک مسلمان" اس میں علامہ اقبال کے متعلق جنونی، متعصب، زہریلا اور تنگ نظر کے الفاظ استعمال کیے گئے ایک ہندو لیڈر بی۔ سی پال نے اس خطبہ صدارت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

"اقبال ہندوستان میں دوبارہ ایک اسلامی مملکت کا خواب دیکھ رہا ہے۔"

برطانوی حکومت کا ردعمل

علامہ اقبال کے مسلم ریاست کے تصور سے متاثر ہو کر جب چوہدری رحمت علی نے 1933ء میں پنجاب، سرحد، بلوچستان، سندھ اور کشمیر پر مشتمل اسلامی ریاست قائم کرنے کی تجویز پیش کی تو برطانوی پارلیمنٹ نے فوری طور پر اس کا نوٹس لیا۔ ایک رکن پارلیمنٹ نے اسے ہندوستان میں "خانہ جنگی کا پیش خیمہ" قرار دیا۔ دوسرے رکن نے مسلمانوں کی بجائے ہندوؤں پر زیادہ انحصار کرنے کا مشورہ دیا۔ سٹیٹس مین نے اس مطالبہ کی تفصیلات پر بحث کرتے ہوئے اسے "عہد رفتہ کی مغل شان و شوکت کے احیاء کا خواب پاکستان" قرار دیا۔

خطبہ الٰہ آباد کی اہمیت

علامہ اقبال کا خطبہ صدارت تاریخ برصغیر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے خطبہ الٰہ آباد میں برصغیر کے مستقبل کا خاکہ پیش کیا۔ اسی خطبے کی بنا پر آپ کو تصور پاکستان کا خالق کہا جاتا ہے۔

1۔ خطبہ الٰہ آباد کو پاکستان کی نظریاتی اساس قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر علیحدہ ریاست کا قابل عمل تصور پہلی بار پیش کیا گیا۔

2۔ خطبہ الٰہ آباد نے مسلمانوں کے لیے منزل متعین کر دی۔ پھر اس کے حصول کے لیے تحریک آزادی تحریک پاکستان بنی۔

3۔ خطبہ الٰہ آباد اقبال کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

4۔ خطبہ الٰہ آباد بلاشبہ پاکستان کی جدوجہد کا پہلا فیصلہ کن قدم ہے۔

حرف اختتام:

الغرض خطبہ الٰہ آباد مسلمانوں کی سوچ کے باغ میں ایک ایسا قد آور درخت بنا جس کے سائے کوئی اور درخت اگا تو بونا لگا۔ یہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ کا اہم ترین دن تھا، جب ان کا تمام مسائل کا واحد حل تلاش کر لیا گیا اور سینے میں دھڑکتے دلوں نے آس باندھ لی کہ آخر ایک دن............

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش ؎ اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 12۔ گول میز کانفرنسوں پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

1927ء سائمن کمیشن کی ناکامی کے بعد آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی جس میں موتی لال نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی قائم کی گئی تاکہ مستقبل کے دستور کے بارے میں اپنی سفارشات مرتب کر سکے۔ نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے حقوق و مطالبات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا جسکی وجہ سے مسلمانوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ نہرو رپورٹ کے جواب میں قائداعظم نے 1929ء میں چودہ نکات پیش کیے ان نکات میں مسلمانوں اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا تھا مگر ہندوؤں نے انہیں سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ بالآخر وائسرائے ہند لارڈ اردن نے برطانیہ میں گول میز کانفرنس بلانے کا اعلان کر دیا تاکہ تمام سیاسی جماعتوں کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر کے برصغیر کے سیاسی مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔

پہلی گول میز کانفرنس:

برطانوی وزیراعظم میکڈانلڈ نے 12 نومبر 1930ء کو پہلی گول میز کانفرنس کا آغاز کیا جو 19 جنوری 1931ء تک جاری رہی۔

کانفرنس میں شریک نمائندوں کی تعداد:

پہلی گول میز کانفرنس میں کل 72 ہندوستانی نمائندوں نے شرکت کی۔ ہندوستانی نمائندوں میں 16 نمائندے مسلمان تھے۔ مسلمان نمائندوں میں سے قابل ذکر سر آغا خان، قائداعظم محمد علی جناح اور مولانا محمد علی جوہر تھے۔ ان کے متفقہ قائد سر آغا خان اور نائب قائد میاں محمد شفیع تھے۔

کانفرنس میں طے پانے والے امور:

پہلی گول میز کانفرنس میں متفقہ طور پر درج ذیل امور طے پائے گئے:

1- وفاقی نظام حکومت:

ہندوستان کے لیے سب سے مناسب طرز حکومت ریاستوں اور صوبوں پر مشتمل وفاقی نظام حکومت ہے۔

2- صوبائی خودمختاری کا قیام:

صوبوں میں رائج دوعملی نظام حکومت کو ختم کر کے مکمل صوبائی خودمختاری کے لیے صوبوں میں ذمہ دار حکومت کا قیام ضروری ہے۔

3- سندھ کی بمبئی سے علیحدگی:

سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اس غرض کے لیے سندھ کی مالی معاملات کی جانچ پڑتال کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے نیز سندھ کی علیحدگی کے ساتھ ساتھ سندھ میں بھی دیگر صوبوں کی طرح مکمل ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4- صوبہ سرحد میں اصلاحات کا نفاذ:

شمال مغربی سرحدی صوبہ میں اصلاحات نافذ کرتے ہوئے اسے مکمل صوبے کا درجہ دیا جائے۔

کانفرنس میں طے نہ پانے والے امور:

پہلی گول میز کانفرنس میں دستور کی تیاری کے لیے آٹھ ذیلی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ وفاقی نظام حکومت کی تفصیلات واقلیتی امور کے مسائل کے حل کے لیے دو ذیلی کمیٹیاں قائم کی گئیں جو اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہیں۔ درج ذیل امور جو ان کمیٹیوں کے ذمے لگائے گئے، طے نہ پا سکے تھے۔

1- تقسیم اختیارات:

مرکز اور صوبائی اختیارات کی تقسیم نہ ہو سکی۔

2- دیسی ریاستوں کی حیثیت کا تعین:

وفاقی نظام حکومت میں ہندوستانی دیسی ریاستوں کی حیثیت طے نہ ہو سکی۔

3- جداگانہ طریق انتخابات:

مسلمانوں کا جداگانہ انتخابات کا حق ہندو مخالفت کے باعث قبول نہ کیا گیا۔

4- مرکز میں ایک تہائی مسلم نمائندگی:

مرکز میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی کو بھی منظور نہ کیا گیا۔ ہندو مہاسبھا کے لیڈر مسٹر جے کار نے اسکی شدید مخالفت کی۔

5- مسلم نشستیں مختص نہ کرنا:

صوبہ پنجاب و بنگال میں مسلم اکثریت کی بناء پر قانون ساز اداروں میں مسلم نشستیں مختص نہ کی گئیں۔

پہلی گول میز کانفرنس کی ناکامی:

پہلی گول میز کانفرنس مجموعی طور پر ناکام ہو گئی۔

دوسری گول میز کانفرنس

دوسری گول میز کانفرنس 7 ستمبر 1931ء میں شروع ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گاندھی ارون معاہدہ اور کانفرنس:

حکومت برطانیہ نے کانگریس کو اجلاس میں شریک کرنے کے لیے گاندھی جی سے ایک معاہدہ کیا جسے گاندھی' ارون پیکٹ' کا نام دیا گیا اس معاہدے کی رو سے کانگریس نے سول نافرمانی کی تحریک ختم کر کے گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کا اعلان کیا۔ کانگریس کی نمائندگی تنہا گاندھی جی نے کی۔

مسلم لیگ کا وفد:

مسلم لیگ کی طرف سے قائداعظم' علامہ اقبال اور سر محمد شفیع نے شرکت کی۔

کمیٹیوں کی تشکیل:

اقلیتی امور کی کمیٹی میں جب فرقہ وارانہ مسائل زیر بحث آئے تو گاندھی جی نے ہندوستان کی کسی بھی قوم کو اقلیت ماننے سے انکار کر دیا اور انگریز حکومت پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ کانگریس برصغیر کے تمام لوگوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ انگریزوں کی آمد سے قبل تمام قومیں مل جل کر زندگی بسر کرتی تھیں۔ انگریزوں نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے ان کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کر دی۔ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد یہ اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

گاندھی کی ہٹ دھرمی:

گاندھی جی کی ہٹ دھرمی سے مجبور ہو کر مسلمانوں' اچھوتوں اور سکھوں نے آپس میں ایک سمجھوتہ کر لیا ان تمام فرقوں نے جداگانہ انتخاب کی پر زور حمایت کی۔ نومبر 1930ء میں اقلیتوں کے مطالبات جب اقلیتی امور کی کمیٹی کے سامنے پیش کیے گئے تو گاندھی نے یہ کہہ کر انھیں مسترد کر دیا کہ:

"اقلیتوں کی نمائندگی کا حق صرف کانگریس کو حاصل ہے۔"

گاندھی جی کی ضد اور مسلم آزاد پالیسی کی وجہ سے یہ کانفرنس بھی ناکام ہو گئی۔

کمیونل ایوارڈ:

جب ہندوستانی راہنما فرقہ وارانہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہے تو حکومت نے اپنی طرف سے چند تجاویز پیش کیں جنھیں کمیونل ایوارڈ کا نام دیا گیا اس کی رو سے یہ طے پایا:

(i) مسلمانوں اور برصغیر کی تمام دوسری اقلیتوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا اصول تسلیم کر لیا گیا۔

(ii) مسلم اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی تعداد سے زیادہ نمائندگی دی گئی۔

(iii) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے کم نمائندگی کی سفارش کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پونا پیکٹ:

کمیونل ایوارڈ کی رو سے اچھوتوں کو بھی جداگانہ انتخاب کا حق دیا گیا جس پر گاندھی اور دوسرے کانگریسی راہنماؤں نے شدید احتجاج کیا۔ گاندھی نے اس فیصلے کے خلاف مرن برت رکھ لیا۔ بالآخر اچھوتوں کے لیڈر "امبیدکر" نے کانگریس کے اصرار سے مجبور ہو کر جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا۔ دسمبر 1932ء میں فریقین کے مابین پونا کے مقام پر ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے اچھوت جداگانہ انتخاب کے اصول سے دستبردار ہو گئے اور مخلوط انتخابات میں ان کے لیے چند نشستیں مخصوص کر دی گئیں۔ حکومت برطانیہ نے بھی پونا پیکٹ کو تسلیم کر لیا۔

تیسری گول میز کانفرنس

تیسری گول میز کانفرنس کے اجلاس 17 نومبر 1932ء سے 24 دسمبر 1932ء تک جاری رہے۔

کانگریس اور کانفرنس:

ہندو کانگریس نے اس اجلاس کا بھی بائیکاٹ کیا۔

قائداعظم اور کانفرنس:

قائداعظم کو چونکہ شرکت کی دعوت نہیں دی گئی تھی اس لیے آپ بھی اس کانفرنس میں شریک نہ ہو سکے۔

کمیٹیوں کی رپورٹس پر غور:

اس کانفرنس میں ذیلی کمیٹیوں کی تیار کردہ رپورٹوں پر غور و فکر کیا گیا۔ چونکہ ہندوستانی لیڈر کسی حتمی نتیجے پر نہ پہنچ سکے اس لیے چند نشستوں کے بعد یہ کانفرنس اختتام کو پہنچی۔ پہلی دونوں کانفرنسوں کی طرح یہ کانفرنس بھی ناکامی کا شکار ہو گئی۔

ناکامی:

گول میز کانفرنسیں برصغیر کے آئینی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے طلب کی گئی تھیں لیکن ہندو کانگریس کی مسلم آزار پالیسی کے باعث یہ کانفرنسیں اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہیں گاندھی جی اور دوسرے ہندو لیڈروں نے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آئینی اقدامات کرنے سے گریز کیا ان حالات میں دونوں قوموں کے درمیان اختلافات کی خلیج مزید وسیع ہو گئی اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ کانگریس انہیں ان کے جائز حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کرے گی۔

حاصل کلام:

گول میز کانفرنسز کے درمیان ہندوستانی راہنما کسی آئینی فارمولے پر متفق نہ سکے۔ البتہ مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا اصول برقرار رکھا گیا۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے علیحدہ صوبے کا درجہ دینے اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں دوسرے صوبوں کی طرح اصلاحات کے نفاذ کی تجاویز پیش کی گئیں۔ بعد ازاں یہی آئینی اصلاحات 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی بنیاد بنیں اس طرح مسلمانوں کو ان کانفرنسوں سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 13۔ تحریک پاکستان میں چودھری رحمت علی کا نام کیوں اہم ہے؟ تفصیلی نوٹ لکھیں۔

جواب: تحریک پاکستان میں چودھری رحمت علی کا نام لفظ پاکستان کے خالق کے طور پر جانا جاتا ہے۔ تحریک پاکستان میں چودھری رحمت علی کے کردار کے بارے میں تفصیلات درج ذیل ہیں:

پیدائش و وطن:

چودھری رحمت علی 1893ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع ہوشیار پور کے گاؤں موہار میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

جالندھر ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور سے BA پاس کرنے کے بعد ایل ایل بی کیا۔ بعد میں آپ نے ایک مقامی اخبار "کشمیر" میں ملازمت اختیار کر لی۔ جلد ہی آپ نے ایچی سن کالج کو بطور استاد جوائن کر لیا۔ مالی حالات بہتر ہوئے تو آپ 1927ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔ وہاں MA کرنے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی اور ڈبلن یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کیا۔ دوران تعلیم چودھری رحمت علی مسلمانوں کے حقوق کی مکمل حمایت کرتے رہتے تھے۔

سیاسی راہنماؤں سے ملاقاتیں:

انگلستان میں پہلی گول میز کانفرنس کے موقع پر انگلستان آنے والے مسلمان راہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں "پاکستان" کے بارے میں بتایا۔ لیکن ان کی بات کو سنجیدگی سے نہ لیا گیا۔ یہاں تک کہ اس وقت کے سیاسی راہنماؤں نے اسے ایک طالب علم کا شوشہ کہہ کر انگریزوں کے سامنے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔

لفظ پاکستان کی تخلیق:

1933ء میں چودھری رحمت علی نے لفظ پاکستان تخلیق کیا۔ "پاکستان" کا لفظ چودھری رحمت علی نے کچھ اس طرح بیان کیا:

پاکستان کی 'پ' پنجاب سے، 'ا' افغانیہ یعنی صوبہ سرحد سے، 'ک' کشمیر سے، 'س' سندھ سے، اور 'تان' بلوچستان سے لیا گیا۔ اور اس طرح لفظ پاکستان بنا۔

لیکن اس وقت کے سیاسی راہنماؤں نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی۔

اب یا کبھی نہیں:

28 جنوری 1933ء کو چودھری رحمت علی نے اپنا مشہور پمفلٹ "اب یا کبھی نہیں (Now or Never)" اپنے تین ساتھی طلباء کے ساتھ مل کر چھاپا۔ اسی پمفلٹ کی وجہ سے ہندوستان کے لوگ لفظ پاکستان اور اس کی تعریف سے واقف ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوقومی نظریہ کی حمایت:

علامہ اقبال اور قائداعظم کی طرح چودھری رحمت علی بھی دوقومی نظریے کے زبردست حامی تھے۔آپ نے 1915ء میں بزم شبلی سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ہندوستان کے مغربی حصوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں علیحدہ مسلم ریاست قائم کردی جائے۔یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب ہم بحیثیت قوم اپنی علیحدہ قومی شناخت بنائیں۔"

پاکستان نیشنل موومنٹ:

چودھری رحمت علی ایک متحرک شخصیت تھے۔انہوں نے اپنے خیالات کی عملی تعبیر کے لیے ایک تنظیم قائم کی جس کا نام "پاکستان نیشنل موومنٹ" رکھا۔قیام پاکستان تک اس تحریک نے 24 کے قریب کتابچے شائع کیے۔1937ء میں چودھری رحمت علی نے بنگال اور آسام کے مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل مسلم ریاست کا نام "بانگِ اسلام" تجویز کیا جبکہ حیدرآباد کی مسلم ریاست کے لئے آپ نے "عثمانستان" کا نام تجویز کیا۔

گوکہ اس وقت چودھری رحمت علی کی بات کو اتنا سنجیدگی سے نہ لیا گیا لیکن چند سال بعد 1940ء میں جب قرارداد لاہور پاس ہوئی تو ہندوؤں نے اسے قرارداد پاکستان کا نام دیا۔اور پھر تحریک آزادی تحریک پاکستان کے قالب میں ڈھل گئی اور چودھری رحمت علی کا دیا ہوا نام بالآخر ایک نئی خودمختار مسلم ریاست کا نام بنا۔

س14۔ 1937ء کے انتخابات اور کانگریسی وزارتوں کے ردعمل پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر**

1935ء کے دستور کے تحت 1937ء میں برصغیر میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔کانگریس کو ان انتخابات میں اس کی توقعات سے بڑھ کر کامیابی ہوئی اور وہ گیارہ صوبوں میں سے آٹھ صوبوں میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئی۔آل انڈیا مسلم لیگ کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کرسکی۔مسلم اکثریت والے صوبوں پنجاب، سندھ اور سرحد میں بھی مسلم لیگ اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔مسلم لیگ نے 492 مسلم نشستوں میں سے صرف 108 پر کامیابی حاصل کی۔

کانگریسی حکومت کے مسلمانوں پر مظالم

کانگریسی وزارتوں کے دور میں درج ذیل مظالم روا رکھے گئے:

1۔ اذان ونماز پر پابندی:

کانگریسی وزارتوں نے مسلمانوں کے بارے میں انتہائی متعصبانہ روش اختیار کی۔ہندو مساجد میں غلاظت اور کوڑا کرکٹ پھینکتے، عین نماز کے وقت مساجد کے سامنے بینڈ باجے بجاتے، نمازیوں پر حملے کرکے انھیں شدید زخمی کردیا جاتا، قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی، مسلمانوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھنے سے روکا جاتا، محرم کے جلوس میں پٹاخے چھوڑ کر شیعہ سنی فسادات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی۔ گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کانگریسی دور میں گائے ذبح کرنے کے جرم میں بہت سے مسلمان شہید کر دیے گئے۔

2۔ بندے ماترم:

کانگریس نے برسراقتدار آتے ہی قابل اعتراض گیت بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دے دیا۔ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لیے یہ حکم جاری کیا گیا کہ صوبائی اسمبلیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور تمام سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات کا آغاز بندے ماترم سے ہو۔ یہ ترانہ چٹر جی کے ناول انند ناتھ سے اخذ کیا گیا تھا اس ترانے میں ایسی باتیں شامل کی گئی تھیں جن سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی تھی۔ اس میں مسلمان فاتحین کو ڈاکو، لٹیرا اور ظالم قرار دیا گیا تھا۔ اس میں مسجدوں کو گرا کر ان کی جگہ مندر بنانے کا نعرہ بھی شامل تھا۔

3۔ ترنگا پرچم:

کانگریس نے حکومت سنبھالنے کے فوراً بعد تمام سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں پر ترنگا، تین رنگوں والا، جھنڈا لہرا دیا۔ یہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کا اپنا جھنڈا تھا۔ کسی سیاسی پارٹی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ پارٹی کے جھنڈے کو سرکاری جھنڈا قرار دے۔ جب قائداعظم نے پنڈت نہرو کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو انھوں نے اسے "مختلف رنگوں کا حسین امتزاج" کہہ کر ٹال دیا۔

4۔ واردھا سکیم:

واردھا سکیم گاندھی جی کی تجویز کردہ تھی۔ یہ سکیم "اہنسا (عدم تشدد)" اور وطن پرستی کے نظریات پر مبنی تھی۔ اس نصاب کے ذریعے مسلمان بچوں میں جہاد کی اہمیت کو ختم کر کے بزدلی کے جذبات کو فروغ دینے کی بھیانک سازش کی گئی تاکہ مسلمان غلامی کی زنجیروں کو اتار پھینکنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ اس سکیم کے تحت متحدہ قومیت کا پرچار کیا گیا۔ نئی درسی کتابوں میں مسلمان فاتحین کے شاندار کارناموں کو کم تر ثابت کرنے کے لیے ہندو مشاہیر کے فرضی کارناموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دوسرے انبیاء کرامؑ کو عام مشاہیر کی صف میں رکھا گیا تاکہ مسلمان بچوں کے دلوں میں ان مقدس ہستیوں کے لیے احترام کے جذبات خود بخود ختم ہو جائیں۔

5۔ ودیا مندر سکیم:

ودیا مندر سکیم واردھا سکیم ہی کا ایک حصہ تھی۔ اس کے تحت بچوں کو پرائمری تعلیم مندر میں دینے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس سکیم کا مطمع نظر مسلمانوں اور ہندوؤں میں متحدہ قومیت کے نظریات کو فروغ دینا تھا۔ ودیا مندروں میں مسلمان بچوں کے لیے لازم تھا کہ وہ گاندھی جی کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوں، ہندو گیت بندے ماترم گائیں، ترنگے کو سلامی دیں اور لباس میں دھوتی استعمال کریں۔ ان مدرسوں میں بچوں کو تلقین کی جاتی کہ وہ اسلامی طریقہ سلام "السلام علیکم" کی بجائے نمستے اور جے رام جی کہیں۔ ودیا مندر سکیم کے تحت شائع ہونے والی تمام کتابیں گنگا جمنی زبان میں تحریر کی گئی تھیں۔ مسلم لیگ نے اس پر شدید احتجاج کیا۔ درحقیقت یہ سکیم ہندی تہذیب و رسومات کو فروغ دینے کی خطرناک سازش تھی۔

6۔ اردو زبان کا خاتمہ:

کانگریس کئی سالوں سے اردو زبان کو ختم کرنے کی کوشش میں مصروف تھی لیکن اپنے دور وزارت میں اسے اردو کو ختم کرنے کا سنہری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع مل گیا، کانگریسی لیڈروں نے ہندی کو مشترکہ قومی زبان قرار دے دیا اور حکم جاری کیا کہ تمام سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں، کالجوں، عدالتوں اور دفاتر میں ہندی زبان کو رائج کیا جائے، سرکاری اشتہارات ہندی رسم الخط میں شائع کیے جائیں، ریڈیو پر خبروں میں آسان الفاظ کی بجائے مشکل ہندی الفاظ کی بھرمار کر دی گئی۔

7۔ مسلمانوں پر اقتصادی دباؤ:

کانگریس حکومتوں نے مسلمانوں کو اقتصادی لحاظ سے مفلوج کرنے کے لیے ان کی جاگیروں اور جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کرنا شروع کیا اور ایسے کاروباروں پر بھاری ٹیکس عائد کیے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھے۔ سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کر دیے گئے۔ تکنیکی اداروں میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی لگا دی گئی اور بہت سے مسلم اداروں کی سرکاری امداد بند کر دی گئی۔

8۔ ہندو مسلم فسادات میں اضافہ:

کانگریس کے اقتدار سنبھالتے ہی برصغیر میں ایک بار پھر ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ کانگریس کے دوسالہ دورِ وزارت میں 57 فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ڈیڑھ سو سے زائد افراد ہلاک ہوئے جب کہ غیر سرکاری تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ کانگریسی غنڈوں نے بے گناہ مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے، ان کے گھروں پر حملہ کر کے عورتوں کی بے حرمتی کی، معصوم بچوں پر تشدد کیا۔ ان کے مال و اسباب پر جبری قبضہ کر لیا جاتا تھا۔ کانگریسی وزراء کی مسلم دشمنی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ سی۔ پی۔ کے ایک موضع کے چھ مسلمانوں کو سزائے موت اور چوبیس کو عمر قید کی سزا کا حکم دیا۔

تارِ نفس ہی خنجرِ قاتل ہے آج کل
آساں ہے موت زندگی مشکل ہے آج کل

9۔ عدلیہ اور انتظامیہ کے کام میں مداخلت:

کانگریس نے اقتدار میں آنے کے بعد انتظامیہ کے ساتھ ساتھ عدلیہ پر بھی مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ کانگریسی لیڈروں نے عدلیہ کے اراکین کو خطوط لکھے کہ وہ فیصلہ دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اگر فریقین میں سے ایک مسلم ہو تو فیصلہ اس کے خلاف دیں خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔ اسکے علاوہ انتظامیہ کے کاموں میں مداخلت بھی شروع کر دی گئی۔

10۔ مسلم لیگ پر پابندی لگانے کی کوشش:

آل انڈیا مسلم لیگ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی۔ اس کے قیام سے مسلمانوں کی منظم جدوجہد کا آغاز ہوا اور وہ "من حیث القوم" میدان سیاست میں اتر آئے۔ کانگریسی لیڈر مسلم لیگ کو متحدہ ہندوستانی قومیت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلم لیگ کے سوا کوئی ایسی سیاسی جماعت نہیں جو مسلمانوں برصغیر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکے۔ چنانچہ مسلم اقلیتی صوبوں میں وزارتیں بناتے وقت مسلم لیگ پر پابندی لگانے کی کوشش کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11۔ ہندی کی ترویج:

کانگریسی وزارتوں کے دور میں ہندوؤں نے مشترکہ قومی زبان ہندی کو قرار دیا۔ جس میں اسی فیصد الفاظ سنسکرت کے شامل تھے۔

12۔ ذبیحہ گاؤ پر پابندی:

کانگریسی وزارتوں کے دور میں ہندوؤں نے گائے ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی اور اسے فوجداری جرم قرار دیا۔

13۔ معاشرتی وسماجی دباؤ:

ہندو پہلے ہی مسلمانوں کو غاصب اور لٹیرے سمجھتے تھے۔ کانگریسی وزارتیں قائم ہونے کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر معاشرتی اور سماجی دباؤ میں اضافہ کر دیا۔

14۔ ملازمتوں میں جانبداری:

کانگریسی وزارتوں کے دور میں مسلمانوں پر نہ صرف نئی ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے بلکہ معمولی باتوں پر مسلمانوں کو ملازمتوں سے نکالا جانے لگا۔

یوم نجات:

کانگرس نے انگریز حکومت پر دباؤ ڈالا کہ اقتدار مستقل طور پر ان کے حوالے کر دیا جائے مگر حکومت نے انکار کر دیا جس پر کانگرس نے حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لیے کانگرسی وزارتوں سے مستعفی ہو گئے۔ 22 دسمبر 1939ء کو قائد کی اپیل پر مسلمانوں نے یوم نجات منایا اور شکرانے کے نوافل ادا کیے۔

کانگریسی راج کے اثرات

کانگریسی وزارتوں کے اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

1- علیحدہ وطن کا مطالبہ:

کانگریسی وزارتوں کو مسلمانوں کے حقوق ومفادات کے تحفظ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور متحدہ ہندوستان میں کانگریس اور ہندوؤں کے ظالمانہ رویے کے باعث مسلمانوں کا مستقبل محفوظ نہیں تھا۔ انھوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اگر انگریز حکمرانوں کی موجودگی میں کانگریس مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم توڑ سکتی ہے، ان کا کلچر اور ان کی تہذیب وثقافت کو نظر انداز کر سکتی ہے تو انگریزوں کے جانے کے بعد وہ ان سے کیا سلوک روا رکھے گی۔ ان تلخ تجربات کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کر دیا۔

2- مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ:

کانگریسی راج اس لحاظ سے مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ثابت ہوا کہ انھوں نے کانگریسی رویے سے مایوس ہو کر اپنے اندرونی اختلاف کو ختم کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

3- مسلمانوں کی معاشی بدحالی میں اضافہ:

انگریز حکومت نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کو اقتصادی لحاظ سے مفلوج کرنے کی کوشش کی تھی۔ رہی سہی کسر ہندوؤں نے پوری کردی۔ انھوں نے مسلمانوں پر بھاری ٹیکس عائد کر کے ان کے کاروبار تباہ کر دیے، مسلمانوں کے ساتھ لین دین بند کر کے ان کا معاشی بائیکاٹ کیا، ان کی دوکانیں لوٹ لیں، ان کی املاک پر ناجائز قبضہ کر لیا ان حالات میں مسلمان شدید مالی مشکلات سے دوچار ہو گئے۔

4- متحدہ قومیت کی تردید:

کانگریسی راہنماؤں نے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو ختم کرنے کے لیے "مسلم عوام رابطہ مہم" شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مہم کا آغاز کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا کہ جدید دنیا میں اس دقیانوسی نظریے کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں۔ اس نے کانگریسی لیڈروں کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگی راہنماؤں سے بات چیت کرنے کی بجائے مسلم عوام سے رابطہ رکھ کر فرقہ پرستی کے رجحانات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

5- ہندو ذہنیت آشکار:

جب رب کعبہ کے سامنے سربسجود ہونے والی قوم کے بچوں کو گاندھی کی مورتی کے سامنے ہاتھ باندھنے کا درس دیا جانے لگا، محمد عربی ﷺ کی نعت پڑھنے والوں کو بندے ماترم کا ترانہ سکھایا جانے لگا، دختران توحید کے نصاب تعلیم میں دیوداسیوں کے رقص شامل کئے جانے لگے تو مسلمانان برصغیر کی آنکھیں کھل گئیں۔

بقول علامہ اقبالؒ

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

حاصل کلام:

الختصر کانگریسی وزارتوں نے ہندی زبان اور ہندو ثقافت مسلط کرنے کی کوشش کی، اسلامی تہذیب وتمدن کے آثار مٹانے کے لیے مختلف تدابیر کیں، ایسی تعلیمی پالیسی مرتب کی جس کا مقصد مسلمان بچوں کے ذہنوں سے اپنے اسلاف کی عظمت کو ختم کرنا تھا۔ ہندوؤں کے مظالم کی تفصیل پیر پور رپورٹ، شریف رپورٹ، سی۔ پی میں کانگریس راج اور مولوی فضل حق کی کتاب "یہ پھر کبھی نہ ہوگا" سے ملتی ہے۔ سید ذاکر علی نے کانگریسی مظالم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"ہندو کانگریس پر جو دیوانگی اور پاگل پن سوار تھا اس کا مظاہرہ صوبائی وزارتوں کے دوران کیا گیا۔"

وہ مرد نہیں جو ڈر جائے حالات کے کونی منظر سے
جس حال میں جینا مشکل ہو اُس حال میں جینا لازم ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س15۔ قراردادِ پاکستان پر مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب: **ابتدائیہ:**

1930ء میں علامہ اقبالؒ نے الٰہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسویں سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے باضابطہ طور پر برصغیر کے شمال مغرب میں جداگانہ مسلم ریاست کا تصور پیش کر دیا۔ چودھری رحمت علی نے اسی تصور کو 1933ء میں پاکستان کا نام دیا۔ سندھ مسلم لیگ نے 1938ء میں اپنے سالانہ اجلاس میں برصغیر کی تقسیم کے حق میں قرارداد پاس کر لی۔ علاوہ ازیں قائدِ اعظم بھی 1930ء میں علیحدہ مسلم مملکت کے قیام کی جدوجہد کا فیصلہ کر چکے تھے۔ 1940ء تک قائدِ اعظمؒ نے رفتہ رفتہ قوم کو ذہنی طور پر تیار کر لیا۔

مسلم لیگ کے اجلاس کے انعقاد میں حکومتی رکاوٹیں:

مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس لاہور کے منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں منعقد ہونا تھا۔ پنجاب حکومت نے برطانوی حکمرانوں کی ایماء پر امن وامان کا مسئلہ پیدا کر کے اور محکمہ زراعت نے جلسہ گاہ کی جگہ کا اچانک آٹھ ہزار روپیہ کرایہ طلب کر کے مسلم لیگ کے اجلاس کو ملتوی کرانے کے لیے دو بڑی رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوششیں کیں جو بالآخر ناکام ہو گئیں۔

قائدِ اعظم کی لاہور آمد:

قائدِ اعظم 21 مارچ 1940ء کو بذریعہ فرنٹیئر میل لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچے جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

اجلاس کا آغاز:

مسلم لیگ کا ستائیسواں سالانہ اجلاس لاہور میں 22 مارچ 1940ء کو بڑی شان سے شروع ہوا۔ جو تین دن 22 مارچ تا 24 مارچ 1940ء تک جاری رہا۔ اجلاس میں ایک لاکھ افراد کی موجودگی اس بات کا اعلان تھی کہ مسلمانانِ برصغیر اب احساسِ زیاں سے عاری نہیں رہے اور ان کی منجمد رگوں میں اب آزادی بخش لہو جوش مار رہا ہے۔ سٹیج پر اقبالؒ کا یہ شعر درج تھا:

؎ جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

قائدِ اعظمؒ کا صدارتی خطبہ

22 مارچ کو اجلاس میں قائدِ اعظمؒ نے اپنی صدارتی تقریر کی۔ انہوں نے بین الاقوامی دنیا اور انگریز، ہندوؤں پر واضح کر دیا کہ

"ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔ اسلام اور ہندومت دو مختلف اجتماعی نظام ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا تعلق دو مختلف مذہبی فلسفوں، سماجی رسم ورواج اور ادبیات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں دو ایسی تہذیبوں کے پیروکار ہیں کہ جن کی بنیاد دو متصادم خیالات وتصورات پر مبنی ہے۔ ان کی رزمیات ومشاہیر اور واقعات مختلف ہیں۔ اکثر ایک قوم کا ہیرو دوسری کا دشمن اور ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہوتی ہے۔ دو متصادم اقوام کو ایک ریاست میں باندھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں بے چینی بڑھے گی اور نظام حکومت برباد ہو جائے گا۔ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو ملک کے بعض حصوں میں واضح اکثریت کی حامل ہے۔ اس لیے اگر برطانوی حکومت چاہتی ہے کہ ہندوستانیوں کو امن اور خوشحالی حاصل ہو تو یہ صرف اسی صورت ممکن ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے دو جداگانہ قومی وطن تشکیل دیئے جائیں اور مسلمانوں کو وہ علاقے دے دیئے جائیں جہاں ان کی اکثریت ہے۔"

خطبے کے اہم نکات:

قائداعظم کے اس خطبے کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے:

1- مسلمان ایک علیٰحدہ قوم ہیں اور اپنا جداگانہ سماجی، ثقافتی اور مذہبی نظام رکھتے ہیں۔

2- برصغیر ایک ملک نہیں اور ہندو مسلم تنازعہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ جس کا حل برصغیر میں ایک سے زیادہ ریاستوں کا قیام ہے۔

3- متحدہ برصغیر میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ رہنے کا امکان نہیں۔

4- انہوں نے مختلف مثالیں دے کر تقسیم ہند کو پوری طرح تاریخی منطقی اور جائز مطالبہ قرار دیا۔

شیر بنگال:

مولوی فضل الحق نے قرارداد لاہور 23 مارچ 1940ء کو پیش کی۔

قرارداد پاکستان کے اہم بنیادی نکات

1- آزاد مسلم حکومت کا قیام:

باہم متصل اکائیوں کی نئے خطوں کی صورت میں حد بندی کی جائے۔ شمال مغرب اور مشرق میں مسلم اکثریت والے علاقوں میں آزاد مسلم مملکتیں قائم کی جائیں۔

2- تقسیم کے علاوہ دوسری سکیم کی نامنظوری:

برصغیر کے لیے تقسیم کے علاوہ کسی دوسری سکیم کو منظور نہیں کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- ہندو علاقوں میں مسلمانوں کا تحفظ:

تقسیم ہو جاتی ہے تو ہندو اکثریتی علاقوں میں مسلم اقلیت کے حقوق کے تحفظ کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

قراردادِ لاہور کی تائید و حمایت

قراردادِ لاہور کی تائید سب سے پہلے 24 مارچ 1940ء کو مسلم اقلیتی صوبے یو پی کے مسلمان رہنما چودھری خلیق الزمان نے کی۔ بعد ازاں مسلم اکثریتی صوبوں میں سے صوبہ سرحد سے سردار اورنگ زیب خان، صوبہ سندھ سے سر عبداللہ ہارون، صوبہ بلوچستان سے قاضی محمد عیسیٰ اور صوبہ پنجاب سے مولانا ظفر علی خان نے قرارداد کی تائید و حمایت کا اعلان کیا۔

قراردادِ لاہور سے قراردادِ پاکستان تک:

24 مارچ 1940ء کو بیگم مولانا محمد علی جوہر نے اپنی تقریر میں اس قرارداد کو قراردادِ پاکستان کا نام دیا۔ اس پر اپریل 1941ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ مدراس میں بھی قراردادِ لاہور کو قراردادِ پاکستان کے طور پر اپنا لیا گیا۔

قراردادِ پاکستان پر ردِ عمل

عزم ہمارا ٹل نہیں سکتا بن کے رہے گا پاکستان
اسی فضا میں دیکھے گی دنیا پرچم اسلامی کی اُڑان

مسلمانوں کا ردِ عمل:

قراردادِ پاکستان پر مسلمانانِ ہند نے جس قدر خوشگوار پر مسرت ردِ عمل کا اظہار کیا اس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ اس سے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحدہ کرنے میں بڑی مدد ملی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا ظفر احمد انصاری وہ علماء تھے جنھوں نے اس قرارداد کا بھرپور ساتھ دیا۔

کانگریس اور ہندوؤں کا ردِ عمل:

قراردادِ لاہور پر کانگریسی لیڈروں اور ہندو اخبارات نے اسلام و مسلمان دشمنی کے سبب شدید ردِ عمل کا اظہار کیا۔ راج گوپال اچاریہ نے کہا کہ

> "مسٹر جناح کا یہ اقدام اس طرح کا ہے کہ جیسے دو بھائیوں کے مابین ایک گائے کی ملکیت پر جھگڑا ہوا اور وہ اسے کاٹ کر بانٹ لیں۔"

گاندھی نے قرارداد کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے اخلاقی پاپ (گناہ) قرار دیا۔ بیگم مولانا محمد علی جوہر کے قراردادِ لاہور کو قراردادِ پاکستان کا نام دینے پر ہندو اخبارات نے لفظ "پاکستان" پر طنز کرتے ہوئے اس کی اس طرح مخالفت کی کہ ہندو مشتعل ہوں۔ ہندو اخباروں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراردادلاہور کو قراردادِ پاکستان کا نام دیتے ہوئے اس کو دھرتی ماتا کے ٹکڑے کرنے کے مترادف قرار دیا نیز اخبارات میں لفظ "پاکستان" کو نمایاں طور پر شائع کیا گیا تاکہ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے جذبات بھڑک اُٹھیں۔

قراردادِ پاکستان اور برطانوی پریس:

برطانوی پریس نے قراردادِ لاہور کو کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ روزنامہ لندن ٹائمز، مانچسٹر، گارڈیان اور ڈیلی ہیرالڈ نے مختصر خبر شائع کی جب کہ ڈیلی ٹیلی گراف نے اسے سرے سے ہی نظرانداز کر دیا۔ لندن ٹائمز نے اپنی مختصر خبر میں پاکستان کی تجویز کو اس لیے رد کر دیا کہ اس سے ہندوستان کی وحدت ختم ہو جاتی ہے۔

قراردادِ لاہور کی تاریخی اہمیت

1- قراردادِ پاکستان کی منظوری نے مسلمانانِ ہند کی منزل متعین کر دی جو کہ قیامِ پاکستان تھی۔ اب مسلمانوں کا ایک ہی مطالبہ تھا اور ایک ہی منزل تھی۔ ان کے مسائل کا ایک ہی حل تھا یعنی حصول پاکستان ایک علیحدہ اسلامی ملک۔

2- منزل کا تعین ہونے پر مسلم اتحاد کا جذبہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر مسلمانانِ برصغیر جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ اس سے مسلم اتحاد کا فروغ حاصل ہوا اور انہوں نے منزل کا یقین جو ہوا تھا اس کے حصول کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔

3- قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد مسلمانوں کا علیحدہ اسلامی ریاست کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قراردادِ پاکستان کے بعد برصغیر میں مسلم لیگ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ منظم ہونے لگی اور اپنی تعین کردہ منزل کی طرف رواں دواں ہونے لگی۔

4- قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ نتیجتاً مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن کر سامنے آئی۔

5- اس قرارداد کی بدولت بین الاقوامی طور پر محمد علی جناح کو ایک بڑا سیاسی راہنما تسلیم کیا جانے لگا۔ 1906ء میں کانگریس کے اجلاس کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے گوپال کرشن گوکھلے نے کہا تھا کہ:

"ہندوستان کو جب آزادی ملے گی مسٹر جناح کی بدولت ملے گی۔"

قراردادِ پاکستان چونکہ قائدِ اعظمؒ کی زیرِ صدارت منظور ہوئی تھی اس لیے مسلمان تو ایک طرف انگریزوں اور ہندوؤں کے علاوہ بین الاقوامی مبصرین کو بھی شبہ نہ رہا کہ قائدِ اعظمؒ کی قیادت میں ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ تقسیم پر مبنی ہے۔ بالآخر وقت کے ساتھ ساتھ مطالبۂ پاکستان میں سرعت اور ہندوستان کے سیاسی حالات میں تبدیلی نے ان کو بین الاقوامی شخصیت بنا دیا۔

خلاصۂ بحث:

مختصراً یہ کہ قراردادِ پاکستان نہ صرف مسلمانوں کی پون صدی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا بلکہ علیحدہ مملکت کے حصول کی طرف پہلا فیصلہ کن قدم بھی تھا۔ اس قرارداد کی بدولت مسلمانانِ ہند اپنی منزل سے آشنا ہوئے اور پھر صرف چند سالوں میں منزل کا حصول ان کا مقدر بن گیا۔ سچ ہے جب منزل کا ادراک ہو جائے تو سفر جلد کٹ جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب

رب کعبہ کی قسم روح محمد ﷺ کی قسم
یاد دلاؤں کہ یہ وہی دن ہے کہ ہم
بر کوچک کے ہر اک شہر سے ابنائے حرم
توڑ کر نسل کے بت اور زبانوں کے حرم
ہم نے ہر طرح سے چاہا تھا سحر ہو جائے
اور یہ ملکِ خداداد امر ہو جائے

س16۔ کرپس مشن 1942ء پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

جنگ عظیم دوم (1939-45ء) میں برطانوی مشکلات کے سبب برصغیر میں مسلم لیگ اور کانگریس حصول آزادی کے لیے متحرک ہو گئیں۔ان حالات میں ہندوستانیوں کو اعتماد میں لینا نہایت ضروری تھا۔اس کی اہم وجہ یہ تھی کہ جنگ عظیم اوّل کی مانند جنگ عظیم دوم میں بھی ہندوستانی عوام برطانیہ کے بڑے مددگار ثابت ہو سکتے تھے۔مقصد کے حصول کے لیے ایک مشن سر سٹیفورڈ کرپس کی سربراہی میں ہندوستان بھیجا گیا۔یہ مشن "کرپس مشن" کہلایا۔ یہ مشن 23 مارچ 1942ء کو برصغیر پہنچا۔

کرپس مشن تجاویز

مسٹر کرپس نے ہندوستان سے برطانیہ واپسی پر 29 مارچ 1942ء کو اپنی درج ذیل تجاویز کا اعلان کیا:

1- ہندوستانیوں پر مشتمل حکومت کا قیام:

بعد از جنگ عظیم مرکزی حکومت میں محکمہ دفاع کے علاوہ دیگر تمام محکمے ہندوستانیوں کی تحویل میں دے دیئے جائیں گے۔

2- دستور ساز اسمبلی کی تشکیل:

جنگ عظیم دوم کے اختتام پر ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی تشکیل دی جائے گی جو آزاد ہندوستان کا دستور تیار کرے گی۔ بعد از برصغیر کو برطانوی نوآبادی (Dominon) کا درجہ دیا جائے گا۔

3- اقلیتوں کا تحفظ:

جنگ کے خاتمہ پر آئین ساز مجلس برصغیر کا وفاقی آئین تیار کرے گی۔اس میں اقلیتوں کے حقوق کا بھرپور تحفظ کیا جائے گا۔

4- صوبائی خودمختاری:

وفاقی حکومت میں شامل صوبوں کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اگر اس دستور کو تسلیم نہ کریں تو وفاقی حکومت سے علیحدہ ہو کر اپنی آزاد خودمختار مملکت یا وفاق قائم کر سکیں گے۔

5- آئین کی تیاری:

جنگ کے بعد برصغیر کا آئین تیار کیا جائے گا جو برصغیر میں موجود تمام سیاسی قوتوں کی مرضی سے بنایا جائے گا۔ نیا آئین بنانے تک 1935ء کا ایکٹ نافذ رہے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6- مرکزی وزراء کی نامزدگی:

جنگ کے بعد مرکزی حکومت قائم کی جائے گی جس میں تمام ہندوستانی وزراء لئے جائیں گے۔ جبکہ کمانڈر انچیف اور وزیر خزانہ انگریز ہوں گے۔

7- آئین کی منظوری کے لئے سفارشات:

نئے آئین کی تیاری کے لئے سفارشات مسلم لیگ اور کانگریس دونوں سیاسی جماعتوں سے لی جائیں گی۔

کرپس تجاویز پر ردِ عمل

کانگریس کا ردِ عمل:

کانگریس کے لیڈروں نے یہ کہہ کر ان تجاویز کو مسترد کر دیا کہ

"برطانوی حکومت نے صوبوں کی علیٰحدگی کے اصول کو تسلیم کر کے ہندوستان کی وحدت کو نقصان پہنچایا ہے اور بالواسطہ مسلم لیگ کے تقسیم ملک کے مطالبے کو تسلیم کر لیا ہے۔"

گاندھی نے ان تجاویز کو Post deted Cheque قرار دیا۔

مسلم لیگ کا ردِ عمل:

کرپس تجاویز پر غور کرنے کے لیے اپریل 1942ء میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ اجلاس میں متفقہ قرارداد کی منظوری کے تحت ان تجاویز کو مسترد کر دیا گیا کیونکہ اس میں مطالبۂ پاکستان کی حمایت واضح الفاظ میں نہیں کی گئی تھی۔

حاصل کلام:

کانگریس اور مسلم لیگ کی طرف سے کرپس تجاویز مسترد کر دیا گیا جس کی وجہ سے کرپس مشن ناکامی سے دوچار ہوا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے مطالبہ پاکستان کا بالواسطہ طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہی وہ بات تھی جو مسلم لیگ کی حصول پاکستان کی جدوجہد میں بے حد اہمیت کی حامل تھی۔

س 17۔ شملہ کانفرنس پر مختصر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

1942ء میں کرپس مشن کی ناکامی کے بعد انڈین نیشنل کانگریس نے حکومت پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا کہ وہ ہندوستان سے اپنا اقتدار ختم کر کے اختیارات کانگریس کو سونپ دیں۔ اس مقصد کے لیے گاندھی نے اپنی تحریکوں کا آغاز کر دیا۔ جلسے جلوس منعقد کیے جانے لگے۔ عدالتوں اور دفتروں کا بائیکاٹ کیا اور "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کا آغاز کر دیا گیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں برطانیہ کو کامیابی ملی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی وجہ سے گاندھی نے اپنا رویہ تبدیل کر کے مسلم لیگ کو اپنے ساتھ ملانے کی دعوت دی۔ جبکہ قائدِ اعظمؒ نے مطالبہ پاکستان کے علاوہ کوئی اور فارمولے پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے بھی قائداعظم کی قیادت میں پاکستان کا مطالبہ زور و شور سے شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں دوریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ 1945ء میں لارڈ ویول نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو قریب لانے اور انگریزی حکومت کو طول دینے کے لئے شملہ کانفرنس بلائی۔

شملہ کانفرنس کا انعقاد

1945ء میں لارڈ ویول نے ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کو شملہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی تا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کو حل کیا جائے۔ اس کانفرنس میں سیاسی جماعتوں کے 21 سرکردہ رہنماؤں نے شرکت کی۔

شملہ کانفرنس میں شامل اراکین:

1- مسلم لیگ کا وفد:

شملہ کانفرنس میں مسلم لیگ کی طرف سے قائدِ اعظمؒ، غلام حسین ہدایت اللہ، خواجہ ناظم الدین، سر محمد اسد اللہ، سر حسین امام، لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر نے شرکت کی۔

2- کانگرس کا وفد:

کانگرس کا جو وفد کانفرنس میں شریک ہوا ان میں پنڈت جواہر لال نہرو، ابوالکلام آزاد اور سردار بلدیو سنگھ شامل تھے۔

3- وزرائے اعلیٰ:

تمام صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے بھی شرکت کی۔

4- دیگر پارٹیوں کے نمائندے:

شملہ کانفرنس میں یونینسٹ پارٹی کے خضر حیات ٹوانہ، مجلس احرار کے ڈاکٹر خاں صاحب اور دیگر پارٹیوں کے نمائندے بھی شامل ہوئے۔

شملہ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد

شملہ کانفرنس کا مقصد ویول پلان 1945ء کی تجاویز پر غور کرنا تھا جو درج ذیل ہیں:

1- برصغیر میں عبوری حکومت تشکیل دی جائے گی۔

2- مستقبل کا دستور برصغیر کی تمام سیاسی طاقتوں کی مرضی سے بنایا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- گورنر جنرل کی 14 رکنی انتظامی کونسل میں تمام تر ہندوستانی شامل ہوں گے جس میں چھ ہندو ارکان، پانچ مسلم ارکان اور 3 ارکان دیگر اقلیتوں سے لئے جائیں گے۔

4- انتظامی کونسل کا سربراہ گورنر جنرل ہوگا۔ کمانڈر انچیف کے علاوہ تمام ارکانِ کونسل کا تعلق برصغیر سے ہوگا۔ ارکان کا چناؤ گورنر جنرل خود کرے گا۔

5- مرکز میں انتظامی کونسل کی تشکیل کے بعد تمام صوبوں میں انتظامی کونسلیں تشکیل دی جائیں گی۔

شملہ کانفرنس کی ناکامی:

کانفرنس میں طے پایا کہ 14 رکنی کابینہ میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعداد برابر ہوگی یعنی 5 ممبران ہندوؤں اور 5 ہی ممبران مسلمانوں سے لیے جائیں گے۔ جبکہ 4 ممبران کا تعلق برصغیر کی دیگر اقلیتوں سے ہوگا۔

تمام نمائندوں نے شملہ کانفرنس میں شرکت کی، کانگریس نے شرکت سے پہلے ہی وضاحت کردی تھی کہ وہ برصغیر کی تقسیم کے فارمولے کو نہیں مانے گی۔ کانفرنس کے آغاز میں ہی انتظامی کونسل کے پانچ مسلم نمائندوں کی نامزدگی پر جھگڑا ہوگیا۔ کانگریس ایک مسلم نشست اپنے لیے مانگ رہی تھی۔ اس نے ابوالکلام آزاد کا تقرر کردیا۔ قائدِ اعظمؒ اس موقع پر ڈٹ گئے کہ پانچوں مسلم وزراء کی نامزدگی کا حق صرف مسلم لیگ کو حاصل ہونا چاہیے۔ قائدِ اعظمؒ صرف مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت منوانا چاہتے تھے۔ لارڈ ویول پانچویں مسلم نشست یونینسٹ پارٹی کے لیڈر ملک خضر حیات ٹوانہ کو دینا چاہتے تھے۔ مگر قائدِ اعظمؒ اپنے اس مؤقف پر ڈٹے رہے کہ مسلم لیگ کی مرضی کے بغیر کسی مسلم ممبر کی نامزدگی نہیں کی جاسکتی۔ تینوں فریق متفق نہ ہوسکے۔ اسطرح شملہ کانفرنس کوئی نتیجہ نکلے بغیر ہی ختم ہوگئی۔

کانفرنس کی ناکامی کا ذمہ دار

1- کانگریس کا مؤقف:

کانگریس نے قائدِ اعظمؒ کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

2- وائسرائے لارڈ ویول کا مؤقف:

وائسرائے لارڈ ویول نے قائداعظم کے رویے کو کانفرنس کی ناکامی کا ذمہ دار گردانا۔

3- قائداعظم کا مؤقف:

قائدِ اعظمؒ کا مؤقف تھا کہ شملہ کانفرنس اور ویول پلان دراصل وائسرائے اور گاندھی کا پھیلایا ہوا مشترکہ جال تھا۔ اگر مسلم لیگ اسے قبول کرلیتی تو پاکستان حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام انتخابات کا اعلان:

شملہ کانفرنس کی ناکامی سے ایک نیا مسئلہ سامنے آیا کہ مختلف سیاسی جماعتوں کی عوام میں مقبولیت کیا ہے اس مقصد کے لیے برصغیر میں 46-1945ء میں انتخابات کا اعلان کیا گیا۔ 46-1945ء کے انتخابات کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ مسلمان صرف مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں نے تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں کو مسترد کر کے مسلم لیگ کو ووٹ دیے۔ انتخابی نتائج نے قائدِ اعظمؒ کے مؤقف کی صداقت کا ثبوت فراہم کیا۔

س18۔ 46-1945ء کے انتخابات کا انعقاد کیوں کیا گیا؟ ان انتخابات کے نتائج سے مسلمانوں کو کس طرح فائدہ پہنچا؟

جواب: **پس منظر:**

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد حکومت کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گیا کہ مسلم لیگ اور کانگریس کی عوام میں حیثیت کیا ہے؟ اور وہ برصغیر کے مستقبل کے بارے میں کس جماعت کے مؤقف سے اتفاق کرتے ہیں۔ ہندو پریس نے شملہ کانفرنس کی ناکامی کی ذمہ داری قائدِ اعظمؒ پر ڈالی اور برصغیر کی حکومت نے اس مقصد کے لیے دسمبر 1945ء میں مرکزی اسمبلی اور جنوری 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروانے کا فیصلہ کیا۔

☆ 46-1945ء کے انتخابات کی بنیادی وجوہات:

46-1945ء کے الیکشن کی بنیاد مندرجہ ذیل دو وجوہات تھیں:

1- سیاسی جماعتوں کی عوام میں حیثیت:

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد یہ اندازہ لگانا ضروری ہو گیا تھا کہ مختلف سیاسی جماعتوں کی عوام میں کیا حیثیت ہے اور وہ کس جماعت کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں۔

2- قائدِ اعظمؒ کا مؤقف جاننے کا طریقہ:

قائدِ اعظمؒ کا مؤقف "صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے" کو غلط یا درست ماننے کے لیے واحد طریقہ انتخابات ہی تھا۔ حکومت برطانیہ پر برصغیر میں سیاسی حل ڈھونڈنے کا امریکی دباؤ بھی تھا۔

☆ انتخابات کے انعقاد کا اعلان:

دسمبر 1945ء میں مرکزی اسمبلی اور جنوری 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہوا۔

☆ سیاسی جماعتوں کی انتخابی مہم

1- کانگریس کی انتخابی مہم:

کانگریس نے یونینیسٹ پارٹی، مجلس احرار، جمیعت العلمائے ہند اور دیگر جماعتوں سے اتحاد کیے۔ اس کے قائدین نے پورے برصغیر کے دورے کیے۔ زبردست انتخابی مہم چلائی۔ کانگریس ہر صورت مسلم لیگ کو شکست دینا چاہتی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2- مسلم لیگ کی انتخابی مہم:

مسلم لیگ کے لیڈروں نے ملک گیر دورے کیے۔ قائدِ اعظمؒ نے خرابیِ صحت کے باوجود طوفانی دورے کر کے مسلمانوں کو انتخابات کی اہمیت سے آگاہ کیا اور کانگریس کو چیلنج کیا کہ مسلم لیگ پاکستان کے بارے میں اپنے مطالبے کو سچا ثابت کرے گی اور مسلمان پاکستان تخلیق کر کے دم لیں گے۔ اس مہم میں طلبہ و طالبات بھی میدان میں نکل آئے۔ فضا پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ ہر ایک زبان پر یہ نعرے تھے:

بن کے رہے گا پاکستان، لے کے رہیں گے پاکستان

اور پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کانگریس کا منشور:

1- جنوبی ایشیاء کو ایک وحدت کی صورت میں آزاد کرایا جائے گا۔

2- برصغیر کی تقسیم کی کوئی سکیم قبول نہیں کی جائے گی۔

3- اکھنڈ بھارت قائم رہے گا۔

مسلم لیگ کا منشور:

1- قرارداد پاکستان کے تحت جنوبی ایشیا کو تقسیم کیا جائے۔

2- مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کو مکمل اقتدار حاصل ہو۔

3- مسلم لیگ کے علاوہ کوئی جماعت مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں۔

4- اگر عام انتخابات میں مسلمان مسلم لیگ کا ساتھ دیں تو پاکستان بننے دیا جائے۔

انتخابات کے نتائج اور اس کے فوائد

مرکزی قانون سازی اسمبلی کے نتائج:

مرکزی اسمبلی کے لیے پورے برصغیر میں مسلمانوں کے لیے 30 نشستیں مخصوص تھیں۔ مسلم لیگ نے ہر نشست پر امیدوار کھڑا کیا اور تمام کی تمام نشستوں پر یعنی سو فیصد کامیابی حاصل کی۔

صوبائی اسمبلیوں کے نتائج:

صوبائی اسمبلیوں کے لیے 495 نشستیں مسلمانوں کے لیے مخصوص تھیں۔ مسلم لیگ نے 434 نشستیں جیت کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ جبکہ بعد میں مزید نمائندے مسلم لیگ میں شامل ہونے کی وجہ سے مسلم لیگ کے کل ارکان کی تعداد 446 ہوگئی۔ مسلم لیگ نے تمام صوبوں میں مسلم نشستوں پر واضح کامیابی حاصل کی۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(1) بنگال:

صوبہ بنگال سے مسلم لیگ نے 119 نشستوں میں 113 نشستیں حاصل کیں۔ مسلم لیگ کے حسین شہید سہروردی وزیر اعلیٰ بنے۔

(2) پنجاب:

صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ نے 86 نشستوں میں سے 79 نشستیں حاصل کیں۔

(3) سرحد:

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ مسلم لیگ نے کل 36 نشستوں میں سے صرف 17 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔

(4) سندھ:

صوبہ سندھ میں مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لئے صوبائی اسمبلی کی مخصوص تمام نشستیں جیت لیں۔

انتخابات کے فوائد:

کئی سیاسی جماعتوں نے کانگریس کی حمایت کی تھی۔ مسلم لیگ نے ان سب کو شکست دے کر ثابت کر دیا کہ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت صرف مسلم لیگ ہے۔ بھاری اکثریت سے انتخابات جیتنے کے بعد کوئی طاقت پاکستان کو بننے سے نہیں روک سکتی تھی اور ان نتائج نے پاکستان کی بنیاد مضبوط کر دی اور کانگریس کے اس دعوے کی نفی کر دی کہ کانگریس ہی ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہے وہ ہے پاکستان کا حصول۔

س 19۔ کابینہ مشن (1946ء) کے منصوبے پر نوٹ لکھیں۔

جواب: 1945ء میں مسلم لیگ دشمن کانگریس کی حلیف لیبر پارٹی انتخابات کے ذریعے برطانیہ میں برسرِ اقتدار آئی۔ لیبر پارٹی کے برسر اقتدار آنے پر کانگریس نے خوشی کا اظہار کیا۔ قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عامہ کا اجلاس طلب کر کے یہ قرارداد منظور کروائی:

"نئی برطانوی حکومت جلد از جلد ہندوستان کے آئینی بحران کے حل کے لیے انتخابات کے انعقاد کا اعلان کرے۔"

کابینہ مشن کی تشکیل کا اعلان:

15 مارچ 1946ء کو برطانوی وزیر اعظم لارڈ ایٹلی نے ہندوستانی مسئلہ پر قابو پانے کے لیے اپنی کابینہ کے تین ارکان صدر ٹریڈ بورڈ لارڈ پیتھک لارنس، وزیر ہند سر سٹیفورڈ کرپس اور وزیر بحریہ اے۔ وی۔ الیگزینڈر کو ہندوستان بھیجنے کا اعلان کیا۔ سر سٹیفورڈ کرپس اس وفد کے سربراہ تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کابینہ مشن کے بنیادی مقاصد:

کابینہ مشن کے دو بنیادی مقاصد تھے:

-1 ہندوستان کی دستوری حیثیت اور حکومت کی شکل واضح کرنا۔

-2 مسلمانوں اور ہندوؤں میں نفرتوں کی خلیج کم کر کے متحدہ ہندوستان میں ہی رکھنے کی کوشش کرنا۔

کابینہ مشن کی ہندوستان آمد اور سرگرمیاں:

کابینہ مشن 23 مارچ 1946ء کو دہلی پہنچا۔ ہندوستان پہنچنے پر وزیر ہند سر سٹیفورڈ کرپس نے 24 مارچ 1946ء کو مسلمانانِ ہند کو مطمئن کرنے کے لیے پریس کانفرنس میں کہا۔

> ''ہندوستان میں جہاں کانگریس زیادہ بڑی جماعت ہے وہاں مسلم لیگ کو بھی مسلمانان ہند میں مکمل نمائندگی حاصل ہے۔''

کابینہ مشن کے اراکین نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کرتے ہوئے دہلی پہنچتے ہی اولاً وائسرائے اور اس کی انتظامی کونسل کے اراکین سے ملاقاتیں کیں۔ بعدازاں مشن کے ارکان نے صوبائی گورنروں اور سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں سے بات چیت کی۔ اس سے انہیں بخوبی یہ اندازہ ہو گیا کہ ہندوستان آئینی مسئلے کے حل کے لیے صرف کانگریس اور مسلم لیگ کو اعتماد میں لینا ضروری اور کافی ہے۔

کابینہ مشن پلان کا اعلان:

16 مئی 1946ء کو کابینہ مشن نے اپنے منصوبے کا اعلان کیا۔

کابینہ مشن کی تجاویز

کابینہ مشن کی تجاویز درج ذیل تھیں:

-1 انڈین یونین کا قیام:

ہندوستان ایک یونین ہو گی جس میں کئی صوبے دیسی ریاستیں شریک ہوں گی۔ یونین کے پاس صرف امور دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے محکمے ہوں گے۔ مرکز کو اخراجات پورے کرنے کے لیے براہ راست ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل ہوگا۔

-2 یونین کی ایک کابینہ اور اسمبلی:

آئین میں یہ شرط رکھی جائے گی کہ فرقہ وارانہ نوعیت اور آئین میں ترمیم کے سلسلے میں نہ صرف پورے ایوان کی اکثریت کی تائید بلکہ ہندو اور مسلمان ممبروں کی اکثریت کی الگ الگ تائید بھی درکار ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- یونین اور صوبوں کے اختیارات کا تعین:

یونین کے شعبوں امور دفاع، امور خارجہ اور امور مواصلات کے علاوہ دیگر تمام اختیارات صوبوں کی تحویل میں دیے جائیں گے۔

4- صوبائی گروپوں کی تشکیل:

ہندوستانی یونین تین گروپوں پر مشتمل ہوگی جس میں تمام صوبے شامل ہوں گے۔

گروپ 'اے': مدراس، بمبئی، سی پی، یوپی، بہار اور اڑیسہ

گروپ 'ب': پنجاب، سندھ اور سرحد

گروپ 'سی': بنگال اور آسام شامل ہوں گے۔

5- گروپ فیڈریشن کا قیام:

ہر گروپ کی اپنی اپنی فیڈریشن ہوگی۔ ہر گروپ یہ طے کر سکے گا کہ صوبائی شعبوں میں سے کون کون سے شعبے صوبوں کے پاس رہنے چاہئیں اور کون کون سے شعبے گروپ فیڈریشن کے پاس ہونے چاہئیں۔

6- یونین کے دستور میں ترمیم کا طریقہ کار:

یونین کے آئین کے تحت کوئی بھی گروپ یا صوبہ اپنی اسمبلی کی اکثریت کے فیصلے کی بناء پر ابتدائی دس سال گزر جانے کے بعد دستور کی شرائط پر نظرثانی کا مطالبہ کر سکے گا۔

7- دستور ساز اسمبلی کی تشکیل اور طریقہ انتخابات:

دستور ساز اسمبلی کے اراکین کا انتخاب جداگانہ طریقہ انتخابات کے تحت عمل میں لایا جائے گا یعنی مسلمان اور سکھ اپنے اپنے نمائندے، ہندو اور باقی سب اپنے اپنے نمائندے اپنے جداگانہ ووٹ سے منتخب کریں گے۔

8- دستور ساز اسمبلی کے فرائض:

دستور ساز اسمبلی میں شامل تمام صوبوں کے منتخب نمائندے صدر کا انتخاب کریں گے۔ صدر کے انتخابات اور اس کی رسمی کاروائی کے بعد تمام نمائندے اپنے اپنے گروپوں میں بٹ جائیں گے اور اپنے اپنے گروپ اور صوبے کا دستور تیار کریں گے۔ دستور کا یہ حصہ مکمل ہونے کے بعد تمام گروپ ایک بار پھر پوری دستور ساز اسمبلی میں بیٹھ کر آل انڈیا یونین کا دستور تیار کریں گے۔

9- ہند یونین سے علیحدگی:

صوبوں کو اختیار ہوگا کہ وہ دس سال گزر جانے کے بعد ہند یونین سے علیحدگی اختیار کر لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10- حق استرداد:

اگر کوئی سیاسی جماعت کابینہ مشن تجاویز کو ناپسند کرتی ہے تو وہ انہیں مسترد کر سکے گی۔ البتہ عبوری حکومت میں شامل ہونے کا اختیار صرف اُس سیاسی جماعت کو دیا جائے گا جو ان تجاویز کو مکمل طور پر تسلیم کرے گی۔

کابینہ مشن پر سیاسی جماعتوں کا ردِ عمل

کانگریس کا ردِ عمل:

ہندو حلقوں میں اس غلط فہمی کے باعث کابینہ مشن منصوبے میں ہندوستان کو تقسیم ہونے سے بچا لیا گیا ہے اور منصوبے میں مطالبہ پاکستان کا کہیں ذکر نہیں، زبردست خوشی کا اظہار کیا گیا۔ اس کے برعکس مسلم لیگ نے مطالبۂ پاکستان سے دستبردار ہوئے بغیر منصوبہ کو تسلیم کر لیا۔ اس سے ہندو ہیجانی کیفیت کا شکار ہو گئے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور کانگریس ورکنگ کمیٹی میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ نیز ہندو پلان کو مسترد کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔

مسلم لیگ کا ردِ عمل:

مسلم لیگ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاس میں کافی غور و غوض کے بعد مطالبہ پاکستان کے مؤقف سے دستبردار ہوئے بغیر کابینہ مشن منصوبے کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ کیونکہ آل انڈیا یونین تین گروپوں پر مشتمل ہونا تھی۔ انہیں ابتدائی دس سال بعد علیحدہ ہونے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس طرح منصوبے میں پاکستان کا تصور موجود تھا۔

کابینہ مشن کی ناکامی:

کابینہ مشن پلان کو کانگریس نے رد کر دیا جبکہ مسلم لیگ نے اسے منظور لیا۔ کابینہ مشن پلان کی شرائط کے مطابق عبوری حکومت بنانے کی دعوت اس سیاسی جماعت کو دی جائے گی جو اس منصوبے کو مکمل طور پر تسلیم کر لے گی۔ لہٰذا عبوری حکومت بنانے کی دعوت مسلم لیگ کو ملنا چاہیے تھی مگر حکومت نے عبوری حکومت بنانے کی دعوت کانگریس کو دے دی۔ چونکہ خود انگریزی حکومت نے اس منصوبے کی خلاف ورزی کی جس کی وجہ سے یہ مشن ناکام ہو گیا۔

س 20۔ 3 جون 1947ء کے منصوبے پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

برطانوی حکمران ہر دور میں کانگریس کی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تکمیل کے لیے سرگرداں رہے۔ مسلمانانِ ہند کے اتحاد نے انگریز ہندو "اکھنڈ بھارت" کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ حکومتِ برطانیہ نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف کوششیں کیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ناکام ثابت ہوئیں۔ بالآخر برطانوی وزیر اعظم لارڈ اٹیلی نے مارچ 1947ء میں لارڈ ویول کو واپس بلا کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو وائسرائے ہند بنا کر بھیج دیا۔ لارڈ ماؤنٹ نے برصغیر کو متحد رکھنے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

برطانوی وزیر اعظم کا اعلان آزادیٔ ہند:

20 فروری 1947ء کو وزیر اعظم برطانیہ لارڈ اٹیلی نے ہندوستان کی آزادی کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

"انگریز 20 جون 1948ء تک ہندوستان کا اقتدار لازمی طور پر مرکزی حکومت یا صوبائی حکومتوں یا پھر کسی بھی بہتر طریقے سے جو ہندوستانی عوام کے لیے مفید ہوگا ان کو سپرد کر دیں گے۔"

ماؤنٹ بیٹن کی ہندوستان آمد اور سیاسی قائدین سے مذاکرات:

لارڈ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے ہند بن کر 22 مارچ 1947ء کو دہلی پہنچا۔ ہندوستان پہنچتے ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صوبائی گورنروں، انتظامی کونسل کے اراکین اور ہندوستانی سیاسی جماعتوں کے علاوہ کانگریس اور مسلم لیگ رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ قائداعظم نے بھی تقسیم کے علاوہ کوئی بھی منصوبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ قائداعظم کا مؤقف حقائق اور اصولوں پر مبنی تھا۔ وہ پاکستان کے علاوہ کسی اور حل کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ 1945-46ء کے انتخابات، قائداعظم کے مؤقف کو صحیح ثابت کر چکے تھے۔

سات لیڈروں کی کانفرنس:

منصوبہ تقسیم ہند پر غور کے لیے 2 جون 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن کی رہائش گاہ وائسرائے ایگل لاج دہلی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔

کانفرنس میں کانگریس، مسلم لیگ اور سکھ نمائندوں پر مشتمل سات لیڈروں نے شرکت کی جن کے ناموں کی فہرست درج ذیل ہے:

کانفرنس میں شریک لیگی رہنما:	قائداعظم محمد علی جناح، خان لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر
کانفرنس میں شریک کانگریسی رہنما:	پنڈت جواہر لال نہرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل اور اچاریہ بے بی کرپلانی
کانفرنس میں شریک سکھ رہنما:	سردار بلدیو سنگھ

کانفرنس میں شریک مذکورہ بالا ہندوستان رہنماؤں کے سامنے ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کیا جسے رسمی طور پر منظور کر لیا گیا۔

منصوبہ تقسیم ہند کے اہم نکات

وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے منصوبہ تقسیم ہند کا سرکاری طور پر 3 جون 1947ء کو اعلان کیا۔ برطانوی حکومت ہندوستان کے اقتدار سے 10 اگست 1947ء تک دستبردار ہو جائے گی۔ ملک کو دو خود مختار آزاد مملکتوں پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1- غیر مسلم اکثریتی صوبے:

آسام، یوپی، سی پی، مدراسی، بمبئی، بہار اور اڑیسہ مسلم غیر مسلم علاقے جہاں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں کم تھی۔ ہندوستان میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

2- صوبہ پنجاب و بنگال:

صوبہ پنجاب و بنگال کی فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم کے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان کے اور غیر مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کے سپرد کر دیئے جائیں۔ مذکورہ بالا صوبوں (پنجاب اور بنگال) کی تقسیم کے کام کی تکمیل کے لیے دو حد بندی کمیشن مقرر کیے جائیں گے۔ جس کا سربراہ سر سیرل ریڈکلف کو مقرر کیا گیا۔

3- صوبہ سندھ:

صوبہ سندھ کے ممبران اسمبلی کو حق دیا گیا کہ وہ پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہونے کا اعلان کریں۔

4- صوبہ سرحد و سہلٹ (آسام):

صوبہ سرحد اور آسام کے ضلع سلہٹ میں استصواب رائے کے ذریعے معلوم کیا جائے گا کہ یہ علاقے پاکستان یا ہندوستان کے سپرد کر دیئے جائیں۔

5- بلوچستان:

صوبہ بلوچستان کی پاکستان یا ہندوستان میں شمولیت کی رائے شاہی جرگہ کے نامزد ارکان اور میونسپل کمیٹیوں کے منتخب ممبران کے مشترکہ اجلاس میں لی جائے گی۔

6- ریاستیں:

برصغیر میں 635 ریاستیں تھیں جہاں نواب اور راجے حکومت کر رہے تھے۔ ہر ریاست کو حق دیا گیا کہ وہ دونوں ممالک میں سے جس سے چاہیں الحاق کر لیں ایسا کرتے وقت ہر ریاست اپنی جغرافیائی حیثیت اور مخصوص حالات کو پیش نظر رکھے گی یا وہ اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھ سکتی ہے۔

7- مشترکہ گورنر جنرل کا تقرر:

عبوری مدت کے لیے دونوں نئی آزاد خود مختار مملکتوں کا گورنر جنرل مشترک ہوگا اور موجودہ گورنر جنرل یعنی لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا اس حیثیت سے تقرر کر دیا جائے گا۔

تقسیم ہند کے منصوبے پر ردِ عمل

تقسیم ہند کے منصوبے پر کانگریس اور مسلم لیگ نے اپنے اپنے مؤقف کی روشنی میں درج ذیل ردِ عمل کا اظہار کیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانگریس کا ردِعمل:

کانگریس تقسیم ہند کے منصوبے سے پہلے آگاہ تھی اس لیے اس نے منصوبے کی تمام تجاویز کو من وعن تسلیم کرلیا۔ نیز اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن مشترکہ گورنر کی حیثیت سے اپنے عہدے پر قائم رہیں گے اور اپنے تجربے کی بناء پر ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔

مسلم لیگ کا ردِعمل:

قائدِ اعظم کو خدشہ تھا کہ اگر ماؤنٹ بیٹن کو پاکستان کا گورنر جنرل منظور کرلیا گیا تو کانگریس کا دم بھرنے والے پاکستان کو شدید نقصان پہنچائیں گے۔ اس خدشے کے پیش نظر انہوں نے تقسیم ہند کے منصوبے کی اس شرط کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا کہ:

"دونوں نئی آزاد خود مختار مملکتوں کا گورنر جنرل مشترکہ ہوگا اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا اس حیثیت سے تقرر کردیا جائے گا۔"

3 جون 1947ء کے منصوبے پر عمل درآمد

1- غیر مسلم اکثریتی صوبے تو ہندوستان کا حصہ بننے ہی تھے۔ اُن کے بارے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا اسی لیے تمام غیر مسلم اکثریتی صوبے ہندوستان کا حصہ بنادیئے گئے۔

2- سلہٹ میں ریفرنڈم ہوا۔ عوام کی بہت بڑی اکثریت نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا تو ضلع سلہٹ کو مشرقی پاکستان سے ملحق کردیا گیا۔

3- سندھ اسمبلی کے ارکان نے بہت بڑی اکثریت کے ساتھ پاکستان میں شرکت کے حق میں ووٹ دیئے۔

4- بلوچستان میں شاہی جرگے اور کوئٹہ میونسپلٹی کے ارکان نے پاکستان کے حق میں اپنے ووٹ دیئے۔ اس طرح بلوچستان پاکستان کا حصہ بنا۔

5- صوبہ سرحد نے ریفرنڈم کے ذریعے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

6- پنجاب اور بنگال کی تقسیم کرنے کا فیصلہ سر ریڈکلف کی سربراہی میں قائم کیے گئے ریڈکلف کمیشن نے کرنا تھا۔ کمیشن نے پنجاب اور بنگال کے کئی اکثریتی علاقے بھارت کے حوالے کرکے پاکستان کو زرخیز اور مسلم اکثریتی علاقوں سے محروم کردیا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے لیے دریائی پانیوں اور کشمیر کا مسئلہ بھی پیدا کردیا۔

7- ریاستوں کے الحاق کے مسئلوں میں بھی پاکستان کے ساتھ سخت ناانصافیاں کی گئیں۔ جموں وکشمیر، حیدرآباد دکن، جوناگڑھ، منگرول اور مناوادر کی ریاستیں ہندوستان کے حوالے کردی گئیں۔

حاصل کلام:

منصوبہ تقسیم ہند صرف تاریخ پاک وہند میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بھی ایک تاریخ ساز واقعہ ہے۔ یہ اس لئے کہ انگریزوں اور ہندوؤں نے اس منصوبے کے ذریعے مسلمانان ہند کے خواب "پاکستان" کو از خود شرمندۂ تعبیر کردیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کرکے پاکستان کے قیام کی بنیاد رکھ دی۔ اس پر دو ماہ اور دس دن بعد 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشہ پر ایک بڑی اسلامی مملکت پاکستان قائم ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س21۔ قانون آزادی ہند پر نوٹ لکھیں۔

جواب: مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان کی تحریک پر انگریزوں نے ہندوؤں سے قیام پاکستان کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا۔ اس پر مسلمانان ہند مسلم لیگ کے پلیٹ فارم اور قائدِ اعظمؒ کی قیادت میں اپنے مؤقف سے دستبردار نہ ہوئے۔ بالآخر برطانوی حکومت نے 3 جون 1947ء کے منصوبے کو کچھ ترامیم کے ساتھ منظور کرتے ہوئے آزادی ہند کے آئین کی حیثیت دے دی۔ بالآخر اسی آئین کے تحت پاکستان معرض وجود میں آیا۔

قانونِ آزادئ ہند کے اہم نکات

قانون آزادی ہند کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1- تقسیم و آزادی برصغیر:

14 اگست 1947ء کو برصغیر کو دو آزاد خود مختار مملکتوں پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ 14 اگست 1947ء کو اقتدار پاکستان اور 15 اگست 1947ء کو اقتدار ہندوستان کے حوالے کر دیا جائے گا۔

2- برطانوی راج کا خاتمہ:

آزادی برصغیر کے بعد پاکستان اور ہندوستان کے کسی بھی حصے اور کسی بھی معاملے پر برطانوی راج و عملداری نہیں رہے گی۔

3- نئے آزاد ممالک کے اختیارات:

دونوں نئے آزاد ممالک کے قانون ساز اداروں کو اپنے اپنے ممالک میں قانون سازی کے مکمل اور جامع اختیارات حاصل ہوں گے۔

4- نئی آزاد مملکتوں کا عبوری آئین:

دونوں نئی آزاد مملکتیں جب تک اپنے آئین تشکیل نہیں دے لیتیں اس وقت تک دونوں مملکتیں اپنا اپنا نظام حکومت چلانے کے لیے حکومت ہند کے آئین مجریہ 1935ء کو بروئے کار لائیں گی۔ تاہم انہیں یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ 1935ء کے آئین میں قانونِ آزادئ ہند 18 جولائی 1947ء کی روشنی میں اپنے آئینی طریقہ کار اور مسائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ضروری ترامیم کر لیں۔

5- عبوری آئین میں ترامیم کا طریق:

31 مارچ 1948ء تک ہر دو ممالک کے گورنر جنرل کو اپنے اپنے ملک کے عبوری آئین میں ضروری ترامیم کا حق حاصل ہوگا۔ اس کے بعد عبوری آئین کو دونوں ممالک کی مقننہ جات جاری رکھنے یا ترامیم کرنے کا حق رکھیں گی۔

6- نئی مملکتوں کے گورنر جنرل کے آئینی اختیارات:

پاکستان یا ہندوستان کی مقننہ جات کے منظور کردہ قوانین کو منظور کرنے کا اختیار حکومت برطانیہ کو نہیں بلکہ متعلقہ گورنر جنرل کو حاصل ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7- بادشاہ برطانیہ کے "شہنشاہ ہند" کے خطاب کا خاتمہ:

15 اگست 1947ء کو آزادی ہند کے بعد برطانوی بادشاہ کے خطبات میں سے "شہنشاہ ہند" کا خطاب ختم کر دیا جائے گا۔

حاصل کلام:

قانون آزادئ ہند میں 18 جولائی 1947ء آزادئ ہندوستان کی تاریخ میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ آئین کے تحت نہ صرف برصغیر کو آزادی دی گئی بلکہ نئی مملکتوں کو مکمل اور جامع اختیارات بھی دے دیئے گئے۔ بادشاہ برطانیہ کے خطابات میں سے "شہنشاہ ہند" کے خطاب کا خاتمہ کر کے آزاد ہندوستان پر مہر تصدیق ثبت کر دی گئی۔ قانون آزادی میں پہلی بار 1935ء کے قانون ہند میں ہندوستانیوں کو ترامیم کی اجازت دی گئی۔ اس سے قبل 1935ء کے آئین میں ترامیم کا حق صرف برطانوی پارلیمنٹ کو حاصل تھا۔

س22۔ تحریک پاکستان/قیام پاکستان کے لیے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی خدمات تفصیل سے بیان کریں؟ یا واضح کریں کہ قائداعظم کی موجودگی کے بغیر پاکستان کا قیام ناممکن تھا۔

جواب: **ابتدائیہ:**

محمد علی جناح نے گجرات کاٹھیاوار کے تاجر گھرانے میں جنم لیا۔ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی اور لنکنز ان (Lincoln's Inn) لندن سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بمبئی میں پریکٹس شروع کی۔ سیاسی راہنما دادا بھائی نوروجی کے سیکرٹری رہے اور اس کے بعد کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ شروع میں ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ کانگریس نے آپ کی خدمات کی وجہ سے بمبئی میں آپ کے نام پر جناح ہال تعمیر کروایا۔ اسی وجہ سے سروجنی نائیڈو نے آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر (The Ambassador of Hindu Muslim Unity) قرار دیا۔ قیام پاکستان کے لیے آپ کی خدمات کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:

1۔ مسلم لیگ میں شمولیت:

مولانا محمد علی جوہر کی کوششوں سے آپ نے 1913ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور اس طرح آپ بیک وقت مسلم لیگ اور کانگریس کے رکن بن گئے۔

2۔ میثاق لکھنؤ اور قائداعظم:

آپ چونکہ ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے اور کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے رکن بھی تھے لہذا آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر 1916ء میں تاریخ ساز معاہدہ "میثاق لکھنؤ" کروانے میں کامیاب ہوئے۔ یہ وہ واحد تاریخی موڑ ہے جس میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم تسلیم کیا اور جداگانہ طریق انتخاب پر راضی ہوئے۔

3۔ تجاویز دہلی اور قائداعظم:

قائداعظم جیسی بصیرت رکھنے والا سیاسی راہنما زیادہ دیر ہندوؤں کا دوغلا رویہ برداشت نہ کر سکا۔ اور بالآخر آپ نے 1920ء میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانگریس کی رکنیت چھوڑ کر صرف مسلمانوں کے مفادات کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔ 1927ء میں آپ کی کوششوں سے مسلمان راہنماؤں نے تجاویز دہلی کا اعلان کیا جو مستقبل کا آئین بنانے کے لیے مسلمانوں کی متفقہ تجاویز تھیں۔

4۔ نہرو رپورٹ اور قائداعظم:

1928ء میں نہرو رپورٹ پیش ہوئی جو واضح طور پر مسلمانوں کے حقوق کے مخالف تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے انتہائی سختی سے نہرو رپورٹ کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا آج سے ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا الگ الگ ہو گئے ہیں۔

5۔ قائداعظم کے چودہ نکات:

1929ء میں قائداعظم نے نہرو رپورٹ کے جواب میں آئین سازی کے 14 راہنما اصول پیش کیے جو قائداعظم کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان میں قائداعظم نے نہ صرف مسلمانوں کی ترجمانی کی بلکہ اقلیتوں کے حقوق کے لیے مجموعی طور پر قابل عمل قوانین وضع کرنے کا طریقہ کار بتایا۔

6۔ گول میز کانفرنسیں اور قائداعظم:

قائداعظم محمد علی جناح نے 1930ء اور 1931ء میں لندن میں ہونے والی پہلی اور دوسری گول میز کانفرنسوں میں مسلم لیگ کی طرف سے شرکت کی اور مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ یہ آپ کی فراست کا ہی نتیجہ تھا کہ ان کانفرنسوں میں مسلمانوں کے خلاف کوئی لائحہ عمل نہ بن سکا جیسا کہ کانگریس کی کوشش تھی۔

8۔ سیاست سے کنارہ کشی:

1931ء میں گاندھی اور کانگریسی راہنماؤں کے متعصب رویے، مسلم راہنماؤں کی سرد مہری اور مسلم لیگ کی اندرونی دھڑے بندیوں کی وجہ سے آپ نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے لندن میں ہی مقیم ہونے کا فیصلہ کیا۔

9۔ مسلم لیگ کی صدارت:

علامہ اقبال اور دیگر مسلمان راہنماؤں کی کوششوں کے نتیجے میں بالآخر قائداعظم واپس برصغیر واپس آئے اور مسلمانوں کی راہنمائی کرنے پر راضی ہوئے۔ 1934ء میں آپ واپس تشریف لائے اور آپ کو مسلم لیگ کا تاحیات صدر بنا دیا گیا۔ آپ نے صدر بننے کے بعد مسلم لیگ کی تنظیم نو کی اور اسے ایک فعال جماعت کے قالب میں ڈھال دیا۔

10۔ کانگریسی وزارتیں اور قائداعظم کا کردار:

1935ء کے آل انڈیا ایکٹ کے مطابق 1937ء میں ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں کانگریسی وزارتیں بنیں اور مسلم لیگ کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ کانگریسی وزارتوں کے رویے نے ثابت کر دیا کہ ہندو مسلمانوں کے حقوق کا احترام نہیں کر سکتے۔ آپ نے نہ صرف ان مظالم کے خلاف طاقتور آواز اٹھائی بلکہ موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے مسلم لیگ کی تنظیم نو بھی کی۔ اس طرح مسلم لیگ آئندہ کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مضبوط جماعت بن کر ابھری۔

11۔ یوم نجات:

کانگریسی وزارتوں کے خلاف مسلم لیگ کی تحریک کامیاب ہوئی اور کانگریسی وزارتوں کو حکومت سے اختلافات کے سبب مستعفی ہونا پڑا۔ کانگریسی وزارتوں کے جانے پر قائداعظم نے مسلمانوں کو 22 دسمبر 1939ء کو یوم نجات منانے کا مشورہ دیا مقصود انگریز حکمرانوں کو یہ باور کروانا تھا کہ مسلمان اپنے حقوق سے شافی طور پر آگاہ ہیں۔

12۔ قرارداد پاکستان:

1940ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں منظور ہونے والی قرارداد لاہور جسے تاریخ ہندوؤں کے دیے گئے نام قرارداد پاکستان کے نام سے جانتی ہے درحقیقت قائداعظم محمد علی جناح کی ہی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ آپ کا اس اجلاس کا صدارتی خطبہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپ نے وقت کی رفتار کو نہ صرف پہچان لیا تھا بلکہ ممکنہ تبدیلیوں کا ادراک کرتے ہوئے اگلے اقدامات کی تیاری بھی کر لی تھی۔

13۔ کرپس مشن اور قائداعظم:

1942ء کا کرپس مشن حکومت برطانیہ کی ان کوششوں میں سے ایک ہے جو اس نے ہندوستان میں اپنے ڈولتے ہوئے اقتدار کے سنگھاسن کو متوازن کرنے کے لیے کیں۔ اگر کرپس مشن کامیاب ہو جاتا تو ہندوستان پر تاج برطانیہ کا منحوس سایہ نہ جانے کب تک مسلط رہتا۔ قائداعظم نے نہ صرف کرپس مشن سے تعاون کرنے سے انکار کیا بلکہ کسی بھی ایسے فارمولے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس میں علیحدہ وطن کے مطالبے کو تسلیم نہ کیا گیا ہو۔ یہ مستقبل بینی اللہ نے صرف قائداعظم کو ہی بخشی تھی۔

14۔ گاندھی جناح مذاکرات:

1944ء میں ہونے والے گاندھی جناح مذاکرات درحقیقت ہندو بنیا کا پھیلایا ہوا وہ جال تھا جس کی مدد سے مہاتما گاندھی مسٹر جناح کو اپنی سول نافرمانی کی تحریک میں شامل کر کے پاکستان کے مطالبے کے غبارے سے ہوا نکالنا چاہتے تھے۔ لیکن جناح کی سیاسی فراست نے گاندھی کی سازشی ذہنیت کو بھانپ کر اس کی سازش کا شکار ہونے سے انکار کرتے ہوئے پاکستان کے قیام کو اپنی اولین ترجیح قرار دیا۔

15۔ شملہ کانفرنس اور قائداعظم:

1945ء میں لارڈ ویول کی سربراہی میں ہونے والی شملہ کانفرنس کی ناکامی کا سہرا بھی بابائے قوم کے سر ہے۔ کیونکہ آپ نے واشگاف لفظوں میں ہندوستان کی تقسیم سے کم کسی بھی فارمولے پر راضی ہونے سے اور کانگریس کو پورے ہندوستان کی نمائندہ جماعت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ آپ کے انکار کا ہی نتیجہ تھا کہ 46-1945ء میں ہونے والے انتخابات اور اس کے بعد کی صورتحال ہندوستان کی تقسیم پر جا کر ختم ہوئی۔

16۔ 46-1945 کے انتخابات اور قائداعظم:

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد حکومت نے مختلف سیاسی جماعتوں کی عوام میں مقبولیت اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کو جانچنے کے لیے 46-1945ء کے انتخابات منعقد کروائے جس میں قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ نے تاریخی کامیابی حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور مسلمان علیحدہ وطن کے مطالبے سے کم کسی بات پر راضی ہونے کو تیار نہیں۔ ان انتخابات کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران محمد علی جناح کے طوفانی دورے آپ کی مقصد سے لگن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کے کہے ہوئے الفاظ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" وہ جادو تھا جو ہندوؤں اور انگریزوں کے سر چڑھ کر بولا تھا۔

17۔ کابینہ مشن پلان اور قائداعظم:

1946ء کا کابینہ مشن تاج برطانیہ کی آخری کوشش تھی کہ ہندوستان کو تقسیم ہونے سے بچالیا جائے۔ لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے اس کے نکات کو مان کر کانگریس کو شہ مات دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کے بغیر ایسی حکومت آسکتی ہے جس میں مسلم لیگ کا وجود نہ ہو اس طرح مسلمانوں کے مفادات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔

18۔ یوم راست اقدام اور قائداعظم:

کابینہ مشن میں کیے گئے وعدوں کی خلاف ورزی حکومت برطانیہ کا وہ قدم تھا جس نے سیاسی انارکی کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا تاہم قائد کی فراست نے اس ناروا اقدام کے راستے میں 16 اگست 1946ء کو راست اقدام کا فیصلہ کر کے سیاسی بصیرت کا ایسا بند باندھا کہ حکومت برطانیہ کو خفت سے بچنے کے لیے مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شامل کرنے اور لارڈ ویول کی قربانی دے کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بھیجنا پڑا۔

19۔ عبوری حکومت اور قائداعظم:

ستمبر 1946ء میں حکومت نے نہرو کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دی۔ یہ اقدام انتہائی ناانصافی پر مبنی تھا لیکن نہرو نے قائداعظم کو عبوری حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دے کر عزت بچانے کی کوشش کی۔ قائداعظم نے مدبرانہ فیصلہ کیا اور عبوری حکومت کا حصہ بن کر ہندوؤں اور انگریزوں کی چالوں کو ناکام بنانے کا عزم کیا۔ نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات عبوری حکومت زیادہ دیر نہ چل سکی اور سازشی ہندوؤں اور مکار انگریزوں کو مسلم لیگ کے مطالبے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

ہمت عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

20۔ "تین جون کا منصوبہ" اور قائداعظم:

قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ سرخرو ہوئی اور حکومت برطانیہ 3 جون 1947ء کو تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کرنے پر مجبور ہوگئی۔ قائداعظم نے اس کو ممکن بنانے کے لیے ایک مرتبہ پھر علالتِ طبع کے باوجود پورے برصغیر کے طوفانی دورے کیے اور ناممکن کو ممکن میں بدل ڈالا۔ تاہم ہندوؤں اور انگریزوں نے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق مشترکہ گورنر جنرل کی پیشکش کی جسے قائداعظم نے فوری طور پر رد کر دیا۔ اور اس طرح پاکستان کو پیدا ہوتے ہی دشمنوں کے ہاتھ میں جانے سے بچالیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21۔ قیام پاکستان اور قائداعظم:

14 اگست 1947ء وہ تاریخ ساز دن تھا جب مسلمانان ہند کی کوششیں رنگ لائیں۔ قائد کی فراست جیت گئی اور ہندو کی مکاری ہار گئی۔ آپ نے طویل جدوجہد کے ذریعے برصغیر کی تقسیم کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر کے دنیا کا جغرافیہ بدل ڈالا۔ پاکستان دھرتی کے سینے پر نمودار ہوا۔ یہ بیسویں صدی کا وہ اہم واقعہ تھا جسے ایک دھان پان اور کمزور سے شخص نے اپنی قوت ارادی اور عزم کی پختگی کے بل بوتے پر ممکن کر دکھایا۔

ہر اک مقام سے آگے نکل گیا مہ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو

حاصل کلام:

مختصراً یہ کہ قائداعظم محمد علی جناح ایک ایسے قائد تھے جن کے بغیر پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہونا ممکن نہ تھا۔ اس بات کا اعتراف اپنوں کے ساتھ ساتھ بیگانوں نے بھی کیا۔ بلبلِ ہندوستان سروجنی نائیڈو کا کہنا ہے:

"اگر ہندوؤں کے پاس ایک قائد اور مسلمانوں کے پاس سو گاندھی ہوتے تو پاکستان کبھی نہ بنتا۔"

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

اور واقعی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

س 23۔ مسلمانانِ ہند کے لیے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی خدمات کا جائزہ لیں۔

جواب: **ابتدائیہ:**

جب غلامی کی تاریکیاں اہل ایمان کا مقدر بننے لگتی ہیں تو قدرت ایسے عظیم المرتبت رہنما عطا کر دیتی ہے جو غلامی کی شب تاریک میں ماہتاب آزادی کی علامت بن کر اُبھرتے، اپنی فکری ضوپاشیوں اور نظری لمعہ افشانیوں سے ظلمت زدہ ماحول کو جگمگا دیتے ہیں۔ شاعرِ مشرق مفکرِ مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبال کا وجود بھی آزادی و حریت کی علامت بن کر برصغیر کے غلامی پر رضامند مسلمانوں کو احساسِ زیاں کی دولت سے بہرہ ور کر گیا۔

تو نے پھونکی مردہ دل لوگوں میں آزادی کی روح
ہم قفس کے طائروں کو تو نے بخشے بال و پر
ہم کو بخشی تیرے اعجاز نفس نے زندگی
کب چٹکتی ہے کلی بے جنبشِ بادِ سحر

علامہ اقبال کی خدمات:

علامہ اقبال کی قومی و ملی خدمات کا جائزہ درج ذیل سطور میں لیا گیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1۔ مسلم لیگ میں شمولیت:

1908ء میں اپنی سیاسی زندگی کا آغاز مسلم لیگ کی لندن برانچ سے کیا۔اس کے بعد اقبال پوری سیاسی زندگی مسلم لیگ سے منسلک رہے۔

2۔ مشترکہ قومیت کی مخالفت:

علامہ اقبال کے ابتدائی سیاسی تصورات تو کہتے تھے کہ

؎ مذہب نہیں سکھلاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستان ہمارا

لیکن جب بصارت کو بصیرت ملی تو کہنے لگے:

؎ چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اس طرح اقبال نے مسلمانانِ ہند کو وطنیت کے زہر سے بچالیا۔

3۔ ولولہ انگیز شاعری:

اقبال کا کلام دلنواز بھی ہے اور روح پرور بھی۔انہوں نے اپنی فلسفیانہ شاعری سے مسلمانانِ ہند کی زندگیوں کی ویران کھیتوں کو ہرا کر دیا۔غافل مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا اور روشن مستقبل کی اُمید دلائی۔

؎ اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرزِ کلام اور ہے
طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سُن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے

4۔ پیامِ خودی:

اقبال کا سب سے بڑا کارنامہ اور اہلیان برصغیر کی زندگیوں اور تحریک پاکستان کی سب سے بڑی خدمت ''پیامِ خودی'' ہے۔اقبال نے لفظ خودی کو اسکا صحیح مفہوم عطا کیا۔اقبال کے نزدیک

''یہ پُراسرار شئے فطرتِ انسانی کی منتشر اور غیر محدود کیفیتوں کی شیرازہ بندی ہے۔''

اور یہی خود شناسی غلامی کی زنجیریں توڑنے کا واحد ذریعہ ہے۔

؎ خودی کیا ہے؟ رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے؟ بیداریٔ کائنات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خودی جلوہ بدمست و خلوت پسند

سمندر ہے بوند اک پانی میں بند

5۔ میثاق لکھنؤ کی مخالفت:

1916ء میں طے پائے جانے والے میثاق لکھنؤ کی مخالفت کی کیونکہ یہ مسلم مفادات کے پیش نظر پنجاب اور بنگال میں مسلم اکثریت کو نقصان پہنچانے اور ہندوستان میں ہندو غلبے کی سوچی سمجھی سازش تھی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو!

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

6۔ پنجاب اسمبلی کی رکنیت:

1926ء میں پنجاب اسمبلی کے رُکن منتخب ہوئے اور مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

7۔ کھلے مقابلے کے امتحان کی مخالفت:

اعلیٰ ملازمتوں کے حصول کے لیے ہندوستان میں کھلے مقابلہ کے امتحان کی مخالفت کی کیونکہ یہ صرف متحدہ قومیت کے تحت سودمند ہوسکتا ہے اور ہندوستان جہاں بہت سی قومیں بستی تھیں وہاں کارآمد نہیں تھا۔

8۔ جداگانہ انتخابات کی حمایت:

علامہ اقبال جداگانہ طریقہ انتخاب کے زبردست حامی تھے۔ 1927ء میں تجاویز دہلی کی وجہ سے جب مسلم لیگ کے دو بڑے دھڑے بن گئے تو علامہ اقبال نے "شفیع لیگ" کا ساتھ دیا جس کا مؤقف جداگانہ قومیت کی بنیاد پر جداگانہ انتخابات کی تائید تھی۔

9۔ سائمن کمیشن کی سفارشات کی حمایت:

1919ء کی اصلاحات کا جائزہ لینے کے لیے 1927ء میں آنے والے سائمن کمیشن کی سفارشات کی شفیع لیگ نے حمایت کی اور مسلم مطالبات پیش کیے۔

10۔ نہرو رپورٹ کی مخالفت:

1928ء میں نہرو رپورٹ نے میثاق لکھنؤ اور تجاویز دہلی میں طے کردہ شقوں کی دھجیاں اڑا دیں۔ علامہ اقبال نے سر شفیع اور سر فضل حسین کے ساتھ مل کر سر آغا خان کی قیادت میں نہرو رپورٹ کے جواب میں آل پارٹیز کانفرنس میں مسلم مطالبات پیش کیے۔

11۔ گول میز کانفرنسوں میں شرکت:

1930ء سے 1932ء کے دوران لندن میں منعقد ہونے والی دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی اور واضح طور پر یہ مؤقف اختیار کیا:

"پہلے صوبوں کو مکمل صوبائی خودمختاری دی جائے بعد میں مرکز میں وفاقی حکومت قائم کی جائے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12۔ قائد کی وطن واپسی کے لیے کوششیں:

1932ء میں قائداعظم برصغیر کے حالات سے دل برداشتہ ہو کر لندن میں مقیم ہو گئے۔ اس وقت اقبال ہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگانے کے لیے قائداعظم کی ضرورت محسوس کی اور انہیں وطن واپسی کے لیے خطوط لکھے۔ جس کے نتیجے میں 1934ء میں قائداعظم نے دوبارہ مسلم لیگ کی قیادت سنبھال لی۔

نہیں ہے اقبال نا اُمید اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

13۔ پارلیمانی بورڈ میں شمولیت:

1934ء میں علامہ اقبال نے خرابی صحت کے باوجود مسلم لیگ کی تنظیم نو کے سلسلے میں قائداعظم کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ 1935ء کے ایکٹ کے تحت ہونے والے انتخابات کے لیے پارلیمانی بورڈ تشکیل دیا تو قائداعظم کی درخواست پر آپ نے پنجاب پارلیمانی بورڈ میں شمولیت اختیار کی۔

14۔ کانگرسی وزارتوں کی مخالفت:

1937ء میں قائم ہونے والی وزارتوں کے مظالم کی بھرپور مذمت کی اور جب آپ کو وزارتوں کا لالچ دے کر ہندوؤں کا ساتھ دینے کو کہا گیا تو آپ نے جواب دیا:

"میں قائداعظم کا سپاہی ہوں، جو لڑنا جانتا ہے، بکنا نہیں جانتا۔"

میرا دشمن مجھے کمزور سمجھنے والا
مجھے دیکھے کبھی تاریخ کے آئین میں
میں نے ہر دور میں اک باب نیا لکھا ہے
بیعتِ ظلم و ستم میری روایت ہی نہیں

15۔ خطبہ الٰہ آباد 1930ء:

اقبال کی حیاتِ جاودانی کا سب سے اہم سیاسی کارنامہ خطبہ الٰہ آباد کی صدارت ہے۔ آپ نے برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلامی ریاست کا تصور پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"میری خواہش ہے کہ پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست کی شکل دے دی جائے، چاہے یہ ریاست برطانوی ہند کے اندر ہو یا باہر۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ برصغیر کے شمال مشرقی اور شمال مغربی علاقوں کے مسلمانوں کو ایک علیحدہ اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔"

یہ خطبہ مسلمانوں کی زندگیوں میں ایک مشعل راہ ثابت ہوا جس نے منزل کی راہیں ہموار کر دیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصلِ کلام:

اقبال نے جس سرزمین کا خواب دیکھا تھا وہ اس کے تعبیر ہونے سے پہلے ہی 21 اپریل 1938ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ اقبال کی وفات بلاشبہ مسلمانوں کے لیے ایسا نقصان تھا جس کی تلافی آج تک نہیں ہو سکی اور قوم آج بھی کسی اقبال کی منتظر ہے۔ اقبال کی وفات پر قائداعظم نے فرمایا:

"وہ میرے دوست تھے، رہنما تھے اور فلسفی تھے، انہوں نے مجھے بڑے تاریک لمحات میں حوصلہ دیا اور ایک چٹان کی مانند کھڑے رہے۔"

ہر زائرِ چمن سے کہتی ہے خاکِ باغ
غافل نہ رہ جہاں میں گردوں کی چال سے
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اسکا تخم
تو آنسوؤں کا بخل نہ کر اس نہال سے

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 4

استحکام پاکستان

مملکت خداداد پاکستان کا قیام مسلمانان ہند کا وہ کارنامہ تھا جس نے دنیا بھر میں آزادی کی تحریکوں میں ایک نئی زندگی کی لہر پھونک دی اور اس کامیابی کے بعد اصل کام یعنی اپنی آزادی کو قائم رکھنا اور آزادی کے مقاصد کو حاصل کرنا تھا۔ مسلمانان پاکستان نے نوزائیدہ مملکت کے استحکام کے لیے بے مثال قربانیاں دے کر اور انتھک جدوجہد کر کے دنیا کی دوسری آزاد قوموں کا سر فخر سے بلند کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 1۔ ریاستوں کے الحاق کے مسئلے پر نوٹ لکھیں۔

جواب: 3 جون 1947ء کا منصوبہ اور تقسیم ہند کے وقت برصغیر میں دیسی ریاستوں کی تعداد 635 تھی یہ ریاستیں اندرونی معاملات میں خودمختار تھیں لیکن ان کے دفاع اور امور خارجہ کے محکمے برطانوی حکومت کی تحویل میں تھے 3 جون 1947ء کے منصوبے میں ان ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں اعلان کیا گیا۔

"ہندوستان کی شاہی ریاستیں اپنے مخصوص حالات اور جغرافیائی حیثیت کی روشنی میں کسی بھی ملک میں شامل ہوسکتی ہیں یا ان میں سے بھی کسی سے تعلقات کے اصولوں کا معاہدہ کرسکتی ہیں۔"

15 اگست 1947ء تک ہند کی اکثر ریاستوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرلیا جن میں سے 14 ریاستوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا جبکہ چار ریاستیں ایسی تھیں جو بروقت فیصلہ نہ کرسکیں ان کے نام یہ ہیں:

1- جوناگڑھ 2- مناوادر 3-حیدرآباد 4- کشمیر 5- ریاست منگرول 6- ریاست نابھا

(1) جوناگڑھ

1735ء میں اس ریاست کی بنیاد یوسف زائی قبیلے کے سردار "شیر خان" نے رکھی۔ اس کا کل رقبہ 3337 مربع میل اور آبادی تقریباً 7 لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ یہ ریاست ممبئی اور کراچی کے وسط میں کاٹھیاوار کے ساحل پر واقع تھی۔ اسکا کراچی سے فاصلہ 480 کلومیٹر تھا۔ اس کی 80 فیصد آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی لیکن اس کا حکمران ایک مسلمان "مہابت خان" تھا۔ 15 اگست 1947ء کو جوناگڑھ کے نواب نے ریاست کی بہتری اور فلاح و بہبود کے پیش نظر پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا۔ 5 ستمبر 1947ء کو حکومت پاکستان نے الحاق کی منظوری دے دی۔ جب کانگریسی لیڈروں کو اس الحاق کی خبر ملی تو انھوں نے نواب کے اس اقدام کی بھرپور مخالفت کی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بھی اس الحاق کو ہندوستان کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت میں مداخلت قرار دیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے گورنر جنرل کی حیثیت سے ہندو دوستی اور پاکستان دشمنی کا ثبوت دیا، اس نے بذریعہ تار پاکستان کو اپنا پیغام بھیجا کہ ہندوستان کی حکومت ریاست جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کو تسلیم نہیں کرتی۔ کانگریسی لیڈروں کا الحاق کے خلاف جواز یہ تھا کہ چونکہ یہ ریاست چاروں طرف سے ہندوستان میں گھری ہوئی ہے اور آبادی کی اکثریت ہندو ہے لہٰذا ریاست کے مستقبل کا فیصلہ حکمران کے بجائے عوام کو کرنا چاہیے۔ یہ کانگریس کی دوغلی پالیسی کا عظیم شاہکار تھا کیونکہ جب کشمیر کے غیر مسلم راجہ نے ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تو حکومت بھارت نے ریاست کے عوام کی خواہشات کو یکسر نظرانداز کردیا۔ نومبر 1947ء میں بھارتی فوجیں جوناگڑھ میں داخل ہوگئیں اور ریاست میں ہنگامے کروانے شروع کیے۔ جوناگڑھ کا حکمران فرار ہوکر پاکستان پہنچ گیا۔ بالآخر حکومت بھارت نے ریاست پر قبضہ کرکے اسے ہندوستان میں شامل کرلیا۔

(2) مناوادر

ریاست جوناگڑھ کے قریب ریاست مناوادر واقع تھی۔ ریاست مناوادر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی مگر یہاں کا مسلمان حکمران رعایا کے ساتھ انتہائی اچھا سلوک کرتا تھا۔ یہاں کے مسلمان نواب نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کردیا لیکن بھارت نے یہاں بھی اپنی فوجیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل کر کے زبردستی قبضہ کرلیا۔ اسطرح ریاست منگرول اور ریاست نا بھا بھی پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتی تھیں بھارت نے یہاں بھی زبر دستی قبضہ کرلیا۔ ان ریاستوں کی سرحدیں پاکستان کے ساتھ نہیں ملتی تھیں اس لیے پاکستان فوجی کاروائی کے لیے ان کی مدد نہ بھیج سکا اور بھارت تو اسی مقصد کے لیے پاکستان کے حصے کے فوجی اثاثے پاکستان کو دینے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا کہ پاکستان کو فوجی لحاظ سے کمزور رکھ کر اپنی من مانی کر سکے۔

(3) حیدر آباد

ریاست حیدر آباد کی آبادی ایک کروڑ پچاس لاکھ جبکہ رقبہ 82 ہزار مربع میل تھا اور 85% آبادی ہندو تھی لیکن ریاست کا حکمران جو نظام کہلاتا تھا مسلمان تھا۔ نظام حیدر آباد عثمان علی ایک رحم دل اور انصاف پسند حکمران تھا۔ ہندو رعایا کے ساتھ اس کا سلوک انتہائی مشفقانہ تھا۔ اس کی رعایا اس کا بے حد احترام کرتی تھی۔ ان حقائق کی بناء پر نظام نے حیدر آباد کو آزاد اور خود مختار ریاست کے طور پر قائم رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ماؤنٹ بیٹن اور حکومت ہندوستان نے نظام پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ ریاست کا الحاق ہندوستان سے کر دے۔

حیدر آباد کا شمار متحدہ ہندوستان کی امیر ترین ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس کی اپنی فوج، پولیس، کسٹم، ڈاک، کرنسی اور ریلوے تھی۔ بے پناہ دولت اور مالی وسائل کے اعتبار سے اس ریاست میں ایک آزادانہ خود مختار ریاست بننے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ رقبے کے لحاظ سے بھی یہ ریاست بہت بڑی تھی۔ یہ ریاست چونکہ چاروں طرف سے ہندوستانی علاقے میں گھری ہوئی تھی اور پاکستان کے ساتھ اس کا زمینی رابطہ ممکن نہ تھا۔ اس بناء پر اس کی جغرافیائی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے نظام حیدر آباد نے اعلان کیا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی کے ساتھ الحاق کی بجائے خود مختار مملکت کے طور پر رہیں گے۔ مگر پنڈت نہرو نے اپریل 1948ء میں کانگریس کمیٹی کو خطاب کرتے ہوئے نظام حیدر آباد کو دھمکی دی کہ وہ ریاست کا الحاق بھارت سے کر دے ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔ بالآخر حکومت بھارت نے ریاست کا معاشی بائیکاٹ کر دیا۔ اناج، دوائیاں اور دیگر اشیاء ضرورت کی ترسیل روک دی گئی۔ بیرونی دنیا سے فضائی رابطہ بھی منقطع کر دیا گیا۔ دکن کے مسلمانوں اور مجلس اتحاد المسلمین کے سربراہ قاسم رضوی نے ریاست کے بھارت سے الحاق کے خلاف آخری دم تک مزاحمت کی اور بڑی جرأت و بیباکی سے ہندوستانی فوج کا مقابلہ کیا لیکن قائداعظم کی وفات کے دن ہندوستانی فوجیں اس ریاست میں داخل ہوئیں۔ چند روز بعد 17 ستمبر 1948ء میں ہندوستانی فوج نے باقاعدہ حملہ کر کے ریاست حیدر آباد پر قبضہ کرلیا۔

(4) کشمیر

برصغیر کے شمال میں واقع ریاست جموں اور کشمیر کا کل رقبہ 85 ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔ 1941ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست کی کل آبادی چالیس لاکھ تھی۔ وادی کشمیر میں مسلمانوں کی آبادی 90 فیصد اور جموں میں 70 فیصد تھی۔ مارچ 1846ء کو معاہدہ لاہور کی رو سے انگریزوں نے 75 لاکھ روپے کے عوض کشمیر کو ہندو راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کشمیری مسلمانوں نے 1930ء میں ڈوگرہ راجہ کے مظالم کے خلاف آزادی کی تحریک کا آغاز کر دیا۔ قانون آزادی ہند کی رو سے ہندوستان کی ریاستوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ بھارت یا پاکستان میں سے جس کے ساتھ چاہیں الحاق کر لیں کشمیر کا پاکستان سے الحاق ایک یقینی امر تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کے ساتھ الحاق کے اسباب:

وادی کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے اسباب مندرجہ ذیل تھے:

1- کشمیر کی آبادی کی اکثریت مسلمان تھی اس لیے آزادی کے بعد مسلمان قدرتی طور پر پاکستان میں شامل ہونا چاہتے تھے۔انھوں نے اپنی رائے کا اظہار حکومت بھارت کے خلاف مظاہروں، جلسوں اور جلوسوں کے ذریعے کیا۔
2- کشمیر کی تقریباً ایک ہزار کلومیٹر سرحد پاکستان کے ساتھ ملتی ہے اس طرح جغرافیائی لحاظ سے بھی کشمیر پاکستان کا حصہ ہے۔
3- بیرونی دنیا سے وادی کشمیر میں داخل ہونے کے لیے تمام بری راستے پاکستان سے ہو کر گزرتے تھے جبکہ وادی تک پہنچنے کے لیے بھارت کے پاس صرف ایک ہی راستہ تھا جو ضلع گورداسپور سے ہو کر گزرتا تھا۔
4- پاکستان کے تین دریا چناب، جہلم اور سندھ کشمیر سے نکلتے ہیں۔ تقسیم سے قبل کشمیریوں کی پاکستانی علاقوں کے ساتھ تجارت ہوتی رہی۔ کشمیر سے اون، کھالیں اور پھل وغیرہ اکثر پاکستانی علاقوں میں فروخت کیے جاتے تھے۔
5- کشمیر کے عوام مذہب، تہذیب وتمدن، ثقافت، رسم ورواج، خوراک اور لباس کے اعتبار سے پاکستان کے لوگوں سے بہت قریب ہیں۔
6- برصغیر کے مسلمانوں نے علیحدہ وطن کے حصول کے لیے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو کشمیر کو مسلم ریاست ہی کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔
7- چوہدری رحمت علی کی تجویز کردہ نقشے میں کشمیر کو پاکستان کا حصہ ظاہر کیا گیا اور لفظ پاکستان میں کشمیر کی نمائندگی ''ک'' سے کی گئی ہے۔

کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ

15 اگست 1947ء کو کشمیر کے ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ نے پاکستان کے ساتھ معاہدہ قائمہ (Stand still agreement) پر دستخط کیے جس کا مطلب تھا کہ جب تک ریاست کا کوئی مستقل تصفیہ نہیں ہوجاتا اس وقت تک ریاست کی موجودہ صورت حال برقرار رہے گی۔ کشمیری مجاہدین کی جدوجہد آزادی جاری تھی۔ راجہ نے آزادی کے متوالوں کو کچلنے کے لیے بھارت سے مدد کی درخواست کی۔ بددیانت سر ریڈکلف نے گورداسپور کا مسلم اکثریت کا علاقہ ایسے ہی گھناؤنے منصوبے کے تحت بھارت کے حوالے کیا تھا ورنہ بھارت کی کوئی بھی سرحد کشمیر کے ساتھ نہیں ملتی تھی اور بھارت اس موقع کی تاک میں تھا۔ اس نے فوراً اپنی فوجیں کشمیر میں اتار دیں اور ساتھ ہی راجہ پر زور ڈالا کہ وہ اپنے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر کے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دے تاکہ بین الاقوامی برادری کے سامنے اس ظلم کو جواز کی سند دی جا سکے لیکن راجہ اس پر رضامند نہ ہوا۔ بھارتی حکومت نے اس مقصد کے لیے ایک جعلی دستاویز تیار کی اور اعلان کر دیا کہ راجہ نے الحاق کی درخواست کی ہے جسے بھارت نے قبول کر لیا ہے۔

پاک بھارت جنگ 1948:

1948 میں کشمیری مجاہدین اور پٹھانوں نے راجہ کے خلاف آواز اٹھائی تو بھارت نے بھی اسمیں مداخلت کر دی جسکی وجہ سے پاک بھارت پہلی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ کشمیری مجاہدین نے ریاست کا کچھ حصہ آزاد کرا لیا۔ 24 اکتوبر 1947ء کو سردار ابراہیم کی قیادت میں آزاد کشمیر گورنمنٹ کا قیام عمل میں آیا جس کا صدر مقام پلندری تھا۔ کشمیر کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر مہاراجہ نے 27 اکتوبر کو الحاق منظور کر لیا اور بھارتی فوج طیاروں کے ذریعے وادی میں اترنا شروع ہو گئی۔ ان حالات میں پاکستانی حکومت کو کشمیری مجاہدین کی امداد کے لیے فوجی کارروائی کرنا پڑی مجاہدین اور پاکستانی افواج نے بھارتی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کشمیر کا بیشتر حصہ بھارتی تسلط سے آزاد کرا لیا۔ یکم جنوری 1948ء کو حکومت ہندوستان نے کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوام متحدہ کی قرارداد:

اقوام متحدہ نے کشمیر کے بارے میں دو قراردادیں منظور کیں جن کی وجہ سے دونوں ملکوں کے درمیان یکم جنوری 1949 کو جنگ بندی ہوگئی۔ قراردادوں میں کہا گیا کہ:

(i) جنگ فوراً بند کردی جائے اور دونوں ملک کشمیر سے اپنی اپنی فوجیں واپس بلالیں۔

(ii) اقوام متحدہ کے کمشن کی نگرانی میں آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے درمیان جنگ بندی کی لائن کھینچ دی جائے۔

(iii) ریاست میں اقوام متحدہ کی نگرانی میں رائے شماری کرائی جائے تاکہ عوام کی رائے معلوم کی جاسکے کہ وہ ہندوستان اور پاکستان میں سے کس ملک کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں۔

بھارت کا قرارداد اقوام متحدہ سے انحراف:

پاکستان اور بھارت دونوں نے اقوام متحدہ کا فیصلہ مان لیا لیکن بعد ازاں بھارت نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیر میں غیر جانبدارانہ رائے شماری کرانے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے مسئلہ کشمیر دونوں ملکوں کے درمیان باعث نزاع بن گیا۔ اس مسئلے کو پُرامن طریقے سے حل کرنے کے لیے اقوام متحدہ کے کئی وفود پاکستان آئے مگر ہندوستان کی ہٹ دھرمی کے باعث کوئی تصفیہ نہ ہوسکا۔ مارچ 1965ء میں بھارتی پارلیمنٹ نے کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ قرار دیا اس فیصلے سے کشمیری عوام میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ انھوں نے اگست 1965ء میں انقلابی کونسل قائم کر کے ریاست کو ہندوستانی چنگل سے آزاد کرنے کے لیے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا اس پختہ یقین کے ساتھ کہ

ے یارانِ جہاں کہتے ہیں کشمیر ہے جنت — جنت کسی کافر کو ملی ہے نہ ملے گی

موجودصورت حال:

اب گذشتہ کوئی پندرہ سال سے مجاہدین کشمیر نے نئے جوش اور ولولے سے سرفروشی اور جان بازی کی مثالی روایات قائم کیں۔ بھارت کے سات سے آٹھ لاکھ فوجی کشمیر میں تعینات ہیں اور روزانہ درجنوں نہتے مجاہدین آزادی کو شہید کر رہے ہیں لیکن ان کے جذبہ جہاد میں کوئی کمی نہیں آرہی۔ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر موجود ہے مگر کوئی بھی مؤثر قدم اُٹھانے سے قاصر ہے۔

ے زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے — آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

(5) ریاست منگرول

یہ ریاست جونا گڑھ اور ریاست مناوادر کے قریب بمبئی اور کراچی کے درمیان کاٹھیاوار کے علاقے میں واقع تھی۔ اس ریاست کا حکمران مسلمان جبکہ آبادی کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ ریاست کا راجہ اس کا الحاق پاکستان سے کرنا چاہتا تھا مگر ہندو قیادت اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی سازش سے قائداعظم کی وفات کے بعد بھارت نے اس ریاست پر قبضہ کرلیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(6) ریاست نابھا

مشرقی پنجاب میں واقع ایک اہم مسلم ریاست نابھا تھی۔ جس کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ جبکہ راجہ ہندو تھا۔ 1941ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست نابھا کی کل آبادی کے 64% افراد مسلمان تھے جو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہندو راجہ نے بھارت کے ساتھ ساز باز کر کے عوام کی رائے کو نظر انداز کرتے ہوئے بھارت سے الحاق کر لیا حالانکہ یہ ریاست جغرافیائی لحاظ سے پاکستان کے ساتھ ملحق تھی۔

س 2۔ پاکستان کے ابتدائی مسائل پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پس منظر:**

ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سرخرو کر کے ۔۔۔ یہ کس نے ہم سے لہو کا خراج پھر مانگا

پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا۔ وطن عزیز کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانان ہند نے جس کٹھن اور طویل سفر کا آغاز کیا تھا وہ بالآخر ختم ہوا۔ انگریز اور ہندو قیام پاکستان کے حق میں نہیں تھے تقسیم ہند کا مسودہ پیش کرتے ہوئے برطانوی وزیر اعظم لارڈ اٹیلی نے کہا تھا:

"ہندوستان تقسیم ہو رہا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ یہ تقسیم زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہ سکے گی اور یہ دونوں مملکتیں جنہیں ہم آج الگ کر رہے ہیں ایک دن پھر مل کر ایک ہو جائیں گی۔"

چنانچہ انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر ابتدا ہی سے پاکستان کے لیے لاتعداد مسائل کھڑے کر دیے تاکہ یہ ملک اپنی آزادی برقرار نہ رکھ سکے اور پاکستان ایک بار پھر ہندوستان کا حصہ بن جائے۔

پاکستان کی ابتدائی مشکلات

پاکستان کی ابتدائی مشکلات مندرجہ ذیل تھیں:

1- ریڈکلف ایوارڈ کی ناانصافیاں:

3 جون 1947ء کے منصوبے کے تحت صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی مسلم اکثریت والے علاقوں کو پاکستان میں شامل ہونا تھا اور غیر مسلم اکثریت والے علاقوں کو ہندوستان میں شامل ہونا تھا۔ اس مقصد کے لیے صوبوں کی تقسیم کی ذمہ داری ایک انگریز وکیل ماہر قانون سر سیریل ریڈکلف کے سپرد کی گئی۔ سر ریڈکلف ایوارڈ نے کانگریس اور انگریزی حکومت کے دباؤ میں آ کر صوبوں کی تقسیم میں بہت زیادہ بد دیانتیاں کیں۔ ضلع گورداسپور کی مسلم اکثریت والی تین تحصیلیں گورداسپور، پٹھانکوٹ اور بٹالہ، نیز ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ اور بعض دوسرے مسلم اکثریت والے علاقے ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے۔ اسی طرح کی بد دیانتی بنگال کی حد بندی ایوارڈ میں کی گئی۔ کلکتہ کا شہر اور بندرگاہ، ضلع مرشد آباد اور ندیہ کے علاقے متفقہ فیصلے کے بعد ہندوستان کو دے دیئے گئے۔ گورداسپور کے علاقے ہندوستان کو دینے کا مقصد صرف یہ تھا کہ بھارت کو کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لئے راستہ دے دیا جائے اگر صوبہ پنجاب کی تقسیم صحیح ہوتی تو کشمیر کا مسئلہ کبھی پیدا نہیں ہوتا جس پر تین پاک بھارت جنگیں ہو چکی ہیں۔

قائداعظمؒ نہایت بااصول آدمی تھے چونکہ وہ ریڈکلف کو ثالث تسلیم کر چکے تھے اس لئے وہ اس کا فیصلہ ماننے پر اصولاً مجبور تھے۔ انہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:

"یہ ایوارڈ غیر منصفانہ، نا قابل فہم بلکہ غیر معقول ہے چونکہ میں اس پر عمل کرنے کا عہد کر چکا ہوں، اس لئے اس کی پابندی ہم پر لازمی ہے۔ بہر حال جو مشکلات آئیں گی ہم انھیں برداشت کریں گے۔"

2- انتظامی مشکلات:

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو بہت سی انتظامی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا قیام پاکستان سے قبل دفتروں میں اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے والے زیادہ تر ہندو تھے۔ وہ جاتے ہوئے دفتری سامان حتیٰ کہ ٹائپ رائٹر تک اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ اکثر پرانے ریکارڈ بھی عمداً ضائع کر گئے۔ کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا تو مرکزی حکومت کے کئی دفاتر جگہ نہ ملنے کی وجہ سے بارکوں میں بنائے گئے۔ ہر محکمے میں تجربہ کار عملے کی بے حد کمی تھی۔ دفتروں میں سٹیشنری ناپید تھی۔ کئی دفتر کھلے آسمان تلے کام کرنے پر مجبور تھے اور کچھ انگریزوں کو بھرتی کر کے کام کا آغاز کیا گیا۔ کیکر کے کانٹوں سے کامن پنوں کا کام لیا گیا۔ کام کا آغاز بے حد مشکل تھا لیکن قوم پر عزم تھی، عوام میں جذبہ تعمیر موجود تھا۔ لہذا انھوں نے جلد ہی مشکلات پر قابو پالیا۔

ہم رقص کرنے والے ہیں زندگی کے ساتھ　　　وہ اور تھے جو گردشِ دوراں سے ڈر گئے

3- مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ:

ریڈکلف ایوارڈ کی ناانصافیوں کی وجہ سے کئی مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کے سپرد کر دیے گئے۔ جس کی وجہ سے ان علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا۔ قیام پاکستان کا اعلان ہوتے ہی ہندوؤں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمان بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرنا اور خواتین کو وحشی درندوں کی طرح بے آبرو کرنا شروع کر دیا۔ روزانہ لاکھوں کی تعداد میں مہاجرین لٹ پٹ کر پاکستان پہنچنے لگے، لاکھوں ضعیف، عورتیں اور بچے تو راستے ہی میں شہید کر دیے گئے۔ تاہم جو مہاجرین پاکستان آنے میں کامیاب ہو گئے، ان کی تعداد بھی ایک کروڑ پچیس لاکھ سے زیادہ تھی اور یہ ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ یہ ایک بھارتی سازش تھی کہ پاکستان پر ان مفلس وقلاش یتیموں، بیواؤں اور مہاجرین کا اتنا زیادہ بوجھ ڈالو کہ ان کی معیشت اپنے پاؤں پر نہ کھڑی ہو سکے۔ لیکن قائداعظم کی تقاریر مہاجرین کا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ حکومت نے انھیں عارضی کیمپوں میں رکھا۔ مہاجرین کی آبادکاری حکومت پاکستان کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔

4- اثاثوں کی تقسیم کا مسئلہ:

جب قیام پاکستان کا اعلان ہوا تو متحدہ ہندوستان کے مرکزی بنک (ریزرو بنک) میں چار ارب (چار بلین) جمع تھے۔ تناسب کے لحاظ سے ان میں سے پچھتر کروڑ (750 ملین) روپے پاکستان کو ملنا چاہیے تھے۔ بھارت پاکستانی معیشت کو تباہ کرنے کے لئے یہ اثاثے دینے میں مسلسل ٹال مٹول سے کام لیتا رہا۔ آخر پاکستان کے مسلسل مطالبے پر اور بین الاقوامی ساکھ قائم رکھنے کے لئے اس نے پاکستان کو بیس کروڑ دے دیئے۔ باقی اثاثوں کی ادائیگی کے لئے بھارتی وزیر سردار پٹیل نے یہ شرط لگائی کہ پاکستان کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ تسلیم کر لے۔ پاکستان اس ظالمانہ سودے بازی کے لئے کیسے آمادہ ہو سکتا تھا؟ آخر بین الاقوامی شرمندگی سے بچنے کے لئے گاندھی کے کہنے پر بھارتی حکومت نے 50 کروڑ روپے کی ایک مزید قسط پاکستان کے حوالے کر دی۔ اس کے ساتھ ہی بھارت نے متحدہ ہندوستان پر بیرونی قرضہ جات کا بیس فیصد بھی پاکستان کے ذمے ڈال دیا جو دہلی کے اجلاس کی گفت وشنید کے بعد ساڑھے سترہ فیصد کر دیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5- فوج کی تقسیم:

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ملک کی تقسیم کے فیصلے کے ساتھ ہی افواج اور فوجی ساز وسامان کی تقسیم بھی عمل میں آجاتی۔ بھارتی کمانڈران چیف فیلڈ مارشل ''آکن لک'' چاہتا تھا کہ افواج کو تقسیم نہ کیا جائے اور اسے ایک ہی کمانڈر کے تحت رکھا جائے لیکن مسلم لیگ اس پر رضامند نہ ہوئی۔ آخر طے پایا کہ پاکستان کو فوجی اثاثوں کا 36 فی صد اور بھارت کو 64 فی صد ملے گا۔ اس وقت متحدہ ہندوستان میں 16 اسلحہ فیکٹریاں کام کر رہی تھیں اور ان میں سے ایک بھی پاکستانی علاقے میں نہ تھی اور بھارتی حکومت کسی اسلحے کا کوئی پرزہ پاکستان کو دینے پر آمادہ نہ تھی۔ تیار اسلحے کے تمام ڈپو بھی بھارت میں تھے۔ ان کی تقسیم کا جو بھی طریقہ کار پیش کیا جاتا، بھارت اسے جان بوجھ کر مسترد کر دیتا۔ افواج کی فوری تقسیم نہ کرنے کا یہ اثر ہوا کہ بھارتی افواج اپنی نگرانی میں پاکستانی علاقوں میں رہنے والے ہندوؤں اور سکھوں کو مال و دولت اور ساز وسامان سمیت بحفاظت نکال کر لے گئیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ پاکستان کو آرڈیننس فیکٹری کے قیام کے لیے 60 ملین روپے دیے جائیں گے۔ الغرض پاکستان کے ساتھ فوجی اثاثوں کی تقسیم میں بے حد بددیانتی کی گئی۔

6- دریائی پانی کا مسئلہ:

پنجاب کو سندھ کے پانچ معاون دریا ستلج، راوی، چناب، بیاس اور جہلم سیراب کرتے ہیں۔ ریڈکلف نے تقسیم ملک کے وقت یہ بد دیانتی کی کہ دریائے راوی کا مادھوپور ہیڈ ورکس اور دریائے ستلج کا فیروز پور ہیڈ ورکس بھارت کے حوالے کر دیے حالانکہ ان ہیڈ ورکس سے نکلنے والی نہریں پاکستان کے وسیع علاقوں کی آبپاشی کا واحد ذریعہ ہیں۔ بھارت نے اپریل 1948ء میں جب کہ ہماری گندم کی فصل تیار کھڑی تھی۔ ہمارے دریاؤں کے پانی کا راستہ روک لیا۔ نیز بھارت نے دریائے ستلج پر بھاکڑا ڈیم بنانے کا فیصلہ کیا تو پاکستان نے اس پر شدید احتجاج کیا اور عالمی برادری کو بھارت کی زیادتیوں اور بے انصافیوں سے آگاہ کیا۔ آخرکار عالمی بنک کی مدد سے 1960ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان ''سندھ طاس معاہدہ'' طے پایا جس کی رو سے تین مشرقی دریاؤں راوی، ستلج اور بیاس پر بھارت کا حق تسلیم کر لیا گیا جبکہ چناب، سندھ اور جہلم پاکستان کو ملے۔ اسطرح پاکستان کا نہری پانی کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو گیا۔

7- آئین سازی میں مشکلات:

پاکستان قائم ہوا تو آئین بنانے کا کام اس دستور ساز اسمبلی کے سپرد ہوا جو 46-1945ء کے انتخابات کے تحت وجود میں آئی۔ اسے نہ اسلامی آئین سے کوئی واقفیت تھی نہ اسے اس معیار پر منتخب کیا گیا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ نہ ہی اسمبلی ممبران کی اکثریت اسلامی آئین کا نفاذ چاہتی تھی۔ چنانچہ وقتی طور پر انڈیا ایکٹ 1935ء کو ضروری تبدیلیاں کر کے نافذ کر دیا گیا لیکن دستور ساز اسمبلی میں بعض ارکان کے غیر اسلامی ذہن اور منفی رویئے کے باعث آئین بنانے میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ چنانچہ مدت دراز تک پاکستان میں بہت سی آئینی مشکلات پیدا ہوتی رہیں۔

ؔ کیا کریں ظلمت حالات کا شکوہ کہ سعود!
ہم نے اندر کے اندھیروں کی سزا پائی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

8- ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ:

انگریزوں کے دور میں 635 ریاستیں تھیں۔ جہاں نواب یا راجے داخلی طور پر حکمران تھے۔ یہ ریاستیں برصغیر کی آبادی کے ایک چوتھائی جبکہ رقبے کے لحاظ سے ایک تہائی علاقے پر مشتمل تھیں۔ ان ریاستوں میں کشمیر، جونا گڑھ، حیدرآباد، دکن، مناوادر وغیرہ کی ریاستیں شامل تھیں۔ ہندوستان نے ان ریاستوں پر جبری قبضہ کر لیا اور پاکستان کو وسیع مسلم علاقے سے محروم کر دیا۔ اس طرح پاکستان کے لیے ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ بھی پیدا ہو گیا۔

9- بھارت کی پاکستان دشمنی:

ہندوؤں نے کبھی پاکستان کو دل سے تسلیم نہ کیا اور ساری دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نوزائیدہ مملکت چند ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے گی کانگریس کے صدر اچاریہ کرپلانی نے تقسیم ہند پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

> "کانگریس کا نصب العین متحدہ ہندوستان تھا اور وہ اب بھی پرامن ذرائع سے اس کے لیے اپنی کوشش جاری رکھے گی۔"

پنڈت نہرو نے کہا:

> "ہماری یہ سکیم ہے کہ ہم اس وقت جناح کو پاکستان بنا لینے دیں اس کے بعد معاشی طور پر یا دوسرے ذرائع سے ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں جن سے مجبور ہو کر مسلمان گھٹنوں کے بل جھک کر ہم سے درخواست کریں کہ ہمیں پھر سے ہندوستان میں شامل کر لیجیے۔"

اس قسم کے بیانات سے ہندوؤں نے مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی اور بددلی پیدا کرنے کی کوشش کی مگر پاکستانی قوم نے ہمت نہ ہاری اور وہ اپنے عظیم قائد کی راہنمائی میں تعمیر وطن کے لیے مصروف عمل ہو گئی۔

10- سرکاری ملازمین کی پاکستان منتقلی:

تقسیم ہند کے فوراً بعد پنجاب، سرحد اور سندھ کے تمام ہندو ہجرت کر گئے۔ اس لیے مجبوراً بعض اہم سول اور فوجی عہدوں پر انگریزوں کو برقرار رکھا گیا۔ بھارت سے مسلمان سرکاری ملازمین کو پاکستان منتقل کرنا بھی حکومت کے لیے بہت بڑا مسئلہ تھا اس مقصد کے لیے سپیشل ٹرینیں چلائی گئیں۔ لیکن ہندوؤں اور سکھوں نے ان گاڑیوں پر حملے کر کے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا بھارتی فضائی کمپنیوں نے ہوائی جہاز کرایہ پر دینے سے انکار کر دیا۔ ان حالات میں پاکستان نے حکومت برطانیہ سے چالیس جہاز حاصل کیے جنھوں نے سرکاری ملازمین کی کثیر تعداد کو پاکستان پہنچانے کا کام کیا۔ دراصل حکومت بھارت کا مقصد یہ تھا کہ تربیت یافتہ افسران کی عدم موجودگی میں کاروبار حکومت تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔

11- معاشی مشکلات:

تقسیم سے قبل ہندوستان میں کپڑے کے تقریباً 400 کارخانے تھے جن میں سے صرف چودہ پاکستان کے حصے میں آئے۔ پٹ سن مشرقی بنگال میں پیدا ہوتی تھی لیکن اس کے سارے کارخانے مغربی بنگال میں تھے۔ کوئلے لوہے اور دیگر معدنیات کے بڑے بڑے ذخائر بھی ہندوستان میں تھے۔ تمام بڑی بندرگاہیں بھارت کے حصے میں آئیں۔ صرف کراچی اور چٹاگانگ کی بندرگاہیں پاکستان کو ملیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت پاکستان کو معاشی طور پر تباہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12- جغرافیائی مشکلات:

تقسیم کے وقت پاکستان دو حصوں مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان پر مشتمل تھا۔ دونوں کے درمیان 1750 کلومیٹر کا بھارتی علاقہ حائل تھا۔ دونوں حصوں کے لوگوں میں اسلام کے مشترکہ رشتے کے علاوہ حالات میں بڑا فرق تھا۔ دونوں کے رہن سہن کے طریقے، کلچر، زبانیں اور رسم الخط وغیرہ جدا تھے۔ ان حالات میں دونوں بازوؤں کے درمیان فاصلے اور علاقہ غیر کی موجودگی نے دفاع کے مسئلے کو بڑا پیچیدہ بنا دیا۔

13- مسئلہ کشمیر:

ریاست جموں و کشمیر میں نوے فیصد مسلمانوں کی آبادی تھی اس لیے ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق ایک یقینی امر تھا لیکن وہاں کے ہندو ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے خفیہ ساز باز کر کے بھارت سے کشمیر کے الحاق کا فیصلہ کر لیا۔ اس پر مسلم مجاہدین نے اپنی آزادی کے لیے تلوار اٹھائی۔ ان کی امداد کے لیے قبائلی مجاہدین بھی کشمیر پہنچ گئے اور وہ ریاستی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے سری نگر تک جا پہنچے۔ اس پر کشمیر کا راجہ ہری سنگھ بھاگ کر دہلی پہنچا اور ریاست کو بھارت میں شامل کرنے کی درخواست کی جسے بھارتی حکومت نے منظور کیا اور جہازوں کے ذریعے سری نگر میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ مجاہدین نے بھارتی فوجوں کا بڑی جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ حکومت پاکستان کو بھی کشمیری مجاہدین کی امداد کرنا پڑی جس کے نتیجے میں دونوں ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ مجاہدین نے غیر معمولی شجاعت و بسالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے موجودہ آزاد کشمیر کا علاقہ بھارت کے قبضے سے آزاد کروالیا۔ جنگ جاری تھی کہ ہندوستان کی درخواست پر 1948ء میں اقوام متحدہ کی مداخلت سے پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کا مسئلہ پر امن طریقے سے حل کرنے کا معاہدہ طے پایا لیکن بھارت کی ہٹ دھرمی اور اقوام متحدہ کی جانبدارانہ پالیسی کی وجہ سے یہ مسئلہ جوں کا توں موجود ہے۔

توڑ اس دستِ جفاکش کو یارب جس نے
روحِ آزادئ کشمیر کو پامال کیا

14- پختونستان کا شوشہ:

سرحد کے عوام کو ریفرنڈم کے ذریعے یہ طے کرنا تھا کہ وہ پاکستان یا بھارت میں سے کس کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں۔ سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خاں نے ریفرنڈم کو بھارت کے حق میں لانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن سرحد کے غیور عوام نے فیصلہ پاکستان کے حق میں دیا۔ مایوس ہو کر اس نے افغانستان سے مل کر ایک آزاد ریاست ''پختونستان'' کا شوشہ چھوڑ دیا اور پاکستان میں تعصب پھیلانے کی کوشش کی۔

15- قائداعظم کی جلد وفات:

قائداعظم بڑے صاحب بصیرت اور بے لوث قومی راہنما تھے۔ انھوں نے اپنی سیاسی حکمت عملی کی بدولت قوم کو بہت سے بحرانوں سے نکالا۔ لیکن پاکستان ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو پایا تھا کہ گیارہ ستمبر 1948ء کو قائداعظمؒ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ قائداعظم کے بعد لیاقت علی خان نے قوم کو بڑا حوصلہ دیا لیکن ایک سازش کے تحت انھیں بھی شہید کر دیا گیا۔

حاصل کلام:

الغرض جن مسائل کا آج ہم صرف ذکر کرتے یا صفحہ قرطاس پر رقم کرتے ہیں۔ ہماری دھرتی ماں حقیقت میں ان مسائل کی چکی میں پسی۔ طاغوتی قوتوں نے تو کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی کہ اسلام کے نام پہ بننے والی یہ سلطنت اُن کے آگے سجدہ ریز ہو جائے لیکن جن کے جسموں میں عدل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ اور سوزِ صدیقؓ خون بن کر دوڑتا ہو وہ آزادی کے ایک لمحہ کو غلامی کے ہزاروں سالوں سے بہتر گردانتے ہیں۔

تاریخ نے دیکھا کہ جس مملکت کے دریا اور سرزمین کے اہم حصے بھارت کو دان کر دیئے گئے، جس کے اثاثوں کو جی بھر کے بھارت کی جھولی میں ڈالا گیا اور جس کی فوجی طاقت کو ناکارہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، اُس نے نہایت قلیل مدت، محدود ذرائع اور بفضل خدا اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

انگریز مبصر ایان سٹیفز رقمطراز ہے:

> "پاکستان کے ابتدائی دنوں میں بیرونی دنیا سے آنے والوں کو کوئی چیز اس سے زیادہ متاثر نہ کر سکی جتنا پاکستانی قوم کا جدوجہد کا انداز جو وہ اپنے حالات کو بہتر بنانے کیلئے اختیار کیے ہوئے تھی۔"

چھوڑ دے طاغوت کی میٹھی رفاقت چھوڑ دے
کافروں سے دل لگی اور ان کی چاہت چھوڑ دے
سر جھکا مولا کے آگے ہے وہی مشکل کشا
کفر کی دہلیز پہ سجدوں کی عادت چھوڑ دے

س 3۔ استحکام پاکستان کے سلسلے میں قائداعظم کی خدمات کا جائزہ لیں۔

جواب:

حرفِ اوّل:

اب ٹوٹ چکی ہیں زنجیریں، اب زندانوں کی خیر نہیں
جو دریا جھوم کے اُٹھے ہیں تنکوں سے نہ ٹالے جائیں گے

قیامِ پاکستان۔ خدائے بزرگ و برتر کا احسان اور محمد علی جناح کی کوششوں، ولولہ انگیز قیادت اور سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت، بلاشبہ ہندوؤں کی مکاری، انگریزوں کی چالاکی اور چند نام نہاد مسلمان لیڈروں کی تعصبانہ سوچ پر زوردار تماچہ تھا۔ لیکن اس نوزائیدہ ریاست کے ابتدائی ایام مسلسل آزمائش سے کم نہ تھے۔ ایسے وقت میں بابائے قوم نے اپنی دور اندیشی اور بصیرت سے سیاسی، اخلاقی، انتظامی، معاشی، تعلیمی اور دفاعی اُمور میں قوم کی جو رہنمائی کی، تاریخ اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے ہے۔ 11 ستمبر 1948ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملنے سے پہلے پہلے اِس مردِ مجاہد نے استحکامِ پاکستان کے لیے جو اقدامات کیے اُن کا جائزہ درج ذیل سطور میں قلم بند کیا گیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استحکام پاکستان کے لیے قائداعظم کی خدمات

استحکام پاکستان کے لیے قائداعظم کی خدمات مندرجہ ذیل ہیں:

1- مہاجرین کی آبادکاری:

قائداعظم نے جس مسئلے کی طرف سب سے پہلے توجہ مبذول کی وہ مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ تھا۔ قائداعظمؒ نے اپنا ہیڈکوارٹر کراچی سے لاہور منتقل کیا تاکہ وہ اپنی نظروں کے سامنے مہاجرین کو آباد کرنے کے لئے بنائے گئے منصوبوں پر عمل درآمد کرواسکیں۔ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو پاکستان کے علاقے سے صرف 55 لاکھ افراد بھارت منتقل ہوئے جبکہ جولائی 1948ء تک ایک کروڑ پچیس لاکھ افراد مہاجر بن کر پاکستان آئے۔ حکومت نے مہاجرین کی مدد کے لئے اہل ثروت کی مدد سے ''قائداعظم ریلیف فنڈ برائے مہاجرین'' قائم کیا۔ عوام نے اپنے قائد کے قائم کردہ ریلیف فنڈ میں دل کھول کر رقوم جمع کرائیں اور مختصر عرصہ میں دو کروڑ روپے جمع ہوگئے۔ سماجی تنظیموں کے کارکنوں نے کیمپوں میں آئے مہاجرین کے مسائل حل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مہاجرین کو خوراک، کپڑا، ادویات، خیمے، کمبل اور دیگر اشیاء ضرورت فراہم کی گئیں۔

2- عوام کے اعتماد کی بحالی:

قائداعظم نے پاکستانی عوام کے حوصلوں کو ابھارا۔ انہیں قوت ارادی اور ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے قوم کو پُراعتماد رکھنے کے لئے مختلف جگہوں میں تقاریر کی۔ ایک بار قائداعظم نے فرمایا:

> ''تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ نوجوان قوموں نے اپنے آپ کو مضبوط بنایا۔ ہماری تاریخ بہادری اور عظمت کی داستانوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہمیں اپنے آپ میں مجاہدوں کی سی روح پیدا کرنی ہے۔''

؎ وہ مرد نہیں جو ڈر جائے حالات کے خونی منظر سے
جس حال میں جینا مشکل ہو اس حال میں جینا لازم ہے

پاکستانی قوم نے اپنے قائد کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے مردانہ وار مشکلات کا مقابلہ کیا۔ یک جہتی اور اتحاد کے ساتھ آنے والے طوفان کا سامنا کیا۔

قائداعظم نے لاہور میں ایک اجتماع سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''ہم پاکستانی عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان مہاجرین کو بسانے کے لئے ہر ممکن امداد مہیا کریں جو پاکستان آرہے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ مسائل اس لئے درپیش ہیں کہ وہ مسلم قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔''

؎ جب اپنا قافلہ عزم و یقیں سے نکلے گا — جہاں سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا
وطن کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دے — جہاں سے چاہیں گے چشمہ وہیں سے نکلے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- سرکاری افسران کو نصیحت:

قائداعظم نے سرکاری افسران کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ قیام پاکستان کے بعد ان کے لئے ایک نئی جنگ کا آغاز ہو گیا ہے جو پاکستان کو مستحکم کرنے کی جنگ ہے۔ قائداعظم نے سرکاری ملازمین کو ان کے نئے کردار سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ حاکم نہیں بلکہ قوم کے خدمت گار ہیں۔ 25 مارچ 1948ء کو سرکاری ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

> ''آپ اپنے جملہ فرائض قوم کے خادم بن کر ادا کیجئے۔ آپ کا تعلق کسی سیاسی جماعت سے نہیں ہونا چاہیے۔ اقتدار کسی بھی جماعت کو مل سکتا ہے۔ آپ ثابت قدمی، ایمان داری اور عدل کے ساتھ اپنے فرائض بجا لائیے۔ اگر آپ میری نصیحت پر عمل کریں گے تو عوام کی نظروں میں آپ کے رتبے اور حیثیت میں اضافہ ہوگا۔''

4- صوبائیت اور نسل پرستی سے گریز:

قائداعظم نے پاکستانیوں میں قومی یک جہتی کے فروغ اور باہم اتحاد کے قیام پر زور دیا۔ قائداعظمؒ کی نصیحت تھی کہ عوام کو علاقائی، نسلی اور لسانی بنیادوں پر سوچنے کی بجائے قومی سوچ اپنانی چاہیے۔ قائداعظم نے ریاستوں اور قبائلی علاقوں کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر ایک وزیر برائے سٹیٹس وقبائلی امور بنایا۔ مختلف ریاستوں کے حکمرانوں سے رابطے کئے اور انہیں قومی دھارے میں پوری طرح شامل ہونے اور پاکستانی رویہ اپنانے کا مشورہ دیا۔

پاکستان دشمنوں نے ملک خداداد پاکستان کے قیام سے پہلے اور بعد میں عوام الناس میں گمراہ کن خبریں پھیلائیں۔ عوام میں علاقائی، صوبائی اور لسانی تعصبات کو ہوا دی گئی۔ قائداعظمؒ نے پاکستانی عوام کو واضح کر دیا کہ اُن کی قوت اتحاد میں ہے۔ وہ جب تک متحد اور یکجا رہیں گے کوئی قوت انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ قائد کا اتحاد، تنظیم، یقین محکم کا نعرہ انہی کوششوں کی اِک کڑی ہے۔

> ممکن کی صورت میں یہ تعصب تجھے کھا جائے گا
> اپنی ہر سوچ کو محسن نہ علاقائی کر

5- معیشت کے لئے راہنما اصول:

لاکھوں افراد کا نقل مکانی کرنا، قتل وغارت، لوٹ مار، کشمیر میں جنگ آزادی، انتظامی مشینری کے مسائل، 1948ء کے سیلاب، بھارت کی طرف سے پاکستان کو اثاثوں کا جائز حصہ نہ دینا، بے روزگاری اور غربت یہ سارے عناصر قوم اور اس کے قائد کے لئے بہت بڑا چیلنج تھے۔ بھارت سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ پاکستان کی معیشت کو تباہ و برباد کرنا چاہتا تھا۔ ایسے حالات میں قائداعظمؒ نے ملک کی معیشت کو سنبھالا دینے، اسے اپنے قدموں پر کھڑا کرنے اور عوام الناس کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے پورے عزم کے ساتھ آگے بڑھے اور اس ضمن میں دو اہم کام سرانجام دیئے۔

i- سٹیٹ بنک آف پاکستان کا قیام:

ریزرو بنک آف انڈیا دونوں ممالک کی بینکنگ کی ضروریات کا ذمہ دار تھا۔ چونکہ بنک میں ہندوؤں کی اجارہ داری تھی اس لیے یکم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جولائی 1948ء کو قائداعظم نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کی بنیاد رکھی۔ قائداعظمؒ نے اس کی افتتاحی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"سٹیٹ بنک آف پاکستان معاشی شعبے میں ہمارے عوام کی حاکمیت کا نشان ہے۔ مغربی طرز معیشت ہمیں فائدہ نہیں دیتا۔ ہمیں انصاف اور مساوات پر مبنی اپنا جداگانہ معاشی نظام لانا ہو گا۔ مغربی معاشی نظام نے تو انسانیت کیلئے کئی دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ اگر ہم ایسا کر پاتے ہیں تو ہم مسلم قوم کی حیثیت میں پورے عالم کو ایسا معاشی نظام دے سکیں گے جو انسانوں کے لئے امن کا پیغام بنے گا۔ امن ہی انسانوں کی بقا اور اچھی معیشت کو قائم کر سکتا ہے۔"

برا نہ مان، ذرا آزما کے دیکھ اسے ـ فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری

ii- قائداعظم ریلیف فنڈ کا قیام:

مہاجرین کی امداد کے لئے قائداعظم نے عوام کو دل کھول کر چندہ دینے کی تلقین کی اور ایک ریلیف فنڈ "قائداعظم ریلیف فنڈ برائے مہاجرین" قائم کیا۔ اس رقم سے قائداعظم نے مہاجرین کی آبادکاری اور انہیں روزگار مہیا کرنے کا اہتمام کیا۔ یوں ملکی معیشت کو کافی حد تک سہارا ملا۔

6- انتظامیہ میں اصلاحات:

قیام پاکستان کے وقت انتظامی مشینری نہ ہونے کے برابر تھی۔ بڑی تعداد میں دفتری عملہ پاکستان سے ہندوستان چلا گیا۔ دفاتر میں کام کرنے کا تجربہ رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد خاصی کم تھی۔ وسائل نہ تھے۔ بھارت نے جان بوجھ کر تاخیری حربے استعمال کئے۔ جو تھوڑے بہت مسلمان بھارت میں انتظامی سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور پاکستان آنا چاہتے تھے اُن کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔

قائداعظم نے انتظامی مشینری کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے فوری اقدام کیے جو کہ مندرجہ ذیل تھے:

(i) کراچی کو دارالحکومت بنایا گیا۔

(ii) قائداعظم نے سرکاری ملازمین کو قومی جذبے سے کام کرنے کو کہا۔

(iii) دفتری ساز و سامان، سٹیشنری وغیرہ ناپید تھی لیکن دیکھتے ہی دیکھتے قائداعظم نے اس ضمن میں مربوط نظام ترتیب دیا۔

(iv) بھارت سے سرکاری ملازمین لانے کے لئے خصوصی بندوبست کئے گئے۔ ٹاٹا ائیر کمپنی سے سمجھوتہ ہوا اور ملازمین کی منتقلی کا کام آگے بڑھا۔

(v) سول سروس کو نئے سرے سے آراستہ و منظم کرنے کی ذمہ داری چودھری محمد علی کے ذمے لگائی جنہوں نے سروس رولز بنائے۔

(vi) نیوی، ائیر فورس اور بری فوج کے ہیڈ کوارٹرز بنائے گئے۔

(vii) فارن سروس، اکاؤنٹ سروس اور دوسری سروسز کا آغاز کیا گیا۔

7- خارجہ پالیسی کے راہنما اصول:

قائداعظمؒ نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل دیتے ہوئے واضح کہا کہ پاکستان اصولوں اور قومی مفادات کا دھیان رکھتے ہوئے دیگر ممالک سے برادرانہ تعلقات قائم کرنے کا خواہاں ہے۔ قائداعظم نے فرمایا:

"ہماری خارجہ پالیسی دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستی اور خیرخواہی کی ہے۔ کسی بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوم یا ملک کے خلاف ہم جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم اپنے ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں ایمانداری اور انصاف پر یقین رکھتے ہیں۔"

خارجہ پالیسی کے خدوخال کے حوالے سے قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کے فوراً بعد مندرجہ ذیل اقدامات اٹھائے:

i- سفارت خانوں کا قیام:

دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک میں پاکستان کے سفارت خانے اور سفارتی مشن قائم کئے اور تمام ممالک سے تعلقات استوار کرنے کی ابتداء کردی گئی۔ قائداعظم نے مختصر ترین مدت میں بڑی تیزی سے پاکستان کو خارجی دنیا سے متعارف کرایا۔

ii- اقوام متحدہ کی رکنیت:

قائداعظم نے قیام پاکستان کے فوراً بعد پاکستان کو اقوامِ متحدہ کا رکن بنانے کے لیے درخواست دی اور آپ کی کوششوں اور توجہ سے پاکستان 30 ستمبر 1947ء کو UNO کا رکن بنا۔

iii- مسلم ریاستوں سے خصوصی تعلقات:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول یہ قرار پایا تھا کہ تمام ممالک بالخصوص مسلم ممالک سے اچھے تعلقات کے قیام کے لئے پاکستان کوشاں رہے گا۔

iv- بھارت سے تعلقات:

بھارت نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کی لیکن پاکستان کی خارجہ پالیسی نے بھارت کے تمام تر عزائم ناکام بنادیئے۔ خارجہ امور میں پاکستان کی ابتدائی کامیابیاں اور بھارت کی طرف سے جارحانہ اقدامات کا ناکام ہونا بنیادی طور پر قائداعظم کی عمدہ قیادت کی بدولت ہی تھا۔

8- قائداعظم کی طلباء کو نصیحت:

قائداعظمؒ نئی نسل کی اہمیت و افادیت سے احسن طریقے سے آگاہ تھے۔ قائداعظم طلباء کو پاکستان کے مستقبل کا معمار قرار دیتے تھے۔ تو طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ اب طلباء صرف حصولِ تعلیم پر اپنی ساری توجہ مرکوز کریں۔ ایک دفعہ طلباء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"پاکستان کو اپنے طلباء پر فخر ہے جو ہمیشہ اگلی صفوں میں رہے اور قوم کی توقعات پر پورے اترے۔ طلباء ہمارا مستقبل ہیں وہ مستقبل کے معمار بھی ہیں۔ ان سے قوم نظم وضبط چاہتی ہے تاکہ وہ وقت کے چیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں۔"

9- نظامِ تعلیم:

27 نومبر 1947ء کو آل پاکستان ایجوکیشن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر ہم فوری اور نتیجہ خیز ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں تعلیمی شعبے پر پوری توجہ مرکوز کرنا ہوگی۔"

قائداعظم نے طلباء پر اپنے گہرے اعتماد کا اظہار کیا اور ہمیشہ انہیں قوم کا قیمتی سرمایہ کہتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10- پاکستان کا دارالحکومت:

کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔ سندھ اسمبلی کی عمارت میں مرکزی دستور یہ کا اجلاس منعقد ہوا سرکاری دفاتر کے لیے کچھ عمارات کرائے پر حاصل کی گئیں۔ کچھ دفاتر فوجی بارکوں میں قائم کیے گئے۔ ان کے علاوہ عارضی مکانات، ٹین اور خیموں کی چھتوں کے نیچے سینکڑوں دفاتر کھولے۔ جس طرح بھی ممکن ہو سکا ملازمین نے کاروبار حکومت کو چلانا شروع کیا۔

11- تنخواہ کمیشن کا قیام:

قائداعظم نے ملازمت کے بارے میں سول سروسز رولز وضع کیے نیز فروری 1948ء میں آپ نے پہلا تنخواہ کمیشن قائم کیا۔

12- سول سروس کی تنظیم نو:

آپ نے سول سروس کی تنظیم نو کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مختلف محکموں کے سیکرٹریوں کے درمیان رابطے کے لیے سیکرٹری جنرل کا عہدہ قائم کیا گیا اور چوہدری محمد علی کو اس منصب پر فائز کیا گیا۔ آپ نے سرکاری ملازمین کو محنت، خلوص اور دیانتداری سے کام کرنے کی تلقین کی آپ نے فرمایا:

> ”آپ خواہ کسی بھی محکمے میں کام کرتے ہوں لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ اور سلوک خوش اسلوبی پر مبنی ہونا چاہیے۔ اب آپ برسر اقتدار طبقے یا جماعت میں ہیں اب آپ ملازم اور خادم ہیں لوگوں کو یہ محسوس کروائیے کہ آپ ان کے ملازم اور دوست ہیں۔ عزت و تکریم، انصاف اور غیر جانبداری کا اعلیٰ ترین معیار قائم کیجیے۔“

13- پولیس کے نظام کا قیام:

آپ نے ملک کے اندرونی تحفظ کے لیے پولیس کا نظام قائم کیا۔ پولیس کے اہلکاروں نے اندرون ملک امن و امان کے قیام کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

14- فیڈرل کورٹ کی بنیاد:

آپ نے قانون کی حکمرانی کے لیے پاکستان کی سب سے بڑی عدالت فیڈرل کورٹ کی بنیاد رکھی جسے بعد میں سپریم کورٹ آف پاکستان کا نام دیا گیا اور صوبائی عدالتیں بھی قائم کی گئیں۔

15- گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ترمیم:

قیام پاکستان کے وقت ملک میں کوئی آئین نہیں تھا۔ اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ جب تک پاکستان کا آئین تیار نہیں ہو جاتا حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کو ضروری ترمیم کے ساتھ استعمال کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

16- پاکستان فنڈ کا قیام:

سوتے ہیں خود کہاں جو ملت کو جگاتے ہیں
یہ قائداعظم کے دن رات بتاتے ہیں

ملکی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے قائداعظم نے جو اصلاحات کیں ان میں "پاکستان فنڈ" کا قیام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جب مہاجرین کی آمد اور اثاثوں کی تقسیم میں بھارت کی بددیانتی سے حکومت پاکستان کے لیے کئی معاشی اور اقتصادی مسائل پیدا ہو گئے تو قائداعظم نے "پاکستان فنڈ" قائم کرنے کا اعلان کیا جس میں مسلمان تاجروں اور مخیّر افراد نے دل کھول کر عطیات دیئے۔

17- پاکستانی سکے کا اجراء:

حکومت پاکستان اپنے ابتدائی ایام میں پرانے نوٹ استعمال کرنے پر مجبور تھی قائداعظم نے 3 جنوری 1948ء کو پاکستانی سکے اور نوٹ جاری کرنے کا اعلان کیا جس سے پاکستان کی آزاد معیشت کا آغاز ہوا۔

18- صنعتی ترقی:

صنعتی میدان میں بھی قائداعظم پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے صنعتی ترقی کے لیے بے شمار اقدامات کیے۔ آپ نے مزدوروں کو طبی، رہائشی اور دیگر سہولتیں فراہم کرنے پر زور دیا۔ آپ کو غریب اور محنت کش طبقے کی فلاح و بہبود کا بے حد خیال تھا۔ آپ نے اگست 1947ء میں دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں فرمایا:

"اگر ہم اس عظیم مملکت کو خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی پوری توجہ لوگوں اور بالخصوص غریب طبقے کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنی پڑے گی۔"

19- رشوت و بددیانتی کو ختم کرنے کی تلقین:

رشوت خوری اور بے ایمانی ایسی برائیاں ہیں جو ملکی معیشت پر اثر انداز ہو کر اسے تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ آپ نے لوگوں کو ان کے خلاف جہاد کرنے کی اپیل کی اور امید ظاہر کی کہ اسمبلی بہت جلد ایسے قوانین وضع کرے گی جن سے ان لعنتوں کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے گا۔ 4 فروری 1948ء کو آپ نے سرکاری افسران سے ایک خطاب کے دوران فرمایا:

"ایمانداری اور خلوص دل سے کام کیجئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ضمیر سے بڑی کوئی قوت روئے زمین پر نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب آپ خدا کے روبرو پیش ہوں تو آپ پورے اعتماد سے کہہ سکیں کہ ہم نے اپنا فرض انتہائی ایمانداری اور وفاداری سے انجام دیا ہے۔"

بڑھو آگے بڑھو آگے برائی کے مٹانے کو صدائے عام دو اس کام کی سارے زمانے کو

20- افواج پاکستان کی تنظیم نو:

آپ نے افواج پاکستان کو تلقین کی کہ وہ اپنے اندر اپنے آباؤ اجداد کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کریں۔ ملک کی آزادی کو برقرار رکھنے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنیاد پر تعمیر کرنے کے لیے خود کو ہمہ وقت اور ہمہ تن ہوشیار رکھیں۔ وطن عزیز کے دفاع کے لیے آپ ملکی افواج کو ہمیشہ مستعد اور منظم دیکھنا چاہتے تھے۔ 21 فروری 1948ء کو آپ نے افواج پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر کبھی ایسا وقت آجائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں اور پہاڑوں میں، جنگلوں میں، میدانوں میں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں۔"

دشت تو دشت، صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

21- اسلحہ ساز فیکٹری کا قیام:

آپ نے واہ کے مقام پر پہلی اسلحہ ساز فیکٹری قائم کی۔ آپ نے اس موقع پر جدید اسلحہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"آپ کو بھی زمانے کے ساتھ چلنا ہوگا اور اپنا اسلحہ جدید ترین طرز کا رکھنا ہوگا تا کہ کوئی طاقت ہمیں بے خبری کے عالم میں نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو جائے۔"

22- نظام حکومت کے لیے قرآن سے راہنمائی:

قائداعظم پاکستان میں اسلامی احکامات اور قوانین پر مبنی نظام حکومت رائج کرنا چاہتے تھے اور یہی قیام پاکستان کا مطمع نظر تھا۔ آپ نے جنوری 1948ء میں پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

ایک اور موقع پر فرمایا:

"اسلام ہمارا راہنما اور ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے ہمیں کسی سرخ یا پیلے پرچم کی ضرورت نہیں اور نہ ہمیں سوشلزم، کمیونزم، نیشنلزم یا کسی دوسرے ازم کی ضرورت ہے۔"

سارے جہاں کی پیاس بجھانی محال ہے
اسلام کے پیالۂ لبریز کے بغیر

حرف آخر:

عظیم انسان روز بروز پیدا نہیں ہوتے۔ مادر گیتی انہیں روز بروز جنم نہیں دیتی۔ ایسے انسانوں کے لیے تاریخ کو صدیوں منتظر رہنا پڑتا ہے۔ زندگی سالہا سال دیر و حرم کا طواف کرتی ہے تب کہیں جا کر کوئی ایسا انسان پیدا ہوتا ہے جو نہ صرف عظمت کے معیار پر پورا اُترتا ہے بلکہ اُسے دیکھ کر عظمت کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔ قائداعظم بھی ایسے ہی ایک انسان تھے جنھوں نے نہ صرف مسلمانانِ ہند کے لیے آزاد مسلم ریاست حاصل کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اُسے مضبوط اور مستحکم بنانے کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں اور ساتھ ہی ساتھ ایسے اُصول اور عمل بھی دیا جو اس ملک خداداد کو ترقی اور خوشحالی کی منزلوں کا راہی بنا سکتے ہیں۔

ہر زائرِ چمن سے یہ کہتی ہے خاکِ باغ
غافل نہ رہے جہاں میں گردوں کی چال سے
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اس کا تخم
تو آنسوؤں کا بخل نہ کر اس نہال سے

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 5

دساتیر پاکستان

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اسے انشاء اللہ قیامت تک باقی رہنا ہے۔ چونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اس طرح ترتیب دیں کہ وہ اسلامی ضابطہ حیات سے عبارت ہو۔ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلام ترقی کا مذہب ہے۔ جب بھی مسلمانوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑا تو ترقی کے راستے ان پر بند ہو گئے۔ ہماری کامیابی کا راز اسلام میں مضمر ہے۔ اگر ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں تو ہم یقیناً ترقی کی دوڑ میں دوسری قوموں پر سبقت لے جا سکتے ہیں۔

ے تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لاَ اِلٰہ اِلاَّ
لغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی (اقبالؒ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 1۔ قرارداد مقاصد پر نوٹ لکھیں۔

جواب: **پسِ منظر:**

لہو برسا، بہے آنسو، لٹے رہرو، کٹے رشتے
ابھی تک نامکمل ہے مگر تعمیرِ آزادی

قیام پاکستان کے فوراً بعد دستور کی تشکیل سب سے اہم مسئلہ تھا۔ قائداعظم نے فوری طور پر آل انڈیا ایکٹ 1935ء کو چند ضروری ترامیم کے ساتھ عارضی آئین کے طور پر نافذ کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کے لیے مستقل دستور بنانے کی کوششوں کا آغاز ہوا۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی "قرارداد مقاصد" تھی۔

قرارداد مقاصد:

پہلی دستور ساز اسمبلی کا اہم فریضہ پاکستان کے لیے اسلامی اصولوں پر مبنی آئین تیار کرنا تھا۔ اس ضمن میں نواب زادہ لیاقت علی خاں نے پہلا مثبت قدم اٹھایا آپ نے 7 مارچ 1949ء کو اسمبلی میں ملک کے آئندہ دستور کے بنیادی اصولوں پر مبنی ایک قرارداد پیش کی جسے اراکین اسمبلی نے بحث و تمحیص کے بعد 12 مارچ 1949ء کو منظور کر لیا۔ یہ قرارداد، "قرارداد مقاصد" کے نام سے موسوم ہوئی۔

قرارداد مقاصد کے اہم نکات

قرارداد مقاصد کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

قرارداد مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا جس کا مطلب ہے کہ پوری کائنات کی حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اس حاکمیت میں اس کا کوئی شریک نہیں، حکمران کو جو اختیارات عطا کیے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدس امانت ہیں اور وہ انھیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے مطابق استعمال کریں گے۔

2- اسلامی اقدار کا تحفظ:

قرارداد مقاصد میں اس بات کا اظہار کیا گیا کہ مملکت خداداد پاکستان میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔

3- قرآن و سنت کی پیروی:

مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنت کے مطابق بسر کر سکیں۔

4- جوابدہ حکومت:

قرارداد مقاصد میں واضح کیا گیا کہ پاکستان میں عوامی حکومت قائم کی جائے گی اور حکومت عوام کے سامنے جوابدہ ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5- اقلیتوں کا تحفظ:

اقلیتوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہوگی۔ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے اور عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ ہر قوم کے مذہبی عقائد کا احترام کیا جائے گا۔ اقلیتوں کو اپنی ثقافت اور تمدن کو فروغ دینے کا بھی حق حاصل ہوگا۔

6- بنیادی حقوق کی ضمانت:

قرارداد مقاصد میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ یعنی پاکستان کے شہریوں کو مساوات، ملکیت، اظہار رائے، عقیدہ، عبادت، مذہب اور انجمن سازی کے حقوق حاصل ہوں گے۔ مزید برآں انھیں سیاسی، سماجی اور معاشی انصاف بھی مہیا کیا جائے گا۔

7- وفاقی طرز حکومت:

قرارداد مقاصد میں بیان کر دیا گیا کہ پاکستان میں وفاقی نظام حکومت رائج کیا جائے گا۔ جس میں صوبوں کو مناسب حدود کے اندر رہتے ہوئے خودمختاری حاصل ہوگی۔

8- عدلیہ کی آزادی:

قرارداد مقاصد میں عدلیہ کی آزادی پر زور دیا گیا۔ انتظامیہ اور دیگر شعبوں کو عدلیہ کے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں ہوگی۔ ججوں سے حلف لیا جائے گا کہ وہ ہر طرح کے دباؤ سے بے نیاز ہو کر فیصلہ دیں تاکہ عوام کو صحیح انصاف میسر آسکے۔

9- پسماندہ علاقوں کی ترقی وخوشحالی:

قرارداد میں پسماندہ علاقوں کی ترقی وخوشحالی کے لیے مناسب اقدامات کرنے کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا اور یہ طے پایا کہ جو علاقے ناسازگار حالات کی وجہ سے ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں انہیں ترقی یافتہ علاقوں کی سطح پر لایا جائے گا۔

10- دفاع پاکستان:

پاکستان کے تمام علاقوں کی حفاظت کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔ اس سلسلے میں بری، بحری اور ہوائی حدود کے دفاع کا انتظام حکومت کو کرنا ہوگا تاکہ ملک کو غیر ملکی استبداد اور تسلط سے محفوظ رکھا جا سکے۔

11- جمہوری طرزِ حکومت کا نفاذ:

قرارداد مقاصد کی رو سے ملک میں جمہوری نظام قائم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ عوام اپنی مرضی کے نمائندے منتخب کریں گے اور انھیں منتخب نمائندوں پر تنقید کا پورا حق حاصل ہوگا۔ عوام کو ظلم وجبر اور تشدد سے بچانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

12- اسلامی معاشرے کا قیام:

قیام پاکستان کا ایک اہم مقصد ملک میں اسلامی معاشرے کا قیام تھا۔ قرارداد مقاصد میں اس بات کی ضمانت دی گئی کہ پاکستان میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے گا جس میں عوام اپنی زندگیوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام، قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ڈھال سکیں۔ اسلامی قدروں کو فروغ دینے کے لیے بھی ہر ممکن اقدامات کیے جائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

13- قانون سازی کی بنیاد:

پاکستان میں تمام قوانین قرآن وسنت کی روشنی میں نافذ کیے جائیں گے۔ پاکستان میں قرآن وسنت کی روشنی کے خلاف کوئی بھی قانون نہیں بنایا جاسکے گا۔

14- قومی ترقی:

پاکستان کے عوام کو داخلی ترقی کے مواقع فراہم کیے جائیں گے تاکہ وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرسکیں۔ حکومت قومی ترقی کے لیے بھرپور اقدامات کرے گی۔

قرارداد مقاصد کی اہمیت

1- بنیادی دستاویز:

قرارداد مقاصد کو پاکستان کی آئینی تاریخ میں میگنا کارٹا (Magna Carte) یعنی بنیادی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان میں مستقبل میں بنائے جانے والے تینوں آئینوں 1956ء، 1962ء اور 1973ء میں بنیادی دستاویز کی حیثیت حاصل رہی۔

2- سیکولر ریاست کے امکانات کا خاتمہ:

قرارداد پاکستان کی منظوری نے ان ترقی پسند عناصر کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا جو پاکستان کو ایک لادین ریاست بنانا چاہتے تھے اور آئین سازی کے کام میں مسلسل رکاوٹیں ڈال رہے تھے۔ اس قرارداد نے واضح کر دیا کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہوگا اور وہاں اسلامی طور طریقوں کو رائج کیا جائے گا۔

3- قرآن وسنت کی بالادستی:

قرارداد پاکستان میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لیے یہاں قرآن وسنت پر مبنی قوانین وضع کیے جائیں گے اور کسی کو خدا کی عائد کردہ حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

4- معاشرتی انصاف کی ضمانت:

قرارداد کو اس لحاظ سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں عوام کے بنیادی حقوق کے تحفظ، عدلیہ کی آزادی اور انصاف و رواداری پر مبنی نظام حکومت کے قیام کی ضمانت دی گئی ہے۔

5- اقلیتوں کے تحفظ کی ضمانت:

قرارداد میں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی اور ثقافتی آزادی اور مسلمانوں کے مساوی حقوق عطا کرنے کی ضمانت دی گئی ہے۔ نیز انہیں عبادت کی آزادی، مذہب کی تبلیغ اور عبادت گاہوں کی تعمیر کے حقوق بھی حاصل ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6- دساتیر پاکستان میں بطور دیباچہ شمولیت:

قرارداد پاکستان تاریخ میں ایک منفرد حیثیت کی حامل دستاویز ہے اسی لیے پاکستان کے ہر دستور کے شروع میں اسے ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

7- آئین کا مستقل حصہ:

قرارداد مقاصد کو 1985ء میں صدر جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں ترمیم کر کے آئین کا مستقل حصہ بنا دیا۔

حاصل کلام:

قرارداد مقاصد پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس قرارداد میں پاکستان کا نظام حکومت اور نظام معیشت اسلامی بنیادوں پر قائم کرنے کی ضمانت دی گئی۔ قرارداد مقاصد پاکستان میں دستور سازی کے عمل کی جانب پہلا قدم تھا۔ نواب زادہ لیاقت علی خاں نے قرارداد پیش کرتے وقت اس دن کو پاکستان کی تاریخ کا ''اہم ترین دن'' قرار دیا۔ اس میں پاکستانی عوام کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اسلامی دستور کی ضمانت دی گئی۔

یہ ساری کاوشیں تھیں دین کی اسلام کی خاطر
ہزاروں کلفتیں تھیں ایک پاکستان کی خاطر
یہ مقصد تھا یہاں اسلام کا فرمان ہو جاری
مکمل طور پر اس ملک میں قرآن ہو جاری

س 2- 1956ء کے آئین کی اسلامی دفعات بیان کریں۔

جواب:

جلال پادشاہی ہو یا جمہوری تماشا
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

پس منظر:

قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد پاکستان میں آئین سازی کے کام کا آغاز ہو گیا۔ 1950ء اور 1952ء میں عبوری کمیٹی کی بالترتیب پہلی اور دوسری رپورٹس مرتب کی گئیں مگر دونوں رپورٹس نامکمل اور باہمی اختلافات کی وجہ سے نامنظور کر دی گئی۔ سیاست دانوں کی باہمی چپقلش، فوج اور بیوروکریسی کی مداخلت و دیگر وجوہات کی بنا پر بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اکتوبر 1955ء میں مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں (پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان) کو ملا کر وحدت مغربی پاکستان (One Unit) کی منظوری دے دی۔ اس کے ساتھ ہی دستور ساز اسمبلی نے اپنی تمام تر توجہ دستور سازی کے کام پر مرکوز کر دی۔ وزیر قانون آئی۔ آئی۔ چندریگر نے دستور کا مسودہ 9 جنوری 1956ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کر دیا جس نے 29 فروری 1956ء کو اسے منظور کر لیا۔ 2 مارچ کو گورنر جنرل سکندر مرزا نے بھی اس کی توثیق کر دی۔ بعد ازاں 23 مارچ 1956ء کو اس آئین کو نافذ کر دیا گیا۔ یہ آئین اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم چودھری محمد علی نے اسمبلی سے منظور کروایا۔ یہ آئین پارلیمانی اور جمہوری آئین تھا جو 234 دفعات پر مشتمل تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1956ء کے آئین کی اسلامی دفعات

1956ء کے آئین میں مندرجہ ذیل اسلامی دفعات شامل کی گئی تھیں:

1- اللہ کی حاکمیت:

قرارداد مقاصد کو آئین کے شروع میں ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس میں کہا گیا کہ پوری کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ پاکستان کے عوام اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی حدود کے اندر رہتے ہوئے حاکمیت کے اختیارات کا استعمال ایک مقدس امانت کے طور پر کریں گے۔

2- قانون سازی کی بنیاد:

پاکستان میں قوانین قرآن وسنت کی روشنی میں وضع کیے جائیں گے۔ پاکستان میں کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جاسکتا جو قرآن وسنت کی روشنی کے خلاف ہو۔

3- ملک کا نام:

1956ء کے آئین کے تحت ملک کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا۔

4- صدر کا مسلمان ہونا:

1956ء کے آئین میں صدر پاکستان کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ تاہم وزیر اعظم کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نہیں رکھی گئی تھی۔

5- اسلامی اصولوں کی پابندی:

1956ء کے آئین کے افتتاحیہ میں کہا گیا کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہوگا جس میں انصاف، آزادی اور مساوات کے اسلامی اصولوں کے مطابق نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

6- اسلامی نظام زندگی:

آئین میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

7- اسلامی اقدار کی حفاظت:

آئین میں اسلامی اقدار کے تحفظ اور برائیوں کے خاتمے کی ضمانت دی گئی اور اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ ملک میں سے سود، عصمت فروشی، جوا اور شراب کا خاتمہ کیا جائے گا۔

8- زکوٰۃ اور اوقاف:

1956ء کے آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ پاکستان میں زکوٰۃ واوقاف کا نظام رائج کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9- فلاحی ریاست:

1956ء کے آئین میں پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے، ملک سے غربت کے خاتمے اور مزدوروں کے لیے کام کرنے کے اوقات بہتر بنانے کا اعادہ کیا گیا اور تمام شہریوں کو روٹی، کپڑا، مکان اور طبی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی۔

10- اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات:

دستور میں حکومت پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ تمام اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرے۔

11- اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ:

1956ء کے آئین میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی نیز انھیں ملکی، مذہبی اور ثقافتی آزادی دینے کا بھی وعدہ کیا گیا۔

12- عدلیہ کی آزادی:

1956ء کے آئین میں عدلیہ کی آزادی کا خاص لحاظ رکھا گیا۔ اعلان کیا گیا کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں سپریم کورٹ اور ہائیکورٹس کو آئین کی حفاظت کا اختیار حاصل ہوگا۔ عدلیہ کے جج بغیر کسی سیاسی یا معاشرتی دباؤ کے آئین کے تحت لوگوں کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرتے رہیں گے۔

13- نسلی اور صوبائی تعصبات کی حوصلہ شکنی:

1956ء کے آئین میں نسلی، صوبائی، علاقائی اور فرقہ وارانہ رجحانات کی حوصلہ شکنی کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ ملک میں اتحاد و یک جہتی کی فضا پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

14- ناخواندگی کا خاتمہ:

1956ء کے آئین میں اس امر کی وضاحت کی گئی کہ ملک میں ناخواندگی کا خاتمہ کیا جائے گا۔ ابتدائی تعلیم کا معقول بندوبست کیا جائے گا اور یہ تعلیم مفت اور لازمی ہوگی۔ بالغوں کو تعلیم دینے کا بھی معقول بندوبست کیا جائے گا تاکہ ملک میں خواندہ افراد کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوسکے۔

15- قرآن کریم کی لازمی تعلیم:

1956ء کے آئین کی رو سے قرآن کریم کی تدریس کو لازمی قرار دیا گیا تاکہ طلباء کے ذہنوں میں اسلامی روح کو اجاگر کیا جاسکے۔

16- ادارہ تحقیقات اسلامی:

1956ء کے آئین کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی (Islamic Research Institute) قائم کیا جائے گا جو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید زمانے کے مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے تحقیقی کام کرے گا۔

17- سود کا خاتمہ:

1956ء کے آئین میں اظہار کیا گیا کہ پاکستان میں سود کے خاتمے کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے جائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1956ء کے آئین کی منسوخی:

1956ء کا آئین پاکستان کو نو برس کی طویل جدوجہد کے بعد پہلی مرتبہ نصیب ہوا۔ اس دستور میں پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کے لیے بہت سی دفعات شامل کی گئی تھیں۔ دستور ساز اسمبلی کے اس اقدام کو پاکستان کے عوام نے قابل ستائش قرار دیا لیکن یہ آئین صرف دو برس سات ماہ نافذ رہنے کے بعد 8 اکتوبر 1958ء کو بری فوج کے سربراہ جنرل محمد ایوب خاں نے منسوخ کر دیا اور ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا۔ انہوں نے صدر سکندر مرزا کو بھی برطرف کر دیا۔ صدر کی امور مملکت میں بے جا مداخلت سیاستدانوں کی باہمی چپقلش، افسر شاہی کا منفی رویہ، صوبوں کے درمیان اختلاف اور سیاسی قیادت کا فقدان، 1956ء کے آئین کی ناکامی کے اہم اسباب تھے۔

س 3۔ 1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: ؎ آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

پس منظر:

1956ء کے آئین کو جنرل محمد ایوب خان نے اکتوبر 1958ء میں منسوخ کر کے ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا۔ انہوں نے فروری 1960ء میں جسٹس شہاب الدین کی قیادت میں ایک دستوری کمیشن قائم کیا جس نے 6 مئی 1961ء کو اپنی تجاویز صدر مملکت کو پیش کیں۔ ان تجاویز پر غور کرنے کے لیے جسٹس منظور قادر کی سرکردگی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی نے آئینی کمیشن کی سفارشات میں کچھ ردوبدل کر کے پاکستان کے لیے نیا آئین مرتب کیا جسے صدر ایوب خاں نے 8 جون 1962ء کو ملک میں نافذ کر دیا۔ یہ آئین صدارتی آئین تھا۔ یہ آئین کل 250 دفعات پر مشتمل تھا۔

1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات:

1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1962ء میں آئین میں قرارداد مقاصد دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا اور یہ تسلیم کیا کہ پاکستان کے عوام قرآن وسنت کی روشنی میں حاکمیت کے اختیارات کو ایک مقدس امانت سمجھ کر استعمال کریں گے۔

2- ملک کا نام:

1962ء کے دستور میں پہلے مملکت کا نام جمہوریہ پاکستان رکھا گیا بعد میں عوام کے مطالبے سے مجبور ہو کر اس میں ترمیم کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کر دیا گیا۔

3- صدر کا مسلمان ہونا:

1962ء کے آئین میں صدر مملکت کے لیے مسلمان ہونا ضروری تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4- اسلامی اقدار کا فروغ:

دستور کے افتتاحیہ میں وضاحت کر دی گئی کہ ملک کا انتظام عوام کے منتخب نمائندے جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں کے مطابق چلائیں گے۔

5- اسلامی معاشرے کی تشکیل:

پاکستان کے لوگوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن وسنت کے مطابق بسر کر سکیں۔

6- اسلامی قانون کا نفاذ:

1962ء کے آئین میں کہا گیا کہ آئندہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن وسنت کے منافی ہو نیز پہلے سے موجود قوانین کو بتدریج قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

7- قرآن واسلامیات کی لازمی تعلیم:

راہنما اصولوں میں یہ بھی کہا گیا کہ حکومت قرآن واسلامیات کی لازمی تعلیم کے لیے مناسب اقدامات کرے گی اور مسلمانوں میں اسلامی اخلاق کو فروغ دینے کی کوشش کرے گی۔

8- فلاحی ریاست:

اس آئین میں حکومت کو ہدایت کی گئی کہ وہ ملک سے جہالت کا خاتمہ کرے، مزدوروں کے کام کے اوقات کار کو بہتر بنائے، عصمت فروشی، جوا اور شراب کے خاتمے کے لیے اقدامات کرے اور عوام کے لیے روٹی، کپڑا، مکان اور طبی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کے فرائض میں شامل ہوگا۔

9- اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات:

آئین میں حکومت پاکستان کو اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کو کہا گیا۔

10- زکوٰۃ اور اوقاف کا نظام:

اس آئین کے تحت زکوٰۃ اور اوقاف کے الگ الگ محکمے تشکیل دیے جائیں گے۔ محکمہ زکوٰۃ کا عملہ زکوٰۃ وصول کر کے اسے ملک وعوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے گا۔ اسلامی ثقافت کی آئینہ دار عمارات اور جامع مساجد کی دیکھ بھال محکمہ اوقاف کی ذمہ داری ہوگی۔

11- سود کا خاتمہ:

اس آئین کی رو سے یہ طے پایا کہ ہر سطح پر سودی کاروبار کو ختم کر کے اسلامی قوانین اور اصول وضوابط مرتب کیے جائیں گے۔

12- غلطیوں سے پاک قرآن مجید کی اشاعت:

اس آئین میں یہ بھی تحریر کیا گیا کہ غلطیوں سے پاک قرآن کریم کی اشاعت حکومت کی ذمہ داری ہوگی تا کہ کسی قسم کا ابہام پیدا نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

13- عدلیہ کی آزادی:

1962ء کے آئین میں اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ حکومت عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنائے گی تاکہ لوگوں کو قانون کے مطابق انصاف فراہم کیا جا سکے۔

14- پسماندہ علاقوں کی ترقی:

1962ء کے آئین میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے بھرپور اقدامات کرے گی۔

15- غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ:

اس آئین میں اس بات کی ضمانت دی گئی کہ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ دیا جائے گا۔ انھیں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی، ان کی عبادت گاہوں کا احترام کیا جائے اور انھیں پاکستانیوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔

16- اسلامی مشاورتی کونسل:

آئین کے تحت صدر پاکستان کو پانچ سے بارہ ارکان پر مشتمل اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل کا کام سپرد کیا گیا۔ ان ارکان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھتے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے سیاسی، معاشی، قانونی اور انتظامی مسائل سے بھی واقفیت رکھتے ہوں کونسل کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو ایسی تجاویز پیش کرے جن سے مسلمان اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

17- ادارہ تحقیقاتِ اسلامی:

آئین کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام عمل میں آیا تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے تحقیقی کام کرے۔

1962ء کے آئین کی منسوخی اور مارشل لاء کا نفاذ:

جنرل ایوب خان کے خلاف زبردست عوامی تحریک شروع ہوگئی۔ ملک گیر ہنگاموں کے پیش نظر 25 مارچ 1969ء کو صدر ایوب خاں نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خاں نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے عنانِ حکومت سنبھالی۔ 1962ء کا آئین منسوخ کر دیا گیا۔ مرکزی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔ جنرل یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ فوج سیاسی عزائم نہیں رکھتی وہ جلد از جلد بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کرا کر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کر دے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س4۔ 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات بیان کریں۔

جواب:
سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

پسِ منظر:

1970ء میں یحییٰ خان نے ملک میں پہلے انتخابات کروائے انتخابات کے نتائج انتہائی حوصلہ شکن تھے پاکستان ایک نئے بحران میں داخل ہو گیا جس کی وجہ سے 16دسمبر 1971 کو مشرقی پاکستان، پاکستان سے علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ 20دسمبر 1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے صدر پاکستان اور سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا نئی حکومت کے سامنے ملک کی تعمیر نو کے علاوہ پاکستان کے لیے ایک مستقل آئین کی تشکیل کا چیلنج بھی موجود تھا 17اپریل 1972ء کو قومی اسمبلی نے مسودہ آئین کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کی جس نے شب و روز کام کر کے 2فروری 1973ء کو دستور کا مسودہ قومی اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کیا قومی اسمبلی نے 12اپریل 1973ء کو اسے متفقہ طور پر منظور کیا اور 14اگست 1973ء کو اسے نافذ کر دیا گیا۔ 1973ء کا آئین پارلیمانی اور جمہوری آئین ہے۔ یہ کل 280 دفعات پر مشتمل تھا۔

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1973ء کے آئین میں بھی قرارداد مقاصد کو دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا۔ اس میں اقرار کیا گیا ہے کہ اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور پاکستان کے عوام جو اختیارات اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کریں گے ان کی حیثیت ایک مقدس امانت کی ہوگی۔

2- ملک کا نام:

دونوں سابقہ دساتیر کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔

3- سرکاری مذہب:

1973ء کے آئین کے مطابق اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔

4- صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا:

اس دستور کے تحت صدر اور وزیر اعظم دونوں کے لیے مسلمان ہونے کی شرط رکھی گئی۔ 1956ء اور 1962ء کے دساتیر میں صرف صدر کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5- اسلامی قوانین کا نفاذ:

ملک میں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور پہلے سے موجود تمام قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں گے۔

6- قرآن وسنت کی پیروی:

پاکستان کے مسلمانوں کو موقع فراہم کیا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کے مطابق اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

7- مسلمان کی تعریف:

1973ء کے دستور میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف بڑی وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے جس کی رو سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، آخرت اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ختم نبوت ﷺ پر ایمان لانا بھی لازمی ہے۔

8- قرآن پاک اور اسلامیات کی لازمی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق ملک میں قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔

9- اسلامی معاشرے کا قیام:

دستور کے ابتدائیہ میں عہد کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

10- اسلامی اقدار کا تحفظ:

1973ء میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت ملک سے جہالت کے خاتمے کی کوشش کرے گی۔ مزدوروں کے کام کرنے کے اوقات کو بہتر بنائے گی۔ پاکستان کے شہریوں کو بنیادی ضرورتیں اور طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اقدامات کرے گی۔ عصمت فروشی، شراب اور جوا پر پابندی لگائی جائے گی۔

11- قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک طباعت:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک صحیح طباعت واشاعت کا انتظام کرے گی۔

12- عربی زبان کی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت ملک میں عربی زبان کے فروغ کے لیے مناسب سہولتیں فراہم کرے گی۔

13- سود کا خاتمہ:

1973ء کے دستور کے تحت ملک کے معاشی نظام کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے لیے بتدریج اقدامات کیے جائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14- زکوٰۃ اور اوقاف کا نظام:

1973ء کے دستور میں زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کے نظام کو مناسب انداز میں چلانے کا وعدہ کیا گیا۔

15- اسلامی ممالک سے خوشگوار تعلقات:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات قائم کرے گی۔

16- اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت:

1973ء کے آئین کی رو سے اقلیتوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ ان کے حقوق و مفادات کی نگہداشت حکومت کی ذمہ داری ہوگی صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے اضافی نشستیں بھی مخصوص کی جائیں گی۔

17- نظریہ پاکستان کا تحفظ:

1973ء کے آئین میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ صدر مملکت، وزیر اعظم، وفاقی وزراء، سپیکر اسمبلی، ڈپٹی سپیکر، سینٹ کے چیئر مین، صوبائی گورنروں، وزراعلیٰ، سپیکروں اور ڈپٹی سپیکروں کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے وقت اس بات کا اقرار کریں گے کہ وہ نظریہ پاکستان کے وفادار رہیں گے۔

18- فلاحی ریاست کا قیام:

1973ء کے آئین میں اس بات کی ضمانت دی گئی کہ ملک سے بیماری، جہالت اور بے روزگاری کا خاتمہ کیا جائے گا۔ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔ شہریوں کو بنیادی ضروریات روٹی، کپڑا، مکان اور صحت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

19- قرارداد مقاصد آئین کا مستقل حصہ:

1985ء میں صدر جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں ترمیم کر کے قرارداد مقاصد کو آئین کا مستقل حصہ بنا دیا۔

20- اسلامی نظریاتی کونسل:

1973ء کے آئین کے تحت صدر مملکت آٹھ سے پندرہ ارکان پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کرے گا۔ یہ کونسل صدر، گورنر مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو کسی بھی بل کے متعلق مشورہ دے گی کہ آیا وہ بل اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں۔ مزید برآں یہ کونسل قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے میں قانون ساز اداروں کی راہنمائی کرے گی۔

1973ء کے آئین کی اہمیت:

جلال پادشاہی ہو یا جمہوری تماشا
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1973ء کا آئین پاکستان کا پہلا دستور ہے جس پر قومی اسمبلی کے تمام ارکان نے دستخط کیے اور جسے ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اس دستور میں دونوں سابقہ دساتیر کے مقابلے میں اسلامی رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ اس کے تحت اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔ اس میں پہلی مرتبہ ختم نبوت ﷺ پر یقین نہ رکھنے والوں کو خارج از اسلام قرار دیا گیا یعنی جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی الزماں نہیں مانتا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ سود کو بتدریج ختم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ قرآن کی صحیح طباعت اور عربی زبان کی تدریس کے لیے حکومت ہر ممکن اقدام کرے گی اور قرآن وسنت پر مبنی اسلامی معاشرے کا قیام حکومت کا فرض ہوگا۔ الغرض یہ آئین اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی ہے۔ اس کی تکمیل پر پاکستان کے عوام نے خدا کا شکر ادا کیا۔

یہ وطن تیری میری نسل کی جاگیر نہیں — سینکڑوں ذہنوں کی محنت نے سنوارا ہے اسے
کتنے ذہنوں کا لہو، کتنی آنکھوں کا عرق — کتنے چہروں کی حیا، کتنی جبینوں کی شفق
خاک کی نظر ہوئی تب یہ نظارے بکھرے

1973ء کے آئین کی معطلی:

1977ء میں ملک میں دوسرے عام انتخابات کا انعقاد ہوا جس میں پاکستان پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کی۔ اپوزیشن کی طرف سے وسیع پیمانے پر دھاندلی کے الزامات لگائے گئے اور دوبارہ انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا گیا جس کی وجہ سے حالات قابو سے باہر ہو گئے۔ بری فوج کے سربراہ جنرل ضیاء الحق نے 1977ء میں 1973ء کے آئین کو معطل کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

س 5۔ پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششوں کا تفصیلی جائزہ لیں۔

جواب: **حرف اوّل:**

یہ ساری کاوشیں تھیں دین کی ایمان کی خاطر
ہزاروں کلفتیں تھیں ایک پاکستان کی خاطر
یہ مقصد تھا یہاں اسلام کا فرمان ہو جاری
مکمل طور پر اس ملک میں قرآن ہو جاری

دنیا کے نقشے پہ پاکستان کا ظہور اصل میں اُس تخم کی نمود تھی جو مسلمانانِ ہند کے سینوں میں جذبۂ ایمانی کے نام سے مچل رہا تھا۔ پاکستان دراصل رضائے الٰہی کے حصول کی ایک کوشش تھی۔ ایک ایسے خطۂ زمین کا حصول جو اسلام کے اصولوں کو آزمانے کے لیے تجربہ گاہ بن سکے۔ خطۂ زمین تو رب نے عطا کر دیا لیکن کلمۂ حق کو بلند کرنے کے لیے دستور سازی کے مراحل میں کئی رکاوٹیں آتی رہیں۔ 1949ء کی قرارداد مقاصد نفاذ اسلام کی طرف پہلا قدم تھا اور ہر آئین میں کئی اسلامی دفعات کی شمولیت اسی عہد کی پاسداری کی آئینہ دار ہے۔

"سب سے بہتر ایک چیز ہے اور وہ عین اسلام ہے۔"

(قائدِ اعظم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششیں

پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کی گئی کوششوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

(ا) 1977ء سے قبل اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کی جانے والی کوششیں:

1977ء سے قبل اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کی جانے والی کوششوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

1- قرارداد مقاصد:

پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی ابتداء قرارداد مقاصد سے ہوئی۔ اس قرارداد کو نوابزادہ لیاقت علی خان نے آئین کے مقاصد کا تعین کرنے کے لیے 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا تھا۔ اس میں یہ عہد کیا گیا کہ مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا اور مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھال سکیں۔ قرارداد میں اس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ تمام شہریوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

2- 1956ء کے آئین کی اسلامی دفعات:

1956ء کے آئین میں کئی اسلامی دفعات شامل کی گئی تھیں۔ جن کے مطابق کوئی غیر مسلم صدر مملکت کے عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں مسلمانوں کو یہ مواقع حاصل ہوں گے کہ وہ اپنی زندگیوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔ وہ ہدایات جن کا ماخذ قرآن پاک اور سنت نبویؐ ہے ملک میں متعارف کروائی جائیں گی۔ اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

3- 1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات:

1962ء کا آئین صدر ایوب خان نے نافذ کیا۔ انہوں نے آئین میں کئی اسلامی دفعات شامل کیں۔ جن میں مسلم صدر پاکستان، آئین سازی کی بنیاد اسلام، اقلیتوں کے حقوق، بنیادی حقوق کی فراہمی اور اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ شامل تھیں۔

4- 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات:

بھٹو دور میں صدر کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم کا مسلمان ہونا، سود کے خاتمے، اسلامی قوانین کے نفاذ، شراب نوشی اور عصمت فروشی کے خلاف قوانین کا اعلان کیا گیا۔ اتوار کی بجائے جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل قرار دیا گیا۔ پہلی دفعہ مسلمان کی تعریف کی گئی اور پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام کو قرار دیا گیا۔

(ب) 1977ء کی ضیاء الحق کی حکومت کے اسلامی اقدامات:

1977ء میں جنرل محمد ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین کو معطل کر کے ملک میں تیسرا مارشل لاء لگا دیا۔ مارشل لاء حکومت نے شروع میں ہی کئی اسلامی اقدامات کیے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے حوالے سے سنہری دور جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت کا دور قرار دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دور میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے:

1- زکوٰۃ وعشر کا نظام:

20 جون 1980ء کو ملک میں زکوٰۃ وعشر کا نظام قائم کیا گیا۔ اس نظام کے تحت ہر سال یکم رمضان کو بینکوں میں جمع شدہ رقوم اور سیونگ اکاؤنٹس پر زکوٰۃ کی کٹوتی کی جاتی ہے اور یہ رقم زکوٰۃ کونسلوں کے ذریعے مستحقین میں تقسیم کی جاتی ہے۔ نظام عشر 1983ء میں نافذ کیا گیا جس کے مطابق سالانہ پیداوار کی مخصوص حد کا 10 فیصد عشر وصول کیا جاتا ہے۔

2- شرعی حدود کا نفاذ:

12 ربیع الاول 1399ھ کو عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر 10 فروری 1979ء کو اسلامی حدود کا آرڈی نینس نافذ کیا گیا جس کے مطابق چوری، شراب نوشی، زنا اور قذف کے جرائم پر اسلامی سزائیں نافذ کی گئیں۔

3- سود کا خاتمہ:

یکم جنوری 1981ء سے نفع ونقصان کی بنیاد پر کھاتے کھول کر سود سے پاک بینکاری کے مرحلہ وار پروگرام کا آغاز کیا گیا اور یکم جولائی 1984ء سے تمام سیونگ اکاؤنٹس کو پی۔ ایل۔ ایس کھاتوں (Profit & Loss Sharing Accounts) میں تبدیل کر دیا گیا۔

4- شرعی عدالتوں کا قیام:

10 فروری 1979ء کو عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر ایک آرڈی نینس کے ذریعے تمام ہائیکورٹس میں شریعت بنچ قائم کر دیئے گئے جن میں علماء کرام کو قاضی مقرر کیا گیا۔ مئی 1980ء میں شریعت بنچوں کی جگہ وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جس کا صدر دفتر اسلام آباد میں تھا۔ یہ عدالت ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل سنتی تھی اور اسلام کی تشریح کرتی تھی۔ یہ عدالت اسلام سے متصادم قوانین اور اقدامات کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

5- اسلامیات کی لازمی تعلیم:

1979ء میں تعلیمی نظام کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کے لئے میٹرک، انٹر اور ڈگری کلاسوں میں اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

6- احترام رمضان آرڈی نینس:

جون 1981ء کو رمضان المبارک کے احترام کے لئے خصوصی آرڈی نینس جاری کیا گیا۔ جس کے تحت احترام رمضان نہ کرنے والوں کو تین ماہ قید اور 500 روپے جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ البتہ ہسپتال، ہوائی اڈے، بندرگاہیں اور ریلوے اسٹیشن اس آرڈی نینس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

7- نظام صلوٰۃ:

سکولوں، کالجوں میں ظہر کی نماز کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت نے سرکاری دفاتر میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے بندوبست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم جاری کیا۔ ہر محلے میں نیک اور صالح لوگوں کو ناظمین صلوٰۃ مقرر کیا گیا۔ صلوٰۃ کمیٹیاں بنائی گئیں تاکہ لوگوں کو نماز کی طرف راغب کیا جائے۔

-8 عربی کی لازمی تعلیم:

1979ء میں تعلیمی پالیسی پر نظر ثانی کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے سکولوں میں جماعت ششم سے جماعت ہشتم تک قرآن مجید کی تدریس کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دے دی۔

-9 بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام:

2 جنوری 1981ء سے اسلام آباد میں شریعت فیکلٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے کام شروع کر دیا اور اسلامی قوانین کے بارے میں تحقیق کا آغاز کر دیا۔

-10 دینی مدارس کی سرپرستی:

اس دور میں پاکستان کے دینی مدارس کے بارے میں انقلابی اقدامات کئے گئے دینی مدارس کی ہر طرح سے سرپرستی کی گئی ان کو مالی امداد کا انتظام کیا گیا اور ان کی اسناد کو بی۔اے اور ایم۔اے کے برابر درجہ دیا گیا۔

-11 نشریاتی اداروں کی اصلاح:

ریڈیو، ٹی وی کی اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے:

(i) غیر شریفانہ اور غیر اسلامی پروگراموں پر پابندی لگا دی گئی۔

(ii) ٹی وی پر خواتین کو دوپٹہ اوڑھنے کے احکامات جاری کئے گئے۔

(iii) قرآن پاک اور عربی کی تعلیم کا اہتمام ریڈیو اور ٹی وی سے کیا گیا۔

(iv) ذرائع ابلاغ کو اسلامی قومی جذبات ابھارنے کے لئے احکامات جاری کیے گئے۔

(v) حج اور دینی تقریبات مثلاً شبینہ کی محافل ٹی وی پر دکھائی جانے لگیں۔

(vi) اذان کی ابتداء

-12 قصاص اور دیت کا قانون:

ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ قصاص اور دیت کا اسلامی قانون نافذ کیا گیا۔

-13 قراردادِ مقاصد آئین کا مستقل حصہ:

جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں 1985ء میں ترمیم کر کے قرارداد مقاصد کو آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔

-14 عدالتی طریق کار کی اصلاح:

عدالتوں میں ججوں کے لیے برطانوی دور کے لباس کی جگہ شیروانی اور شلوار کو دے دی گئی ہے ججوں کو خطاب کرنے کے لئے مائی لارڈ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(My Lord)اور یور لارڈ شپ (You Lordship) کو جناب والا اور جناب عالی کے الفاظ سے بدل دیا گیا ہے۔

15- اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو:

اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اس کی تنظیم نو کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اس کے ارکان کی تعداد بڑھا کر 20 کر دی گئی۔ اس کونسل میں ہر مکتبہ فکر کے علماء کو قانون کی نمائندگی دی گئی۔ کونسل نے حدود آرڈی نینس، زکوۃ، عشر اور سود سے پاک معاشی نظام کے سلسلے میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے بارے میں حکومت کو سفارشات پیش کرنا کونسل کے فرائض میں شامل ہے۔

16- محتسب اعلیٰ کا تقرر:

صدر مملکت نے جون 1981ء میں عوام کو بیوروکریسی اور اعلیٰ حکام کے مظالم سے محفوظ رکھنے اور ان کی جائز شکایات کے فوری ازالے کے لیے اسلامی انداز کا ایک نیا عہدہ محتسب اعلیٰ کے نام سے تخلیق کرنے کا فیصلہ کیا۔ جنوری 1983ء میں ایک خصوصی آرڈیننس کے ذریعے وفاقی محتسب اعلیٰ کا منصب قائم کر دیا گیا۔ چیف جسٹس پنجاب سردار محمد اقبال کا اس عہدے پر تقرر ہوا۔ اب تک ہزاروں افراد محتسب اعلیٰ کے ذریعے انصاف حاصل کر چکے ہیں۔

17- مسجد مکتب سکیم:

ابتدائی تعلیم کو دینی مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کے لیے مسجد مکتب سکیم کا آغاز کیا گیا۔ دو سال (86 - 1984ء) کے دوران ملک میں 4182 مسجد مکتب قائم کیے گئے جن میں بچوں کو ابتدائی درسی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔ مگر بدقسمتی سے 1986ء میں اس سکیم کو بند کر دیا گیا۔

18- علماء و مشائخ کا احترام:

اسلامی معاشرے کی تشکیل میں علماء دین اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن سابقہ حکومتوں کے دور میں علماء و مشائخ کو وہ مقام حاصل نہیں رہا جس کے وہ مستحق تھے۔ ضیاء حکومت نے پہلی بار علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کیا تاکہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے ان کی آراء سے استفادہ حاصل کیا جا سکے۔ اس ضمن میں علماء و مشائخ کے کونشن منعقد کرائے گئے۔ اس طرح علماء کو حکومت کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے اور اپنی آراء کے اظہار کا موقع ملا۔ علماء اور مشائخ کو حکومت کے اقدامات پر جائز تنقید کی بھی اجازت دی گئی۔

19- حرمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

صحابہ کرام کی عزت و تکریم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی شان مبارک میں گستاخی کو قابل گرفت جرم قرار دیا گیا ہے۔ مجرم کو تین سال قید بامشقت اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔

20- حج کے لیے سہولتیں:

حکومت نے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مواقع فراہم کیے۔ کفالت سکیم کے تحت وہ تمام لوگ حج کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں جن کے اخراجات بیرون ملک مقیم ان کے عزیز و اقارب برداشت کریں۔ حاجیوں کے مسائل حل کرنے کے لیے "خدام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحجاج'' مقرر کیے گئے ہیں۔ حاجیوں کی رہائش کے انتظامات کو بہتر بنانے اور انھیں طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے خصوصی اقدامات کیے گئے۔ پاکستان ہاؤس میں حاجیوں کے قیام وطعام کا بہترین بندوبست کیا گیا ہے۔

21- تقریبات:

حکومت نے اہم قومی تقریبات کو سرکاری سطح پر منانے کا فیصلہ کیا۔ نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کو انتہائی شان وشوکت اور وقار سے منانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ شب برأت اور معراج شریف کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے خصوصی پروگرام مرتب کیے جاتے ہیں۔ یوم اقبال کے موقع پر تقریروں اور شعری کلام کے ذریعے علامہ اقبال کے فلسفہ حیات اور نظریات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یوم آزادی کو پورے ملک میں انتہائی جوش وخروش کے ساتھ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری عمارات کو بڑی خوبصورتی سے سجایا جاتا ہے۔ جلسے اور جلوسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں تحریک آزادی کے شہداء کو زبردست خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

22- معاشرے کی تشکیل نو:

معاشرے کو اسلامی شکل دینے کے لیے ملک میں مخرب اخلاق لٹریچر پر پابندی لگا دی گئی۔ متعصبانہ لٹریچر کی فروخت کو ممنوع قرار دے دیا گیا کیونکہ اس قسم کا لٹریچر علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے۔ نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت اور استعمال پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ عریانی کی بڑھتی ہوئی لعنت اور فحاشی کے انسداد کے لیے احکامات جاری کیے گئے۔ رسولِ خدا ﷺ کی شان مبارک میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے والے شخص کے لیے سزائے موت یا عمر قید اور جرمانے کی سزا مقرر کی گئی۔ 1984ء میں حکومت نے قادیانیوں کو شعائر اسلام کے نام استعمال کرنے پر پابندی لگا دی چنانچہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد نہیں کہہ سکتے تھے۔

23- شریعت بل کی منظوری:

1991ء میں شریعت ایکٹ منظور کیا گیا۔ جس کے تحت اقرار کیا گیا ہے کہ شریعت کی بالادستی قائم کی جائے گی۔ نظام تعلیم اسلام کے مطابق بنایا جائے گا۔ پاکستان کا معاشی نظام اسلام کے مطابق بنایا جائے گا۔ بیت المال قائم کیا جائے گا جس سے غریبوں اور ناداروں کی ضروریات کو پورا کیا جائے گا۔ معاشرے کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے برائیوں کا خاتمہ کیا جائے گا۔ کوئی بھی ایسا ٹیکس نافذ نہیں کیا جائے گا جو اسلام سے متصادم ہو۔

حاصلِ کلام:

اسلام کے نام پہ حاصل کی جانے والی یہ ریاست انشاء اللہ تا قیامت قائم رہے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس حقیقت سے آشنا ہو جائیں گے نفاذ اسلام صرف ایوانوں کے بحث ومباحثوں سے نہیں ہوتا۔ اس کے لیے سرزمین پرستی (Nationalism) اور روشن خیالی (Modernism) کا نعرہ لگانے والے دراصل تاریخ کے اُن اوراق کو بھول رہے ہیں جو پکار پکار کے اسلام اور اس کے پکے سچے پیروکاروں کی عظمتوں کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک | ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 6

ارض پاکستان

مملکت خداداد پاکستان جغرافیائی طور پر اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ دنیا کا کوئی ملک اس کی برابری نہیں کر سکتا اور قدرتی وسائل سے مالا مال بھی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنی توانائیوں کو محض تنقید پر صرف کرنے کی بجائے تعمیر و ترقی کے عمل کو تیز تر کریں۔ وگرنہ یاد رکھیں وقت کے بطن سے حادثات جنم لیتے رہتے ہیں اور نقصان صرف انہی لوگوں کو ہوتا ہے جو حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے صرف قسمت کو کوسنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 1۔ پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت بیان کریں۔

اے پاک وطن اے پاک زمیں
تیرا دن موتی تیری رات نگیں

جواب: اسلامی جمہوریہ پاکستان عالم اسلام کے وسط اور برصغیر پاک و ہند کے مغرب میں واقع ہے۔ برّاعظم ایشیا کے جنوب میں واقع ہونے کی وجہ سے جنوبی ایشیا کا حصہ ہے۔ آبادی 1998ء کی مردم شماری کے مطابق تیرہ کروڑ پچاس لاکھ اسی ہزار ہے جس میں تقریباً 34 فیصد لوگ شہروں میں اور 66 فیصد لوگ دیہات میں آباد ہیں۔ پاکستان کی 97 فیصد آبادی مسلمان جبکہ 3 فیصد آبادی عیسائیوں، قادیانیوں ہندو اور پارسیوں پر مشتمل ہے۔ 12-2011ء کے سروے کے مطابق پاکستان کی آبادی ساڑھے 18 کروڑ سے زائد ہے۔

پاکستان کا محلِ وقوع:

جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے پاکستان 23.50 سے 37 درجے عرض بلد شمالی اور 61 سے 77 درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔

پاکستان کے مشرق میں..................................بھارت
پاکستان کے مغرب میں .... افغانستان و ایران
(افغانستان شمال مغرب اور مغرب میں جبکہ ایران جنوب مغرب میں واقع ہے)
پاکستان کے شمال میں..................................عوامی جمہوریہ چین
پاکستان کے جنوب میں..................................بحیرۂ عرب

پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت:

پاکستان براعظم ایشیاء میں واقع ہے۔ یہ جنوبی ایشیا کا ایک اہم ملک ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ 796,096 مربع کلومیٹر ہے، جو جنوبی ایشیا کے کل رقبے کا 18.78 فی صد ہے۔ پاکستان کا تقریباً 58 فیصد رقبہ پہاڑوں اور سطح مرتفع پر مشتمل ہے جبکہ تقریباً 42 فی صد رقبہ میدانوں اور ریگستانوں پر پھیلا ہوا ہے۔ پاکستان ایک وسیع و عریض ملک ہے جو جنوب میں بحیرہ عرب کے ساحلوں اور دریائے سندھ کے ڈیلٹائی میدان سے شمال کے بلند و بالا پہاڑی سلسلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرقی و جنوبی حصہ دریائی میدانوں سے گھرا ہوا ہے جبکہ مغربی اور وسطی حصہ کئی پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی آب و ہوا میں موسمی فرق بہت نمایاں ہے۔

تیرے جمال کی رنگینیاں اے توبہ! بہار دیکھ کے تیرا شباب جلتی ہے

1۔ چین کی ہمسائیگی:

پاکستان کے شمال میں چین واقع ہے جو دنیا کے نقشے پر ایک اہم معاشی طاقت بن کر ابھر رہا ہے۔ پاکستان اور چین کے درمیان مشترک سرحد کی کل لمبائی تقریباً 600 کلومیٹر ہے۔ پاکستان اور چین کے درمیان خوشگوار تعلقات شروع ہی سے قائم ہیں۔ 1949ء میں جب چین معرضِ وجود میں آیا تو پاکستان نے اُسے فوراً ہی تسلیم کر لیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان اہم بین الاقوامی امور پر ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور دونوں ممالک تجارتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ثقافتی بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں۔

2۔ مذہبی، ثقافتی اور تجارتی اہمیت:

پاکستان کے شمال مغرب کی سمت میں وسطی ایشیائی اسلامی ممالک واقع ہیں۔ان ممالک میں تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان، قازقستان اور کرغیزستان شامل ہیں۔ پاکستان اور تاجکستان کو"واخان" کی پٹی آپس میں ملاتی ہے۔یہ ممالک خشکی سے گھرے ہوئے ہیں اور قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ پاکستان کے ان اسلامی ریاستوں سے مذہبی، ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو وسطی ایشیائی ریاستوں کو قریب ترین بحری راستہ فراہم کرتا ہے۔

دلوں میں عزم نگاہوں میں زندگانی ہے
تمام قوم مچلتی ہوئی جوانی ہے
شب سیاہ سے کیا ڈر کہ وہ طوفانی ہے
میرے وطن پہ اُجالوں کی حکمرانی ہے

3۔ ایران کی ہمسائیگی:

پاکستان کے مغرب (جنوب مغرب) کی جانب ایران واقع ہے۔ایران کے ساتھ سرحد کی کُل لمبائی 800 کلومیٹر ہے۔ پاکستان جب قائم ہوا تو سب سے پہلے ایران نے پاکستان کو تسلیم کیا اور ایران ہی کے شہنشاہ نے سب سے پہلے پاکستان کا سرکاری دورہ بھی کیا۔دونوں ملکوں کے درمیان خوشگوار اور وسیع تعلقات موجود ہیں۔ایران ایک اسلامی ملک ہے۔1964ء میں دونوں ممالک کے درمیان تجارتی، ثقافتی اور مذہبی تعلقات کا آغاز ہوا جو اب تک قائم ہیں۔

4۔ افغانستان کی ہمسائیگی:

افغانستان کے ساتھ سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں جو 1893ء میں قائم کی گئی۔ پاکستان کی افغانستان کے ساتھ مشترکہ سرحد کی لمبائی 2252 کلومیٹر ہے۔پاکستان کی طویل ترین سرحد اسی ملک کے ساتھ ملتی ہے اس لیے افغانستان پاکستان کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کے بعد افغانستان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم نہ ہو سکے۔افغانستان نے پاکستان کے لیے پختونستان کا مسئلہ پیدا کیا۔ 1955ء سے لیکر 1961ء تک دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی تعلقات منقطع رہے۔مگر پاکستان نے ہمیشہ افغانستان کی حمایت کی۔یہی وجہ تھی کہ جب 1979ء میں روس کی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو پاکستان نے نہ صرف افغان مہاجرین کی بھرپور مدد کی بلکہ مجاہدین کی بھی مدد کر کے افغانستان سے روس کی فوجیں نکالنے میں اہم کردار ادا کیا۔

5۔ بھارت کی ہمسائیگی:

پاکستان کے مشرق میں بھارت واقع ہے۔پاکستان اور بھارت کے درمیان مشترک سرحد کی کُل لمبائی 1650 کلومیٹر ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان جموں وکشمیر اور دوسرے مسائل پر کشیدگی موجود ہے لیکن ان مسائل کے حل کے بعد دونوں ممالک میں تعاون کے وسیع امکانات موجود ہیں۔دونوں ملکوں کے درمیان اب تک تین جنگیں 1948ء، 1965ء اور 1971ء میں ہو چکی ہیں جبکہ اس کے علاوہ سرحدی تنازعات ہوتے رہتے ہیں اور 1999ء میں کارگل کے مقام پر بھی دونوں ملکوں کے درمیان جھڑپیں ہو چکی ہیں۔دونوں ملکوں کے درمیان موجودہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور میں کشیدگی ختم کر کے باہمی تعاون کی پالیسی کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

6۔ مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت کا ذریعہ:

پاکستان کے جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے جو بحرِ ہند کا حصہ ہے۔ مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت زیادہ تر بحرِ ہند کے راستے ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک اہم تجارتی شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے پاکستان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان بحیرۂ عرب کے راستے خلیج فارس سے ملحقہ مسلم ممالک سے ملا ہوا ہے۔ یہ تمام خلیجی ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ خلیج فارس کی بناء پر بحرِ ہند ہمیشہ بڑی طاقتوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ کراچی پورٹ، پورٹ قاسم اور گوادر پاکستان کی اہم بندرگاہیں ہیں۔

7۔ اسلامی ممالک سے تعلقات:

پاکستان کے خوشگوار تعلقات بحرِ ہند کے راستے کئی اسلامی ممالک کے ساتھ قائم ہیں۔ ان میں جنوب مشرقی ایشیائی مسلم ممالک (انڈونیشیا، ملائشیا، برونائی دارالسلام)، جنوبی ایشیائی مسلم ممالک (بنگلہ دیش، مالدیپ) اور سری لنکا شامل ہیں۔

8۔ بحری راستہ کی فراہمی:

افغانستان اور چھ وسطی ایشیائی ریاستیں اُزبکستان، ترکمانستان اور تاجکستان وغیرہ خشکی سے گھری ہوئی ہیں۔ ان کے ساتھ سمندر واقع نہیں ہے مگر یہ ممالک خصوصاً وسطی ایشیائی ریاستیں قدرتی وسائل کی وجہ سے اہمیت کے حامل ہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو ان ریاستوں کو قریب ترین بحری راستہ فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے پاکستان کو ان ممالک میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ اگر ان ممالک کو موٹروے کے ذریعے آپس میں ملا دیا جائے تو پاکستان کی معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

9۔ اسلامی دنیا کی مرکزیت:

پاکستان کے مغرب میں افغانستان اور ایران سے شروع ہو کر مسلم ممالک کا ایک طویل سلسلہ دور تک چلا گیا ہے جو کہ ایشیاء سے گزر کر بحرِ اوقیانوس کے مشرقی ساحل پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں مشرقِ وسطیٰ کے ممالک سعودی عرب، خلیج فارس کی عرب ریاستیں، عراق، شام، اُردن اور مصر کی نیز شمالی افریقہ کے ممالک مصر، سوڈان، لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش اور نائجیریا وغیرہ شامل ہیں۔ مشرق میں مسلم ممالک کا دوسرا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو بنگلہ دیش انڈونیشیا، ملائشیا اور فلپائن کے اُن جنوبی جزیروں پر ختم ہوتا ہے جہاں آبادی کی واضح اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ شمال مغرب میں وسطی ایشیائی مسلم ریاستیں واقع ہیں۔ یوں پاکستان اسلامی دنیا کا وسطی ملک ہے۔

10۔ دفاعی اہمیت:

ایشیاء اور یورپ کے درمیان بحری رابطے کی وجہ سے بھی پاکستان دفاعی لحاظ سے انتہائی اہم جگہ واقع ہے۔ بحرِ ہند آج کل بین الاقوامی سیاست میں خصوصی توجہ کا مرکز ہے اس لیے پاکستان کی اہمیت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

11۔ اقتصادی تعاون برائے ترقی:

1964ء میں پاکستان، ایران اور ترکی کے درمیان ایک تجارتی تنظیم کا آغاز ہوا جس کا نام آر۔سی۔ڈی تھا۔ جبکہ 1985ء میں اس کا نام تبدیل کر کے اقتصادی تعاون برائے ترقی (E.C.O.) رکھ دیا گیا اور اس میں پاکستان، ایران، ترکی، افغانستان اور چھ وسطی ایشیائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاستوں تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان، قازقستان اور کرغیزستان کو بھی رُکنیت دے کر اس کے ممبران کی تعداد 10 کر دی گئی اس تنظیم کا مقصد رُکن ممالک میں مواصلات، جہازرانی، سیاحت، تجارت اور مشترکہ منصوبوں کو فروغ اور ایک دوسرے کو فنی امداد فراہم کرنا ہے۔

12۔ اسلام کا قلعہ:

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے جہاں اسلام کی جڑیں زیادہ مضبوط ہیں۔ اسلامی دنیا کے ممالک بھی پاکستان کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کئی بین الاقوامی مسلمان لیڈر پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دے چکے ہیں۔

13۔ پاکستان ایک ایٹمی قوت:

پاکستان جس خطے میں واقع ہے اس میں دنیا کی سب سے زیادہ ایٹمی طاقتیں واقع ہیں جن میں پاکستان، بھارت، چین اور روس شامل ہیں۔ اس لیے پاکستان کو جغرافیائی محلِ وقوع کے اعتبار سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان پہلی اسلامی جبکہ دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت ہے۔ اس لیے بھی پاکستان کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔

14۔ جغرافیائی اہمیت:

پاکستان براعظم ایشیا کے اہم ترین حصہ میں واقع ہے اس کی سرحدیں چین، بھارت، افغانستان اور ایران جیسے دنیا کے اہم ترین ممالک سے ملتی ہیں۔ ان ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چین اور پاکستان شاہراہ ریشم اور درہ خنجراب کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ دوستی کے لازوال رشتے میں منسلک ہیں۔ مسئلہ کشمیر کی وجہ سے اگرچہ بھارت کے ساتھ تعلقات اتنے اچھے نہیں لیکن مغربی سرحد پر حفاظت اور بچاؤ کے لئے بھارت کا مفاد پاکستان سے دوستی پر ہے۔

15۔ تجارتی اہمیت:

عالمی تجارت میں بھی پاکستان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کی کئی تجارتی شاہراہیں اس ملک سے گزرتی ہیں۔ کراچی پاکستان کی اہم بندرگاہ ہے۔ یہ بین الاقوامی شاہرہ پر واقع ہونے کے باعث یورپ اور ایشیائی ممالک کے درمیان رابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کراچی ایک بین الاقوامی ہوائی اڈہ بھی ہے اور دنیا کی تمام بڑی کمپنیوں کے جہاز یورپ سے ایشائی اور دیگر ممالک کو جاتے ہوئے یہاں سے گزر کر جاتے ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں کراچی یورپ سے قریب ترین بندرگاہ ہے۔ بحیرۂ روم کے ذریعے پاکستان تمام یورپی ممالک سے با آسانی تجارت کر سکتا ہے چونکہ پاکستان کے سمندروں کا پانی کبھی منجمد نہیں ہوتا اس وجہ سے سال بھر سمندر کے راستے تجارت جاری رہتی ہے۔

16۔ روس کی توسیع پسندی میں رکاوٹ:

پاکستان کا ہمسایہ ملک روس جس کا شمار دنیا کی سپر طاقتوں میں ہوتا ہے ہمیشہ سے گرم سمندروں پر قبضہ کرنے کا خواہشمند رہا ہے۔ لیکن پاکستان اس کے توسیع پسندانہ عزائم میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے افغانستان میں روسی فوجوں نے اسی مقصد کے پیش نظر مداخلت کی تھی جس کے نتیجے میں لاکھوں افغان مہاجرین کو پاکستان میں پناہ لینا پڑی۔ اگرچہ ابتدا میں افغانستان کا رویہ پاکستان کے ساتھ معاندانہ تھا لیکن پاکستان نے اپنے مسلمان افغان بھائیوں کی اس مشکل اور آڑے وقت میں ہر ممکن مدد کی۔ انھیں تجارتی مقاصد کے لیے کراچی کی بندرگاہ اور خشکی کے راستے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کرنے کی اجازت دی۔ پاکستان نے افغانستان کے مسئلے پر مضبوط موقف اختیار کر کے پوری دنیا سے اپنی حیثیت منوالی ہے۔ روس کی مداخلت کی وجہ سے پاکستان کی دفاعی اہمیت میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔

17۔ آزادی کی تحریکوں کا حامی:

پاکستان ساری دنیا میں آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرتا ہے۔ جہاں کہیں بھی حقوق اور آزادی کی تحریک اٹھی ہے پاکستان نے ہمیشہ بلا تفریق مذہب، رنگ، نسل، زبان اور علاقہ اس کی تائید وحمایت کی ہے۔ مسئلہ فلسطین پر پاکستان نے اسرائیل کے خلاف ہمیشہ عربوں کا ساتھ دیا۔ قبرص کے مسئلے کو حل کرنے میں ترکی کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ جب روس نے افغانستان میں فوجی مداخلت کی تو پاکستان اس کے ناپاک عزائم کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہوگیا۔ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے پاکستان کشمیریوں کے حق خودارادیت کے لیے بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ پاکستان جنوبی افریقہ کی نسلی امتیاز کی پالیسی کا زبردست مخالف رہا ہے۔ پاکستان سربیا کے عیسائیوں کی مسلم کش پالیسی کے خلاف بوسنیا کی ہر طرح کی مالی، اخلاقی اور فوجی امداد کر رہا ہے۔ پاکستان دنیا کی تمام قوموں کے درمیان باہمی تنازعات کو پرامن طریقوں اور باہمی مذاکرات سے طے کرنے کا حامی ہے۔

18۔ اشتراکیت کی روک تھام:

پاکستان اشتراکیت کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ ایک نظریاتی ملک ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اسلام ایک مکمل دین ہے۔ اسلام میں کسی "ازم" کی گنجائش نہیں جبکہ کمیونزم کی بنیاد مذہب کے خاتمے اور لادینیت پر رکھی گئی ہے۔ اس لیے پاکستان کے عوام کمیونزم اور سوشلزم کے سخت مخالف ہیں اور اس کی روک تھام کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔

19۔ دہشت گردی کی مذمت:

جہاں پاکستان سامراجی طاقتوں کے خلاف محکوم ومظلوم قوموں کی آزادی اور حقوق کی بحالی کے لیے اٹھنے والی ہر تحریک کی حمایت کرتا ہے وہاں وہ حقیقی امن وسکون اور دوسروں کی آزادی وخود مختاری کا بھی احترام کرتا ہے۔ پاکستان دہشت گردی کی شدید مذمت کرتا ہے۔ پاکستان کو اپنے مخصوص محل وقوع کی بناء پر ایک اہم فوجی اڈے کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد جب امریکہ نے دہشت گرد عناصر کے خلاف فوجی کاروائی کی تو پاکستان نے امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے پاکستان کی کوششوں کو ساری دنیا نے سراہا ہے اور اس سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

20۔ بین الاقوامی سیاست کا محور:

پوری دنیا اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ پاکستان اپنے مخصوص جغرافیائی محل وقوع کی بنا پر بین الاقوامی سیاست کا محور بنا ہوا ہے۔ اسلامی دنیا اور سپر طاقتوں کے متصادم مفادات کے درمیان پاکستان توازن کا کام دیتا ہے اور ان کی دوستی اور دشمنی کے دوران پاکستان کی پوزیشن بڑی اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔ پاکستان بڑی طاقتوں کی کشمکش سے اپنے لیے بہت سی مراعات بھی حاصل کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے مناسب منصوبہ بندی، سوجھ بوجھ اور حوصلے کی ضرورت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کلام:

پاکستان کو اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کے مرکزی خطے میں واقع ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی سیاست اور اسلامی دنیا میں اہم مقام حاصل ہے۔ پاکستان ٹھوس خارجہ پالیسی کی بنیاد پر بین الاقوامی دنیا سے نہ صرف بہت سی مراعات حاصل کر سکتا ہے بلکہ دنیا میں اپنا امیج مزید بہتر کر سکتا ہے۔

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا ہر ذرہ مجھ کو دیوتا ہے

س 2۔ قدرتی وسائل سے کیا مراد ہے؟ ملکی ترقی میں قدرتی وسائل کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: وہ تمام وسائل جو اللہ تعالیٰ نے انسان اور ہر طرح کی زندگی کے فائدے کے لیے پیدا کیے ہیں اور جن کو ہم استعمال کر کے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، قدرتی وسائل کہلاتے ہیں۔ یہ قدرتی وسائل پانی (دریا، سمندر)، جنگلات، پہاڑ، معدنیات اور زرخیز میدانوں کی صورت میں موجود ہیں۔

اہم قدرتی وسائل

جنت سے کہیں بڑھ کے حسین میرا وطن ہے
ہمسر ہے فلک کی جو زمین میرا وطن ہے

اہم قدرتی وسائل مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مٹی (میدان اور ریگستان) 2۔ پہاڑ 3۔ جنگلات
4۔ معدنیات 5۔ پانی (دریا اور سمندر)

1۔ مٹی (میدان اور ریگستان):

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کے لیے زرخیز میدان بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، جتنے زیادہ زرخیز میدان (مٹی) ملک میں موجود ہوں گے اس ملک میں زراعت اتنی ہی زیادہ ترقی یافتہ ہوگی۔ کیونکہ میدانوں سے ہم زرعی اجناس اور دیگر ضروریاتِ زندگی حاصل کرتے ہیں، جن سے ہماری غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے چند زرخیز ترین میدان عطا کر رکھے ہیں۔ جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے پوری دنیا میں اہمیت کے حامل ہیں۔

2۔ پہاڑ:

کسی بھی ملک کی ترقی میں پہاڑ مثبت کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ پہاڑوں سے نہ صرف انڈسٹری کے لیے خام مال حاصل کرتے ہیں بلکہ ان سے بے شمار معدنیات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ پہاڑوں سے دریا نکلتے ہیں ان پر برف باری ہوتی ہے جو گرمیوں میں پگھل کر دریاؤں کو آباد کرتی ہے جس سے نہ صرف ہم توانائی بلکہ زراعت کے لیے پانی بھی حاصل کرتے ہیں۔ ان پانیوں کو ہم دریاؤں پر بند یا ڈیم بنا کر ذخیرہ کر لیتے ہیں جو مختلف مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3۔ جنگلات:

کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے جنگلات بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جنگلات سے نہ صرف انسانی زندگی کے لیے آکسیجن حاصل ہوتی ہے بلکہ ان سے ہم مختلف مقاصد کے لیے لکڑی حاصل کرتے ہیں جو توانائی کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جنگلات سے ہم زمین کو کٹاؤ سے روک سکتے ہیں۔ مختلف قسم کی ادویات کے لیے جڑی بوٹیاں بھی جنگلات سے حاصل ہوتی ہیں۔

4۔ معدنیات:

معدنیات اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وہ خزانے ہیں جو زمین میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہم زمین سے مختلف قسم کی معدنیات، سوئی گیس، تیل کوئلہ، خام لوہا، جپسم، کرومائیٹ، سنگِ مرمر وغیرہ حاصل کرتے ہیں جو مختلف مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

5۔ پانی (دریا اور سمندر):

دریاؤں کے پانی کو نہ صرف ہم بند باندھ کر اور مختلف ڈیم بنا کر ان سے توانائی حاصل کرتے ہیں بلکہ آبپاشی کے لیے بھی پانی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اس پانی کو ہم دریاؤں سے مختلف نہریں نکال کر ملک کے مختلف حصوں میں آبپاشی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر بڑے بڑے دریاؤں سے نوازا ہوا ہے اور پاکستان کا نہری نظام دنیا کا جدید ترین نہری نظام ہے۔

قدرتی وسائل کی اہمیت

قدرتی وسائل کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے:

1۔ ملکی ترقی اور خوشحالی کا ذریعہ:

قدرتی وسائل کسی بھی ملک کی ترقی اور خوشحالی کیلئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان وسائل سے مکمل طور پر فائدہ اُٹھایا جائے تاکہ ملکی معیشت ترقی کے راستے پر گامزن ہو سکے۔ کسی ملک اور قوم کی ترقی کا دارومدار اس امر پر ہے کہ وہاں کے لوگ ملکی وسائل سے کس حد تک فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

2۔ ملکی معیشت پر مثبت اثر:

قدرتی وسائل کا قومی آمدنی کے ساتھ براہِ راست تعلق ہوتا ہے۔ جتنے ملک کے قدرتی وسائل زیادہ ہوں اتنی ہی قومی آمدنی زیادہ ہوگی یعنی قدرتی وسائل ملکی معیشت پر مثبت اثر چھوڑتے ہیں۔ ملک کی برآمدات (Exports) میں اضافے کا سبب بنتے ہیں جس سے ملک میں زرِ مبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوتا ہے اور ملکی معیشت مضبوط ہوتی ہے۔

3۔ قدرت کا انعام:

قدرتی وسائل قدرت کا انعام ہوتے ہیں کیونکہ قدرتی وسائل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ انسان ان قدرتی وسائل کو اچھے طریقے سے تلاش کر کے اُن کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا ہے، انہیں پیدا نہیں کر سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4۔ انفرادی آمدنی میں اضافہ:

قدرتی وسائل کی موجودگی کی وجہ سے انفرادی آمدنیوں میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ قدرتی وسائل کی وجہ سے لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ ملک میں مہارتوں کو فروغ ملتا ہے اور یہی قدرتی وسائل ہوتے ہیں جو ملک میں روز بروز ترقی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

5۔ ضروریات کی تکمیل:

قدرتی وسائل سے لوگوں کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے زرخیز میدانوں پر مختلف فصلیں کاشت کر کے اپنی زائد ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ پانی، معدنیات، پہاڑ جنگل وغیرہ بھی انسان کی ضروریات کی تکمیل میں بڑے ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

6۔ ادائیگیوں میں توازن:

اگر کسی ملک میں قدرتی وسائل زیادہ ہونگے تو ملک میں زرِ مبادلہ کے ذخائر بڑھ جاتے ہیں، ملک کی معیشت بہتر ہو جاتی ہے اور ادائیگیوں میں توازن آجاتا ہے۔

حاصل کلام:

پاکستان ایک وسیع و عریض ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو ہر طرح کے وسائل سے نوازا ہے۔ پاکستان میں پہاڑ، میدان، صحرا، دریا، زرخیز مٹی، سمندر غرضیکہ ہر طرح کے قدرتی وسائل موجود ہیں۔ ہمارا ملک قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے۔ پاکستان کی آبادی میں بڑی تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس آبادی کو انسانی سرمایے (Human Capital) میں تبدیل کیا جائے۔ حالیہ برسوں مین دنیا کی بعض اقوام نے اپنی محنت سے اپنے ملک کو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ ملکی ترقی اور خوشحالی کے لیے ہمیں چاہیئے کہ پاکستان کے قدرتی وسائل اور انسانی وسائل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں تاکہ پاکستان کا ہر شعبہ زندگی ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کر سکے۔

؎ اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

س 3۔ جنگلات کی اہمیت بیان کیجئے۔

جواب: کسی بھی ملک کی خوشحالی، ترقی اور معیشت کے استحکام میں جنگلات کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ پاکستان کی آب و ہوا جنگلات کے لیے موزوں نہیں۔ پاکستان کے تقریباً 4.8 فیصد رقبے پر جنگلات موجود ہیں جو 4.2 ملین ہیکٹر رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی توانائی کی ضروریات کا تقریباً 1/3 حصہ جنگلات سے حاصل ہوتا ہے۔ کسی بھی ملک کی متوازن معیشت کے لیے بیس سے پچیس فیصد جنگلات کا ہونا ضروری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں پائے جانے والے جنگلات کی اقسام

پاکستان میں پانچ قسم کے جنگلات پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1۔ شمالی اور شمال مغربی علاقوں کے جنگلات:

پاکستان کے شمال مغربی علاقوں اور کچھ شمالی علاقوں میں سدا بہار جنگلات پائے جاتے ہیں جن میں دیودار، کیل، پڑتل اور صنوبر کے درخت زیادہ اہم ہیں۔ ان درختوں سے اعلیٰ قسم کی عمارتی لکڑی حاصل ہوتی ہے۔ مری، ایبٹ آباد، مانسہرہ، چترال، سوات اور دیر کے علاقے یہیں پر واقع ہیں۔

2۔ پہاڑی دامنی علاقوں کے جنگلات:

پہاڑی دامنی علاقوں میں زیادہ تر پھلاہی، کاہو، جنڈ، بیر، توت اور سنبل کے درخت ملتے ہیں جن میں پشاور، مردان، کوہاٹ، اٹک، راولپنڈی، جہلم اور گجرات کے اضلاع شامل ہیں۔

3۔ خشک پہاڑی جنگلات:

صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں خشک پہاڑی جنگلات پائے جاتے ہیں جو 900 سے 3000 میٹر کی بلندی پر پائے جاتے ہیں۔ یہاں زیادہ تر خاردار جھاڑیوں کے علاوہ مازو، چلغوزہ، توت اور پاپلر کے درخت ہیں۔

4۔ میدانی علاقوں کے جنگلات:

میدانی علاقوں میں شیشم، پاپلر، سفیدہ وغیرہ کے درخت ملتے ہیں۔ ان علاقوں میں چھانگا مانگا، چیچہ وطنی، خانیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، بورے والا، رکھ غلاماں، تھل، شورکوٹ، بہاولپور، تونسہ، سکھر، کوٹری اور گدو شامل ہیں۔

5۔ ساحلی پٹی کے جنگلات:

کراچی سے کچھ تک ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ جنگلات موجود ہیں جن کو مینگرو کی قسم کے جنگلات کہتے ہیں یہ تین ہزار ہیکٹرز کے علاقے پر پھیلے ہوئے ہیں۔

جنگلات کی اہمیت

کسی بھی ملک کی ترقی میں جنگلات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کا جائزہ درج ذیل سطور میں قلمبند کیا گیا ہے:

1۔ پانی کے حصول کا ذریعہ:

شمالی پہاڑی علاقوں میں زیادہ بارش ہوتی ہے جس سے پہاڑی ڈھلوانوں سے پانی دریاؤں میں گرتا ہے۔ جنگلات کا ڈھلوانوں پر ہونا پانی کے بہاؤ میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح نہ صرف مٹی کا کٹاؤ رک جاتا ہے بلکہ پانی کی رفتار کم ہو جاتی ہے اور باقاعدگی سے پانی میدانی علاقوں کو سیراب کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ توانائی کا حصول:

پاکستان میں توانائی کے وسائل کم ہیں لہٰذا جنگلات کی لکڑی کوئلہ کی کمی کو دور کرتی ہے اور یہ لکڑی جلانے یا توانائی کے حصول کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

3۔ عمارتی لکڑی کا حصول:

جنگلات سے حاصل کردہ لکڑی فرنیچر اور دوسری اشیاء بنانے کے کام آتی ہے۔ لہٰذا جنگلات ملکی تجارت میں اہمیت رکھتے ہیں۔

4۔ خوشگوار آب وہوا کا ذریعہ:

جنگلات کسی بھی علاقے کی آب وہوا کو خوشگوار بنا دیتے ہیں اور درجہ حرارت کی شدت کو کم کر دیتے ہیں۔

5۔ بارش کا سبب:

جنگلات کافی حد تک بارش کا باعث بھی بنتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی ہوا میں آبی بخارات کی تعداد میں اضافہ کر دیتی ہے جو بالآخر بارش کا باعث بنتے ہیں۔

6۔ مٹی کی زرخیزی برقرار رکھنے کا ذریعہ:

درخت کی جڑیں مٹی کو آپس میں جکڑے رکھتی ہیں، جس سے پانی کے بہاؤ سے مٹی کی زرخیز تہہ بہہ نہیں سکتی اس طرح زمین کی زرخیزی قائم رہتی ہے۔

7۔ جنگلات نہ ہونے کا نقصان:

جنگلات کے نہ ہونے سے دریا اپنے ساتھ مٹی اور ریت کی بڑی مقدار بہا لے جاتے ہیں جس سے ہمارے ڈیم اور مصنوعی جھیلیں بھر سکتی ہیں اور ہمارے پن بجلی کے منصوبے تباہ وبرباد ہو سکتے ہیں۔

8۔ سیم اور تھور کا خاتمہ:

درخت سیم وتھور زدہ علاقوں میں بہت کارآمد ہیں۔ درخت زمین سے پانی اور نمکیات جذب کر کے سیم وتھور کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

9۔ جڑی بوٹیوں کا حصول:

جنگلات سے بہت قیمتی قسم کی جڑی بوٹیاں حاصل ہوتی ہیں جو مختلف ادویات وغیرہ بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔

10۔ سیاحت کو فروغ:

جنگلات سیاحت کو فروغ دیتے ہیں۔ پاکستان کے بہت سے شمالی اور شمال مغربی پہاڑی مقامات ایسے ہیں جو جنگلات کی وجہ سے صحت افزاء ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11۔ جنگلی حیات کی بقا:

جنگلات، جنگلی حیات (پرند اور چرند) کا مسکن ہیں اور ان کی بقاء کے لیے، بہت ضروری ہیں۔

12۔ روزگار کا حصول:

جنگلات روزگار کا ذریعہ ہیں۔ 2003ء کے اعداد و شمار کے مطابق جنگلات سے پچپن لاکھ افراد کا روزگار وابستہ ہے۔

13۔ پھلوں کا حصول:

جنگلات سے ہمیں مختلف اقسام کے پھل حاصل ہوتے ہیں جو کہ ہماری غذائی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

14۔ ملکی معیشت پر مثبت اثر:

جنگلات پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ملکی معیشت کافی حد تک جنگلات پر بھی انحصار کرتی ہے۔

جنگلات کی ترقی کے لیے حکومت کے اقدامات

1- محکمہ جنگلات کا قیام:

حکومت پاکستان نے جنگلات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ایک الگ محکمہ قائم کر رکھا ہے جسے محکمہ جنگلات کہتے ہیں۔ یہ محکمہ ہر سال "درخت لگاؤ" مہم کے تحت ریل کی پٹری اور سڑکوں کے دونوں طرف درخت لگواتا ہے اور جنگلات کے رقبہ میں اضافہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

2- پشاور فارسٹ کالج:

محکمہ جنگلات کے اعلیٰ افسروں اور دوسرے عملے کی تربیت کے لیے پشاور فارسٹ کالج اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا ہے۔ ان اداروں سے سینکڑوں افراد تربیت پا چکے ہیں۔ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں اس امر کی تحقیق کی جاتی ہے کہ جنگلات میں پیدا ہونے والی نعمتوں سے کس طرح زیادہ سے زیادہ فائدے حاصل کیے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ گھوڑا گلی میں ایک جنگلاتی (Forestry) سکول بھی قائم ہے۔

3- فارسٹ ریسرچ لیبارٹری بہاولپور:

حکومت پاکستان نے بہاولپور میں فارسٹ ریسرچ لیبارٹری قائم کی ہے۔ اس لیبارٹری میں درختوں کو مختلف بیماریوں، طوفانی ہوا اور سیلابوں سے بچانے کے متعلق طریقوں پر غور و خوض کیا جاتا ہے۔

4- کانفرنسز کا انعقاد:

جنگلات کی ترقی کے لیے وقتاً فوقتاً کانفرنسز منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات غیر ملکی ماہرین ان میں شریک ہو کر اپنے مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ پنج سالہ منصوبوں میں بھی جنگلات کی ترقی کے لیے خصوصی رقوم مختص کی جاتی رہی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5- شجرکاری مہم:

حکومت سال میں دو مرتبہ شجرکاری کی مہم چلا کر لوگوں کو شجرکاری کی ترغیب دیتی ہے۔ اس مہم میں فوج، تعلیمی اداروں کے طلبہ اور عوام بڑی گرمجوشی سے شرکت کرتے ہیں۔ ''درخت لگاؤ مہم'' کے تحت دریاؤں، سڑکوں اور ریل کی پٹڑیوں کے دونوں طرف درخت لگائے جاتے ہیں۔ شہر کی بڑی بڑی سڑکوں پر بینر لگائے جاتے ہیں جن پر درختوں سے متعلق قرآنی آیات اور خوبصورت اشعار لکھے ہوتے ہیں۔ محکمہ جنگلات شجرکاری کا ذوق بڑھانے کے لیے لوگوں کو درختوں کی قلمیں مفت تقسیم کرتا ہے۔

6- تھل میں شجرکاری:

محکمہ جنگلات تھل کے بنجر علاقے کو زرعی اراضی میں تبدیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے اور عوام کو سہولتیں فراہم کر کے جنگلات لگانے کی ترغیب دے رہا ہے۔ اس طرح علاقے کو سرسبز و شاداب بنانے کے لیے انفرادی اور اجتماعی کوششیں جاری ہیں۔

حاصل کلام:

جنگلات ملکی ترقی اور خوشحالی میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی موجودگی ملکی فضا کو معتدل اور خوشگوار بناتی ہے۔ پاکستان میں جنگلات کی بہت کمی ہے۔ ماہرین کی رائے کے مطابق ملک کا کم از کم پچیس فیصد رقبہ زیر جنگلات ہونا چاہیے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں یہ تناسب صرف ساڑھے چار فیصد ہے۔ جنگلات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے پاکستان میں ان کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔

س4۔ پاکستان کی اہم معدنیات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: وہ تمام اشیاء جو انسان کے فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زیر زمین پیدا کر رکھی ہیں معدنیات کہلاتی ہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معدنی وسائل سے نوازا ہے۔ صنعتی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ان وسائل کی منصوبہ بندی کی جائے اور ترقی کے لیے ان پر بھرپور توجہ دی جائے۔

معدنیات کی اقسام

پاکستان میں تین قسم کی معدنیات پائی جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1۔ قومی وسائل کی معدنیات:

ان میں کوئلہ، معدنی تیل اور قدرتی گیس شامل ہے۔

2۔ دھاتی معدنیات:

دھاتی معدنیات وہ معدنیات ہیں جن سے برقی رو آسانی سے گزر سکتی ہے مثلاً:

خام لوہا، کرومائیٹ اور تانبا وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3۔ غیر دھاتی معدنیات:

غیر دھاتی معدنیات سے مراد وہ معدنیات ہیں جن سے برقی رو نہیں گزر سکتی مثلاً:
معدنی نمک، چونے کا پتھر، جپسم، سنگ مرمر، چینی مٹی اور آتشی مٹی وغیرہ

پاکستان کی اہم معدنیات

پاکستان میں پائی جانے والی معدنیات کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ کوئلہ:

پاکستان میں کوئلے کی سالانہ پیداوار تقریباً 23 ملین ٹن ہے جبکہ پاکستان میں کوئلہ کے محفوظ ذخائر کا اندازہ 185 بلین ٹن لگایا گیا ہے۔ پاکستان میں کوئلہ کا زیادہ تر استعمال تھرمل بجلی پیدا کرنے، گھریلو استعمال اور اینٹیں پکانے میں ہوتا ہے۔ کوئلہ کی کل پیداوار کا 85 فیصد اینٹیں پکانے اور 9 فیصد تھرمل بجلی پیدا کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان میں توانائی کی کُل ضروریات کا 6 فیصد کوئلہ سے پورا ہوتا ہے۔

علاقے:

پاکستان میں سب سے بڑا ذخیرہ لاکھڑا (سندھ) میں دریافت کیا گیا ہے۔ کوہستان نمک کے علاقے میں زیادہ تر کوئلہ ڈنڈوت، پڑھ اور مکڑوال کی کانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ صوبہ سرحد میں صرف ہنگو میں کوئلہ کے ذخائر ہیں۔ شمال مشرقی بلوچستان کے علاقے میں خوست، شارگ اور ہرنائی میں کوئلہ کی کان کنی ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ اہم علاقے ڈیگاری، شیریں آب مچھ اور بولان ہیں۔ سندھ میں کوئلہ کی کانیں تھر، جھمپیر، سارنگ اور لاکھڑا میں واقع ہیں۔

2۔ معدنی تیل:

معدنی تیل پاکستان میں توانائی کا ایک اہم وسیلہ ہے۔

علاقے:

اس وقت معدنی تیل کی پیداوار کے اہم علاقے زیادہ تر سطح مرتفع پوٹھوہار میں واقع ہیں۔ معدنی تیل کے کنویں کھوڑ، ڈھلیاں، جویا میر اور بالکسر کرسال، ٹُت، کوٹ سارنگ، میال آدمی اور قاضیاں (ضلع راولپنڈی)، ڈھوڈک (ڈیرہ غازی خاں)، خصخیلی (ضلع بدین) اور ٹنڈو اللہ یار (حیدرآباد) میں دریافت ہوئے ہیں۔ یہ ذخائر ملکی تیل کی ضروریات میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

ریفائنریز:

معدنی تیل کی چار ریفائنریز پاکستان میں کام کر رہی ہیں جو اٹک ریفائنری، پاکستان ریفائنری، نیشنل ریفائنری اور پاک عرب ریفائنری کے نام سے موجود ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3۔ قدرتی گیس:

قدرتی گیس توانائی حاصل کرنے کا ایک سستا اور صاف ستھرا ذریعہ ہے۔
پاکستان میں قدرتی گیس 1952ء میں سوئی کے مقام (ضلع سبی، صوبہ بلوچستان) سے دریافت ہوئی۔ یہ ذخیرہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے بڑے ذخائر میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ گیس نہ صرف گھریلو بلکہ صنعتی ضروریات کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے۔ پاکستان میں قدرتی گیس کے مصدقہ ذخائر 885.3 بلین کیوبک میٹر ہیں۔

علاقے:

پاکستان میں قدرتی گیس کے مزید ذخائر سطح مرتفع پوٹھوہار اور کوہستان نمک کے علاقوں میں بھی واقع ہیں جن سے پیداوار شروع ہو چکی ہے۔ ان میں ڈھوڈک، پیرکوہ، ڈھلیاں اور میال (پنجاب) ہیں جبکہ اُچ، زن (بلوچستان)، خیر پور، مزرانی، ساری، ہنڈی، کندکوٹ، سارنگ (صوبہ سندھ) بھی اہم ہیں۔

4۔ خام لوہا:

پاکستان میں خام لوہے کی پیداوار 1957ء سے شروع ہوئی۔ پاکستان میں خام لوہے کے کل محفوظ ذخائر کا تخمینہ 500 ملین ٹن لگایا گیا ہے۔

علاقے:

کالا باغ (ضلع میانوالی) کے ذخائر بہت بڑے ذخائر ہیں۔ ڈول نسار (چترال) کے ذخائر میں اچھی قسم کا خام لوہا دریافت ہوا ہے اس کے علاوہ لنگریال، چلغازی (ضلع چاغی) جزاری تنگ، ماڑی بیلا وغیرہ میں بھی خام لوہے کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

5۔ تانبا:

پاکستان میں تانبے کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں سینڈک اور اموری کے مقامات پر تانبے، سونے اور چاندی کے ذخائر موجود ہیں جن کو استعمال میں لانے کے لیے "سینڈک کاپر پراجیکٹ" کا آغاز کیا گیا ہے۔ یہ منصوبہ پاکستان کی معیشت میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے حکومت پاکستان نے چین کے ساتھ مل کر اس منصوبے کو شروع کیا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد تانبے کی سالانہ پیداوار 16,000 ٹن، سونے کی 1.5 ٹن اور چاندی کی 2.75 ٹن ہوگی۔

استعمال:

تانبے کا استعمال بجلی کی اشیاء خصوصاً تاریں بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں اس سے صرف سکے اور برتن وغیرہ بنائے جاتے تھے۔

علاقے:

تانبے کے ذخائر صوبہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کے بہت سے مقامات پر دریافت ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں ضلع چاغی، سینڈک اور بعض دیگر مقامات پر دریافت ہونے والے ذخائر نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6۔ کرومائیٹ (غیر دھاتی):

پاکستان میں کرومائیٹ کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔

استعمال:

کرومیم دھات کرومائیٹ سے حاصل ہوتی ہے جو ہائی سپیڈ مشینیں، سٹین لیس سٹیل اور ہوائی جہاز میں استعمال ہوتا ہے اس کے علاوہ فوٹو گرافی سے متعلقہ آلات بنانے میں کام آتی ہے۔

علاقے:

کرومائیٹ کے ذخائر مسلم باغ (ضلع ژوب)، چاغی اور خاران (بلوچستان) میں دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ کرومائیٹ کے ذخائر صوبہ سرحد میں مالاکنڈ اور مہمند ایجنسی میں بھی واقع ہیں۔ پہلے کرومائیٹ کی تمام پیداوار برآمد کردی جاتی تھی لیکن اب کراچی سٹیل مل میں کچھ استعمال ہوتی ہے۔

7۔ چٹانی نمک:

پاکستان میں خوردنی نمک کے وسیع ذخائر کوہستان نمک میں موجود ہیں۔

علاقے:

کھیوڑہ (ضلع جہلم) کے مقام پر نمک کے سب سے بڑے ذخائر ہیں۔ ملک میں نمک کے محفوظ ذخائر کا اندازہ 4 ملین ٹن ہے۔ اس کے علاوہ وڑچھہ (ضلع خوشاب)، کالاباغ (ضلع میانوالی)، بہادر خیل (ضلع کرک) میں بھی نمک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ اسکے علاوہ ماڑی پور (کراچی)، لسبیلہ اور مکران کے ساحل کے قریب سے بھی نمک حاصل ہوتا ہے جہاں جھیلوں سے حاصل کردہ نمک کو کھانے کے علاوہ کیمیائی صنعت میں بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

8۔ چونے کا پتھر:

چونے کا پتھر سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے۔

علاقے:

پاکستان میں چونے کا پتھر زیادہ تر شمالی اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے ذخائر داؤد خیل، واہ، روہڑی، حیدرآباد، سبی اور خضدار میں پائے جاتے ہیں جسے زیادہ تر سیمنٹ کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

9۔ جپسم:

جپسم پاکستان میں زیادہ تر کوہستان نمک اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ جپسم کی زیادہ تر کانیں کھیوڑہ، ڈنڈوت، داؤد خیل، روہڑی اور کوہاٹ میں ہیں۔ جپسم سیمنٹ کی صنعت، پلاسٹر آف پیرس، سلفیورک ایسڈ اور امونیم بنانے کے کام آتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10۔ سنگ مرمر:

پاکستان میں مختلف قسم کا سنگِ مرمر پایا جاتا ہے جو مختلف رنگوں میں ملتا ہے۔

علاقے:

سنگِ مَرمَر کے پیداواری علاقے ملاگوری (خیبر ایجنسی)، مردان، سوات، نوشہرہ، ہزارہ، چاغی (بلوچستان) اور گلگت ہیں۔ کالا اور سفید سنگِ مرمر بہت بڑی مقدار میں کالا چٹا کی پہاڑیوں (ضلع اٹک) سے ملا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد کشمیر میں ضلع مظفر آباد اور میر پور میں بھی سنگ مر مر دریافت ہوا ہے۔

12۔ گندھک:

گندھک صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں کوہ سلطان اور ضلع کچھی کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔

13۔ چینی مٹی:

چینی مٹی کی پیداوار کے لیے مینگورہ (ضلع سوات) اور نگر پارکر (صوبہ سندھ) بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

استعمال:

چینی مٹی کا زیادہ استعمال کیمیائی صنعتوں میں کیا جاتا ہے۔ سرامکس، چینی کے برتن اور آرائشی ٹائلیں چینی مٹی سے ہی تیار ہوتی ہیں۔

14۔ آتشی مٹی:

آتشی مٹی کے ذخائر کوہستان نمک اور کالا چٹا کی پہاڑیوں سے ملے ہیں۔

استعمال:

اس سے مضبوط اینٹیں بنائی جاتی ہیں جو فولاد پگھلانے والی بھٹیوں میں استعمال ہوتی ہیں۔

س5۔ پاکستان میں زراعت کی اہمیت واضح کریں نیز پاکستان میں زرعی پسماندگی کی وجوہات بیان کریں۔

جواب: پاکستان کی معیشت میں زراعت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ زراعت پاکستان کا واحد شعبہ ہے جس سے خام ملکی پیداوار کا 23 فیصد حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان میں کام کرنے والی آبادی کا 50 فیصد سے زائد زراعت سے روزی کماتا ہے۔ ملکی آمدنی کا 60 فیصد سے زیادہ زرعی شعبہ کی برآمدات سے حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان زرعی شعبہ میں مسلسل ترقی کر رہا ہے۔ پچھلے دس سال سے اوسطاً 4.5% سالانہ شرح سے زراعت میں ترقی ہو رہی ہے۔ پاکستان ان چند ترقی پذیر ممالک کی صف میں شامل ہے جہاں زرعی پیداوار میں ترقی کی شرح زیادہ ہے۔

پاکستان کے کُل زیرِ کاشت رقبے کا 50 فیصد پنجاب میں ہے جبکہ صوبہ سندھ میں ایک تہائی ہے۔ زراعت کے نقطۂ نظر سے صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے میدانی علاقے (دریائے سندھ کا بالائی اور زیریں میدان) بہت اہم ہیں۔ پاکستان میں زرعی پیداوار سال میں دو مرتبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کی جاتی ہے۔ جسے فصلوں کے موسم یا Cropping Season کہتے ہیں۔

1۔ فصلِ ربیع 2۔ فصلِ خریف

1۔ فصلِ ربیع:

فصلِ ربیع سے مراد وہ فصلیں ہیں جو اکتوبر میں کاشت کی جاتی ہیں اور مئی میں ان کی کٹائی کی جاتی ہے یعنی فصلِ ربیع کا موسم اکتوبر سے مارچ تک رہتا ہے جس میں گندم، جو، چنے اور تیل کے بیج کاشت ہوتے ہیں۔

2۔ فصلِ خریف:

فصلِ خریف سے مراد وہ فصلیں ہیں جو جون میں کاشت کی جاتی ہیں اور ستمبر میں ان کی کٹائی کی جاتی ہے یعنی فصلِ خریف کا موسم جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔ اس دوران چاول، مکئی، کپاس، گنا، جوار اور باجرہ کاشت کیا جاتا ہے۔

غذائی فصلیں:

وہ فصلیں جن سے ہم صرف اپنی غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں، غذائی فصلیں کہلاتی ہیں۔ غذائی فصلیں مثلاً گندم، چاول، مکئی، باجرہ، جوار وغیرہ ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی ضروریات پوری کرتی ہیں

نقد آور فصلیں:

وہ فصلیں جو ہماری ضروریات سے زائد کاشت ہوتی ہیں، ان کو ہم دوسرے ممالک کو برآمد کر کے زرِ مبادلہ کماتے ہیں۔ اُنہیں نقد آور فصلیں کہا جاتا ہے۔ اُن میں کپاس، چاول، گنا، تمباکو وغیرہ شامل ہیں۔ نقد آور فصلیں ہمارے ملک کی قیمتی دولت ہیں۔ زرِ مبادلہ کا نمایاں حصہ ان ہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔

زراعت کی اہمیت

پاکستان کے قیام کے بعد زرعی شعبے میں ترقی ملک کی ترقی اور خوشحالی کا باعث بنی۔ زراعت کی اہمیت کو مندرجہ ذیل نکات سے واضح کیا جا سکتا ہے:

1۔ روزگار کے مواقع:

زراعت پیشہ بھی ہے اور عبادت بھی۔ پاکستان میں زراعت 50 فیصد لوگوں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر روزگار مہیا کرتی ہے۔

2۔ غذا کی فراہمی:

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ ہمارے ملک کی مشہور فصلیں، گندم، چاول، مکئی، گنا وغیرہ ہیں۔ پاکستان غذائی فصلوں کی پیداوار میں خود کفیل ہے۔

3۔ معاشی ترقی:

پاکستان کی نہ صرف معاشی بلکہ صنعتی اور تجارتی ترقی کا انحصار بھی زراعت پر ہے۔ اب تو زراعت کو جدید مشینوں اور جدید تقاضوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق ترقی دی جا رہی ہے۔

4۔ قومی آمدنی میں اضافہ:

پاکستان میں زرعی شعبہ سے 50 فیصد سے زائد عوام وابستہ ہیں جس سے ملک کی ترقی اور قومی آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ملکی آمدنی میں زراعت کا حصہ 20.8 فیصد ہے۔ حکومت چھوٹے کسانوں کو آسان اقساط پر قرضے دے رہی ہے تاکہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ روزگار ملے اور ملک میں خوشحالی ہو۔

5۔ خام مال کی فراہمی:

زراعت ہماری صنعتوں کے لیے خام مال فراہم کرتی ہے۔ سوتی کپڑا، بناسپتی گھی، چینی اور دیگر صنعتوں کا خام مال ملک ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ جس سے درآمد کا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔ زرعی ترقی بالواسطہ طور پر صنعتی ترقی کا موجب بنتی ہے۔

6- زرمبادلہ کا حصول:

پاکستان میں سبز انقلاب آنے کی وجہ سے زرعی شعبے کو غیر معمولی فروغ ملا ہے۔ جس سے پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ گندم میں خود کفیل ہونے کے بعد پاکستان 50 ہزار ٹن گندم ہمسایہ ملک ایران کو برآمد کر رہا ہے۔ چاول کی برآمد سے بھی قیمتی زرمبادلہ حاصل ہو رہا ہے۔ پاکستان میں ہر قسم کے پھل وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ آم، تربوز، انگور اور دیگر پھلوں کی برآمد سے بھی کثیر زرمبادلہ کمایا جا رہا ہے۔

7- صنعتی ترقی کا ذریعہ:

صنعتی ترقی زرعی ترقی کی مرہون منت ہے۔ زراعت سے خام مال صنعتوں کو مہیا ہوتا ہے جس سے صنعتوں کو فروغ ملتا ہے۔ زراعت کو جدید آلات با آسانی میسر آسکتے ہیں۔

8- درآمدات اور برآمدات میں توازن:

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ زرعی اجناس برآمد کر کے ہم کثیر زرمبادلہ کما سکتے ہیں جس کے عوض ہم دفاعی اسلحہ اور بھاری مشینری درآمد کر سکتے ہیں جس سے ایک طرف ملکی دفاع مضبوط ہوگا، صنعتی ترقی ہوگی اور دوسری طرف درآمدات اور برآمدات میں توازن پیدا ہوگا۔

9- ہنگامی حالات کا مقابلہ:

ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لیے جہاں دوسرے شعبے اہم ہیں وہاں زراعت کے شعبے کی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ملک میں پیداوار وافر ہے تو بڑے بڑے گودام بنا کر غلہ اور دیگر اجناس کا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے تاکہ سیلاب، جنگ اور دیگر ہنگامی حالات میں اسے استعمال میں لایا جا سکے۔

10۔ قرضوں سے نجات:

زراعت کی ترقی سے صنعت، تجارت اور دوسرے شعبوں کو فروغ ملے گا اور ملک کی سالانہ آمدنی میں اضافہ ہوگا جس سے بیرونی قرضوں سے نجات حاصل کرنے کے موقع فراہم ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں زرعی پسماندگی کی وجوہات

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود پاکستان کی زراعت پسماندگی کا شکار ہے اور خوراک کے ضمن میں ہمارا ملک ابھی تک خود کفیل نہیں ہو سکا۔ دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلے میں ہماری پیداوار فی ایکڑ بہت کم ہے۔ اس پیداوار میں کمی کی وجہ وہ مسائل ہیں جو ہمارے زرعی شعبے کو درپیش ہیں۔ پاکستان کی زرعی پسماندگی کے اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1- سیم وتھور کا مسئلہ:

پاکستان میں سیم وتھور کا مسئلہ انتہائی سنگین نوعیت کا ہے۔ سیم زدہ زمین وہ ہوتی ہے جس میں مختلف جگہوں سے پانی رس کر زمین کی نچلی سطح میں جمع ہو جاتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی سطح بلند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے زمین بنجر اور ناکارہ ہو جاتی ہے۔ تھور زدہ زمین وہ ہوتی ہے جہاں ضرورت سے زیادہ نمک جمع ہو جائے۔ سیم اور تھور کی وجہ سے ہر سال ایک لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین ناقابل کاشت ہو جاتی ہے۔

2- مشینی کاشت کا فقدان:

پاکستان میں زیادہ تر کاشتکار جدید زرعی مشینوں کے استعمال سے واقف نہیں اور بعض اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے پرانے اور روایتی طریقے سے کاشت کرنا پسند کرتے ہیں۔ جدید آلات زرعی کے عدم استعمال کی وجہ سے ہماری پیداوار بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

3- سرمائے کی قلت:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جس کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہی علاقوں میں آباد ہے جن کی مالی حالت انتہائی مخدوش ہے۔ غربت اور افلاس کی وجہ سے پاکستانی کاشتکار جدید زرعی آلات خریدنے سے قاصر ہے نیز عمدہ بیج، کھاد اور دیگر سہولتیں حاصل کرنے کے لئے بھی ہمارے کسان کے پاس روپیہ نہیں جس کی وجہ سے کاشتکار اپنی زمین سے مطلوبہ پیداوار حاصل نہیں کر سکتے۔

4- زمین کی تقسیم در تقسیم:

ہمارے ملک میں آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے زمین وارثان میں منقسم ہو کر مزید چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹتی جا رہی ہے۔ ایسے قطعات اراضی پر مشینی آلات کا استعمال نہ ہونے کے باعث پیداوار بہت کم ہوتی ہے اور بعض اوقات کاشتکار بددل ہو کر کاشتکاری ترک کر دیتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور پیشہ اپنا لیتا ہے۔ حکومت زمین کی ذیلی تقسیم کی قانوناً حوصلہ شکنی کرتی ہے اور اشتمال اراضی کے عمل کو بار بار دہرانے کی ضرورت پر زور دیتی ہے۔

5- ذرائع آبپاشی کی قلت:

پاکستان کا نہری نظام اگرچہ دنیا کے عظیم ترین نہری نظاموں میں شمار ہوتا ہے اس کے باوجود یہ ہماری زرعی زمین کو سیراب کرنے کے لیے ناکافی ہے اور ہمیں زراعت کے لیے بارش کے پانی پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ جس موسم میں بارش اچھی ہوتی ہے فصل بھی اچھی ہو جاتی ہے اور اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارش مناسب وقت پر نہ ہو تو خشک سالی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات شدید بارشیں سیلاب کا باعث بن جاتی ہیں اور کھڑی فصلوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

-6 عمدہ بیج اور کھاد کی کمی:

زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے عمدہ بیج اور کیمیاوی کھاد کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن ہمارے ہاں کسان وہی دیسی کھاد استعمال کرتا ہے جو عمدہ معیار کی نہیں ہوتی۔ مغربی ممالک میں کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے زرعی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اب حکومت کی کوششوں سے پاکستان میں کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے زرعی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔

-7 قدرتی آفات:

پاکستان میں ہر سال سیلاب اور آندھیوں کی وجہ سے زراعت کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ کھڑی فصلیں تباہ و برباد جاتی ہیں۔ حکومت نے سیلاب کی روک تھام کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں جن کی وجہ سے نقصان میں کسی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔

-8 زمینی کٹاؤ:

شدید بارشوں سے زمین کٹاؤ کا شکار ہو جاتی ہے جس سے زمین کے زرخیز حصے بے کار ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں اب تک لاکھوں ایکڑ زمین کٹاؤ سے متاثر ہو چکی ہے۔ حکومت مختلف تدابیر کے ذریعے زمین کو کٹاؤ سے بچانے کی کوشش کرتی ہے۔

-9 کیڑے مکوڑے اور فصلی بیماریاں:

فصلی بیماریوں کا سدباب کرنے کے لیے ملک میں ہر قسم کی زرعی ادویات موجود ہیں لیکن ہمارے کاشتکار جہالت کی وجہ سے ان ادویات کا استعمال نہیں کرتے جس سے زرعی معیشت کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ فصلی بیماریوں کے علاوہ کیڑے مکوڑے، ٹڈی دل اور پرندے وغیرہ بھی کھڑی فصلوں کو تباہ کرنے اور پیداوار کے تناسب کو کم کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال 15 فیصد پیداوار کیڑے مکوڑوں اور فصلی بیماریوں کی نظر ہو جاتی ہے۔

-10 زرعی تعلیم کا فقدان:

ہمارے ہاں کاشتکاروں کی اکثریت زرعی تعلیم سے بے خبر ہونے کے باعث جدید مشینی طریقہ کاشت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کا روایتی پن ان کو سائنس کی ان ایجادات سے دور رکھتا ہے۔ جہالت کی وجہ سے ہمارے کسان ان سماجی برائیوں کا شکار ہو چکے ہیں جو آپس میں جھگڑے اور مقدموں کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا بیشتر وقت لڑائی، جھگڑوں اور مقدمے بازیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف کسان خود گھاٹے میں رہتے ہیں بلکہ ملک کی زرعی پیداوار بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

-11 نقل و حمل کا ناقص نظام:

ذرائع نقل و حمل کے ناقص نظام کی وجہ سے ہماری پیداوار کا بہت سا حصہ بروقت منڈی تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ دیہاتوں کو شہروں سے ملانے والی سڑکیں زیادہ ترکچی اور خراب ہیں۔ جس کی وجہ سے کسان کو اپنی فصل منڈی تک لے جانے میں بڑی دشواری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آتی ہے اس لیے وہ مجبوراً اپنی فصل سستے داموں بیوپاریوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔

زرعی ترقی کے لیے حکومت کے اقدامات

زرعی شعبے کو درپیش مسائل کو دور کرنے کے لیے ہماری حکومتیں ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں۔ اب تک حکومت نے زرعی ترقی کے لیے جو اقدامات کیے ہیں ان کی مختصراً تفصیل درج ذیل ہے:

1- زرعی اصلاحات کا نفاذ:

نظام اراضی کو بہتر بنانے کے لیے 1958ء، 1972ء اور 1977ء میں زرعی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ 1958ء کی زرعی اصلاحات کے تحت زمین کی حد پانچ سو ایکڑ فی کس مقرر کی گئی۔ 1972ء میں یہ حد کم کر کے ڈیڑھ سو ایکڑ کر دی گئی۔ 1977ء میں اس میں مزید کمی کر دی گئی اور یہ حد ایک سو ایکڑ فی فرد کر دی گئی۔ ان زرعی اصلاحات کے تحت پندرہ لاکھ ایکڑ سے زائد زمین زمینداروں سے حاصل کر کے بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کی گئی۔

2- زرعی ترقیاتی بنک کا قیام:

حکومت نے ملک میں زرعی ترقیاتی بنک قائم کیا ہے جو کاشتکاروں کو آسان اور نرم شرائط پر قرضے مہیا کرتا ہے۔ 78-1977ء کے دوران کسانوں کو تقریباً تین ارب روپے کے قرضے جاری کیے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسان بنکوں کو دیہاتوں کے قریب قائم کیا جائے تاکہ قرضے کے حصول کے لیے کاشتکاروں کو دفتروں کے چکر نہ لگانا پڑیں۔

3- عمدہ بیج اور کیمیاوی کھادوں کی فراہمی:

حکومت نے کاشتکاروں کو عمدہ بیج اور کیمیاوی کھاد فراہم کرنے کے لیے مختلف دفاتر اور انجمنیں قائم کی ہیں جو کسانوں کو بہتر کھاد اور بیج مہیا کرتی ہیں۔ کیمیاوی کھاد کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے حکومت بہت سے کارخانے لگا رہی ہے۔ پرانے کارخانوں کی پیداواری صلاحیتوں کو بہتر بنانے کی بھی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

4- سیم وتھور کی روک تھام:

زرعی زمین کو سیم وتھور کی بیماری سے محفوظ رکھنے کے لیے معقول اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے جگہ جگہ ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں جو زمین سے پانی کھینچ لیتے ہیں۔ عالمی بنک بھی سیم وتھور کے خاتمہ کے لیے امداد و قرضے فراہم کر رہا ہے۔

5- جدید طریقہ کاشت:

حکومت کسانوں کو جدید زرعی آلات اور طریقہ کاشت سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ٹریکٹروں کی درآمدی پالیسی بہت نرم کر دی گئی ہے۔ اندرون کارخانوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ کسانوں کو نقد اور ادھار جدید زرعی آلات مہیا کیے جا رہے ہیں تاکہ ہمارے کسان کاشت کے جدید طریقوں کو اختیار کر کے زرعی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کر سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6- زرعی تحقیقی سنٹرز کا قیام:

حکومت زرعی تحقیق کے کام کو بہتر بنانے کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے۔اس سلسلے میں زرعی یونیورسٹیوں، زرعی ترقیاتی فارم اور ایگریکلچرل ریسرچ کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔فیصل آباد زرعی یونیورسٹی اور زرعی تحقیق کے دوسرے ادارے نئے اور ترقی یافتہ قسم کے بیج متعارف کروا رہے ہیں۔

7- زرعی تعلیم کا فروغ:

حکومت دیہی علاقوں میں بھی تعلیم کے فروغ کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے۔دیہی علاقوں میں سکول اور کالج کھولے جا رہے ہیں۔ان کی سماجی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی جا رہی ہے تاکہ کسانوں میں جہالت کا خاتمہ ہو سکے اور وہ جدید دور کے تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کر سکیں۔

8- آب پاشی کے نظام میں وسعت:

پاکستان میں حکومت نہروں کی کھدائی کی طرف توجہ دے رہی ہے۔جگہ جگہ ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں اور کئی مقامات پر چھوٹے چھوٹے نئے ڈیم بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔بندوں اور پشتوں کے ساتھ زیر زمین پانی کے ذخائر کو استعمال میں لانے کے لیے خصوصی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

9- سرکاری زمینوں کی تقسیم:

پاکستان میں بہت سی حکومتی زمین بے آباد پڑی ہوئی ہے۔حکومت ایسی زمین کو آباد کرنے کے لیے مفید اقدامات کر رہی ہے۔زرعی ترقی کے لیے سرکاری زمینوں کو کسانوں میں تقسیم کرنے کی کئی سکیموں پر عمل کیا جا رہا ہے۔اس سے سندھ اور پنجاب کے بہت سے بے زمین کسان مالکان قرار پائے اور وہ اپنی زمین کی کاشت اور پیداوار کو بڑھانے کے لیے بڑی لگن اور محنت سے کام کر رہے ہیں۔

حاصل کلام:

ہماری حکومت زرعی شعبے کی اہمیت سے غافل نہیں۔زراعت کی ترقی کے لیے اب تک جو اقدامات کئے گئے ہیں ان سے مجموعی طور پر اس شعبے نے نمایاں ترقی کی ہے۔زیر کاشت رقبے میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے اور ہمارا ملک بتدریج سبز انقلاب کی طرف بڑھ رہا ہے۔توقع ہے کہ حکومت کے مزید اقدامات کے باعث ہم گندم اور دیگر زرعی اجناس کی پیداوار برآمد کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

عمل کی سوکھتی رگ میں ذرا سا خون شامل کر
میرے ہمدم فقط باتیں بنا کر کچھ نہیں ملتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س6۔ پاکستان کے نہری نظام پر نوٹ لکھیے۔

جواب: پاکستان کا نہری نظام دنیا کا وسیع ترین اور ترقی یافتہ نظام ہے۔اس وقت 43 چھوٹی بڑی نہریں آبپاشی کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔ یہ نہری نظام تقریباً 150 سال پرانا ہے جو چھوٹے بڑے ڈیموں، بیراجوں اور رابطہ نہروں پر مشتمل ہے۔

نہروں کی اقسام

پاکستان میں نہروں کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

1۔ دائمی نہریں 2۔ غیر دائمی نہریں

1۔ دائمی یا دوامی نہریں:

وہ نہریں جن میں پانی سارا سال بہتا ہے، دائمی نہریں کہلاتی ہیں۔ پاکستان میں سارا سال دریاؤں میں پانی رہتا ہے۔ ہمارے ملک کی زیادہ تر نہریں دائمی ہیں۔

2۔ غیر دائمی نہریں:

دوسری قسم کی نہریں غیر دائمی ہیں؛ وہ نہریں جو صرف برسات کے موسم یا موسم گرما میں چلتی ہیں کیونکہ پہاڑی علاقوں میں جب برف پگھلتی ہے تو دریاؤں میں پانی کی مقدار کے اضافے سے سیلابی پانی ان نہروں میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ موسم سرما میں یہ نہریں بند رہتی ہیں۔

رابطہ نہریں:

1960ء میں سندھ طاس کے معاہدہ کے تحت پاکستان میں سات رابطہ نہریں تعمیر کی گئی ہیں ان رابطہ نہروں کی کل لمبائی 590 کلومیٹر ہے۔ یہ نہریں تین مغربی دریاؤں (سندھ، جہلم، چناب) کے پانی کو دو مشرقی دریاؤں (راوی اور ستلج) میں ڈالتی ہیں تاکہ علاقے میں پانی کی کمی کو پورا کیا جاسکے۔ ان رابطہ نہروں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ چشمہ جہلم رابطہ نہر
2۔ رسول۔ قادر آباد رابطہ نہر
3۔ قادر آباد، بلوکی رابطہ نہر
4۔ بلوکی۔ سلیمانکی رابطہ نہر
5۔ تریموں۔ سدھنائی رابطہ نہر
6۔ سدھنائی۔ میلسی، بہاول پور رابطہ نہر
7۔ تونسہ۔ پنجند رابطہ نہر

پاکستان کی اہم نہریں

پاکستان اس وقت دریائے سندھ، جہلم اور چناب کے پانی پر انحصار کرتا ہے۔ موسم گرما میں ان دریاؤں میں پانی زیادہ اور موسم سرما میں کم ہوتا ہے۔ موسم گرما میں تقریباً 84 فیصد پانی ان دریاؤں میں بہتا ہے۔ پاکستان کی اہم نہریں درج ذیل ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1۔ دریائے راوی کی نہریں:

بلوکی سلیمانکی لنک کینال نمبر 1,2، نہر اپر باری دوآب اور نہر لوئر باری دوآب دریائے راوی کی اہم نہریں ہیں۔ یہ نہریں موسم گرما کی فصلوں کی پیداوار کے لیے بہت اہم ہیں۔ نہر اپر باری دوآب 1861ء میں مادھو پور بیراج سے نکالی گئی تھی۔ سندھ طاس معاہدہ کے تحت اب یہ نہر بھارت کے پاس ہے۔

2۔ دریائے چناب کی نہریں:

اپر چناب اور لوئر چناب نہریں رچنا دوآب کو سیراب کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ حویلی نہری نظام بھی اسی دوآب میں واقع ہے جو تریموں ہیڈورکس سے نکلتی ہیں۔

3۔ دریائے جہلم کی نہریں:

اپر جہلم اور لوئر جہلم کی نہریں چج دوآب کی اہم نہریں ہیں۔ ان نہروں کی وجہ سے بہت سارا رقبہ زیر کاشت آ گیا ہے اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اپر جہلم، اپر چناب اور لوئر باری دوآب ٹرپل کینال پروجیکٹ کا حصہ ہیں۔ اپر کینال تین دریاؤں کو آپس میں ملاتی ہے اس طرح دریائے جہلم کا زائد پانی دریائے چناب میں اور دریائے چناب کا زائد پانی دریائے راوی میں ڈالتی ہے۔

4۔ دریائے ستلج کی نہریں:

نہر دیپالپور، نہر مشرق صادقیہ، نہر بہاول، نہر میلسی، نہر پاکپتن، نہر عباسی، نہر قائم پور اور نہر پنجند دریائے ستلج کی اہم نہریں ہیں۔ اس علاقے میں ستلج ویلی پروجیکٹ شروع کیا گیا ہے جس کے تحت چار ہیڈورکس تعمیر کیے گئے ہیں۔ یہ ہیڈورکس دریائے ستلج پر فیروز والا، سلیمانکی اور اسلام کے مقام پر واقع ہیں جبکہ چوتھا پنجند پر واقع ہے۔ ان کی وجہ سے نیلی بار اور بہاول پور کا زرعی علاقہ سیراب ہوتا ہے۔

5۔ دریائے سندھ کی نہریں:

کالا باغ کے مقام پر جناح بیراج 1947ء میں تعمیر کیا گیا اور یہاں سے نہریں نکالی گئیں تاکہ تھل کے صحرائی علاقے کو سیراب کر کے اُسے زراعت کے قابل بنایا جائے۔ چشمہ کے مقام پر بیراج تعمیر کیا گیا۔ جس سے ایک رابطہ نہر نکالی گئی ہے تاکہ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقوں کو سیراب کیا جا سکے۔ تونسہ بیراج 1958ء میں تعمیر کیا گیا۔ اس بیراج سے نکالی گئی نہریں مظفر گڑھ، راجن پور اور ڈیرہ غازی خان کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔ گڈو بیراج 1962ء میں تعمیر کیا گیا جو سکھر سے 150 میل شمال میں واقع ہے۔ اس بیراج سے جو نہریں نکالی گئی ہیں ان سے جیکب آباد، سکھر اور لاڑکانہ کے اضلاع کی زمین سیراب ہوتی ہے۔ سکھر بیراج دریائے سندھ پر 1932ء میں تعمیر ہوا جو پاکستان کا سب سے بڑا بیراج ہے۔ یہاں سے سات نہریں نکالی گئی ہیں جس سے صوبہ سندھ کا وسیع رقبہ سیراب ہوتا ہے۔ کوٹری بیراج پاکستان کا اہم بیراج ہے جس سے چار نہریں نکالی گئی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6۔ دریائے سوات کی نہر:

دریائے سوات سے نکالی جانے والی نہر پشاور کے میدان کو سیراب کرتی ہے۔ اپر سوات مالاکنڈ سے شروع ہوتی ہے جب کہ لوئر سوات ابازئی (Abazai) پر ختم ہوتی ہے۔

7۔ وارسک پراجیکٹ:

اس پروجیکٹ کے ذریعے پشاور سے شمال مشرق کی طرف وارسک کے مقام پر 1961ء میں علاقے کی ضروریات کے لیے ایک نہر تعمیر کی گئی جو پشاور کے گرد و نواح کو سیراب کرتی ہے۔

8۔ دریائے کرم کی نہر:

بنوں کے قریب دریائے کرم پر "کرم گڑھی" پراجیکٹ شروع کیا گیا ہے۔ یہاں سے نہریں نکال کر مقامی علاقے کو سیراب کرنے کا کام لیا گیا ہے۔ اس پراجیکٹ کے علاوہ واپڈا نے بھی کئی پراجیکٹ شروع کیے ہیں۔ ان میں ٹانڈہ ڈیم پراجیکٹ، گومل ڈیم پراجیکٹ، خان پور ڈیم ناڑی بولان اور حب ڈیم وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

حاصل کلام:

المختصر پاکستان کا نہری نظام دنیا کے ترقی یافتہ ترین نہری نظاموں میں شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی زمینیں سونا اگلتی ہیں۔ جن علاقوں میں دریاؤں اور نہروں کا پانی نہیں پہنچ سکتا وہاں کاشت کے لیے بارش کے پانی پر انحصار کیا جاتا ہے۔ ہمارے شمالی پہاڑی سلسلوں میں سے بہت سے دریا نکلتے ہیں جو میدانی علاقوں کو سیراب کرتے ہوئے سمندر میں جا گرتے ہیں۔

س 7۔ صنعت سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں صنعتوں کے پسماندہ ہونے کی وجوہات بیان کریں۔

جواب: صنعت ایک ایسی جگہ ہے، جہاں سرمایہ دار اور آجر خام مال اور قدرتی وسائل کی شکل اس طرح بدلتا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو، یہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری کر سکے اور منڈی میں زیادہ سے زیادہ قیمت پر فروخت ہو سکے۔ ساتھ ہی ساتھ آجر کو زیادہ سے زیادہ منافع مل سکے۔

صنعتوں کی اقسام

پاکستان میں مندرجہ ذیل چار قسم کی صنعتیں پائی جاتی ہیں:

1۔ گھریلو صنعت:

گھریلو صنعت کاری کا مطلب یہ ہے کہ وہ صنعت یا پیداواری عمل جو کام کرنے والوں کے گھروں میں ہوتا ہے۔ دست کار خود خام مال خریدتا ہے، اپنے ہی اوزار استعمال کرتا ہے اور اپنے گھر والوں کی محنت کو بروئے کار لا کر کچھ ایسی اشیاء بناتا ہے جو ہماری تہذیب و تمدن کا حصہ ہوتی ہیں اور انہیں بازار میں بیچ کر اپنے گھر والوں کا پیٹ پالتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھریلو صنعت میں شامل صنعتیں:

دست کاری کی صنعت میں لکڑی کا کام، لوہے کا کام، سونے اور چاندی کا کام، ہاتھ سے بُنے ہوئے قالینوں اور چٹائیوں کا کام، چھوں اور بید سے بنی ہوئی مختلف روزمرہ کی اشیاء کا کام، پتھر کا کام، مٹی کے برتنوں کا کام، کپڑے پر کشیدہ کاری کرنا اور مٹی کے کھلونے بنانے کا کام وغیرہ شامل ہے۔

2۔ چھوٹی صنعت:

پاکستان میں چھوٹی صنعت وہ ہوتی ہے جو 2 سے 9 مزدوروں کو ملازم رکھ کر بازار کے لیے مختلف اشیاء بناتی ہے۔ چھوٹے پیمانے میں ہر صنعت آجائے گی جو بے شک گھر میں چیزیں بناتی ہو یا کرائے پر جگہ لے کر کچھ مشینیں لگا کر چند لوگوں کو مزدور رکھ کر مختلف اشیاء پیدا کرے۔

چھوٹی صنعت میں شامل صنعتیں:

ہماری چھوٹی صنعت میں مرغی خانہ، ڈیری فارم، شہد کی صنعت، قالین سازی، برتن اور کھیلوں کا سامان بنانے کی صنعت، پنکھے اور بجلی کی موٹریں بنانے کی صنعت اور لوہے کی روزمرہ استعمال کی اشیاء بنانا وغیرہ شامل ہیں۔

3۔ بھاری صنعت:

بھاری صنعتوں سے مراد وہ صنعتیں ہیں جو صنعتی مال برائے صارفین یا بڑے پیمانے پر اشیاء (goods) تیار کریں۔ پاکستان میں بڑے پیمانے کی جو صنعتیں ہیں، ان میں زیادہ تر صنعتی مال برائے صارفین پیدا کیا جاتا ہے۔

بھاری صنعت میں شامل صنعتیں:

پاکستان میں بڑے پیمانے کی صنعتیں درج ذیل ہیں:

- i- پٹرولیم اور پٹرولیم کی اشیاء پیدا کرنے کی صنعت
- ii- آٹو موبائل انڈسٹری
- iii- سیمنٹ اور کیمیائی کھادیں پیدا کرنے کی صنعت
- iv- جیپ، کاریں، بسیں، ٹریکٹر اور موٹر سائیکل بنانے کی صنعت
- v- مشینری، ٹی وی سیٹ، ریفریجریٹر اور ایئر کنڈیشنر بنانے کی صنعت
- vi- چینی بنانے کی صنعت، کھانے پینے کی اشیاء مثلاً گھی، کوکنگ آئل وغیرہ بنانے کی صنعت
- vii- تمباکو اور سگریٹ بنانے کی صنعت
- viii- ٹیکسٹائل اور ٹیکسٹائل سے متعلق دیگر صنعتیں
- ix- چمڑہ اور چمڑے سے بننے والی مختلف اشیاء کی صنعت
- x- کاغذ اور کاغذ سے بننے والی مختلف اشیاء کی صنعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4۔ دفاعی صنعت:

دفاعی صنعت سے مراد وہ صنعت ہے جس میں ملک کے دفاع اور ملک کی سرحدوں کے تحفظ و سلامتی کے نقطۂ نظر سے مختلف اشیاء مثلاً اسلحہ، بارود، ٹینک، میزائل وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں دفاعی صنعت ترقی کی طرف گامزن ہے کیونکہ پاکستان اُس خطے میں واقع ہے جو دفاعی نقطۂ نظر سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

واہ کی دفاعی صنعت:

واہ میں جو دفاعی صنعت ہے وہ دستی اسلحہ بناتی ہے۔ یہاں فوج کے لیے چھوٹے پیمانے کا اسلحہ مختلف قسم کی گنیں (بندوقیں) اور بارود وغیرہ تیار کیا جاتا ہے اور اب اِس فیکٹری کے گولہ بارود دنیا بھر میں اعتماد کی علامت ہیں۔

ٹیکسلا کی دفاعی صنعت:

ٹیکسلا انجینئرنگ ورکس میں چین کی مدد سے جو دفاعی صنعت لگائی گئی ہے اُس میں ٹینک اور مختلف قسم کے میزائل جس میں حتف اور غوری بھی شامل ہیں، تیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح ملک میں مختلف جگہوں پر دفاعی مشینیں لگی ہوئی ہیں جن کا پاکستان سیکرٹ ایکٹ کی وجہ سے افشاء کرنا ممکن نہیں ہے۔

کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز:

کہوٹہ میں جو لیبارٹریز ہیں وہ ہمارے نیوکلیئر پروگرام کا حصہ ہیں۔ یہ صنعت پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اسی طرح چشمہ کے مقام پر بھی اسی قسم کی لیبارٹریز ہیں جو ہماری دفاع کی ضروریات کو پورا کر رہی ہیں۔ اب اِن کا نام تبدیل کر کے محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے نام پر اے۔ کیو۔ خان لیبارٹریز رکھ دیا گیا ہے اور پاکستان کو نیوکلیئر طاقت بنانے میں ان کا اہم ترین کردار ہے۔

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی وجوہات

پاکستان کو متحدہ ہندوستان کے کل 921 کارخانوں میں سے صرف 34 کارخانے حصہ میں آئے۔ اس طرح صنعتی مسائل پاکستان کو ورثے میں ملے لیکن ہمارا صنعتی شعبہ آج بھی بہت سے مسائل سے دوچار ہے۔ 2009ء کے اعداد و شمار کے مطابق صنعتی ترقی کی شرح 3.6- فیصد ہے۔ جن کی اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ سیاسی عدم استحکام:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ مختلف حکومتوں کی متضاد صنعتی پالیسیاں ہیں کیونکہ پاکستان میں مختصر عرصے میں حکومتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور نئی حکومت پرانی حکومت کی پالیسیوں کو تبدیل کر کے نئی پالیسیاں بنالیتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ سرمائے کی کمی:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ سرمائے کی کمی ہے۔ کیونکہ پاکستان کی تقریباً 24 فیصد آبادی غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔

3۔ منڈیوں کا وسیع نہ ہونا:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ منڈیوں کا وسیع نہ ہونا بھی ہے کیونکہ صنعتی اشیاء کے فروغ کے لیے منڈیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستانی مصنوعات کے لیے روز بروز منڈیاں کم پڑتی جا رہی ہیں۔

4۔ مزدوروں کی پیداواری صلاحیت کا کم ہونا:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ مزدوروں کی پیداواری صلاحیت کا کم ہونا ہے کیونکہ پیشہ ور افراد کو کئی کئی گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ کام کرنے اور آرام کا وقت نہ ملنے سے صحت پر بُرے اثرات پڑتے ہیں۔

5۔ غیر معیاری ذرائع نقل و حمل:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ ذرائع نقل و حمل کا بہتر نہ ہونا ہے کیونکہ پاکستان میں اکثر علاقوں میں ریل اور سڑکوں کا نظام درست نہیں ہے۔

6۔ توانائی کے ذرائع کا مہنگا ہونا:

پاکستان میں توانائی کے ذرائع مہنگے ہونے کے ساتھ ساتھ ناکافی ہیں۔ توانائی کے ذرائع مہنگے ہونے کی وجہ سے مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بھی پاکستان میں صنعتی پسماندگی پائی جاتی ہے۔

7۔ تکنیکی ماہرین کی کمی:

پاکستان میں تکنیکی اور ماہر افراد کی کمی ہے۔ لوگ مہارت کے حصول کے لیے کوئی خاص قدم نہیں اُٹھاتے اور نہ ہی حکومت ملک میں ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے صنعت پسماندہ ہے۔

8۔ سرمایہ کاری کی کمی:

پاکستان میں حکومت کی مختلف متضاد پالیسیوں کی وجہ سے لوگ سرمایہ کاری کرنے سے گھبراتے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان میں نئی صنعتیں بہت کم تعداد میں لگ رہی ہیں۔

9۔ معیارِ تعلیم:

پاکستان میں تعلیم انتہائی کم ہے علاوہ ازیں تعلیم کا معیار بھی بلند نہیں ہے، جس کی وجہ سے پاکستان میں صنعتی افرادی قوت کی کمی ہے اور صنعتیں پسماندہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10۔ سیاسی عدم استحکام:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ سیاسی ہم آہنگی کی کمی اور سیاسی انتشار ہے۔ آئے دن کی ہڑتالوں اور سیاسی عمل میں رکاوٹ کیوجہ سے ملک میں صنعتی منصوبہ بندی عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے جسکے صنعتی ترقی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

11۔ توانائی کا فقدان:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ پاکستان کے اکثر علاقوں میں بجلی کی سہولت سے لوگ محروم ہیں، جس کی وجہ سے ان علاقوں میں صنعتیں نہیں لگائی جاسکتیں۔

12۔ لوڈشیڈنگ کا عام ہونا:

پاکستان میں اکثر لوڈشیڈنگ یا بجلی کا بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی اطلاع بھی نہیں دی جاتی۔ جس کی وجہ سے صنعت کار متبادل انتظام نہیں کر پاتے۔

13۔ غیر ملکی معاشی پابندیاں:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ ملک پر بیرونی ممالک کی طرف سے معاشی پابندیوں کا ہونا ہے۔

14۔ عالمی منڈیوں میں سرد بازاری:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک وجہ دنیا کی منڈیوں میں سرد بازاری ہے۔

صنعتی ترقی کے لیے حکومتی اقدامات

قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت نے صنعت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے صنعتی ترقی میں حائل مشکلات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ صنعتی شعبے کی ترقی کے لیے حکومت نے اب تک جو اقدامات کیے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- پاکستان صنعتی مالیاتی کارپوریشن کا قیام:

صنعتی شعبے کی ترقی کے لیے حکومت نے تین کروڑ روپے کے سرمائے سے 1949ء میں پاکستان صنعتی مالیاتی کارپوریشن قائم کی۔ یہ کارپوریشن چھوٹے صنعت کاروں کو قرضے کی سہولتیں فراہم کرتی تھی اور نجی سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرتی تھی۔

2- پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کا قیام:

حکومت نے 1952ء میں پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن قائم کی جس کا مقصد کارخانہ داروں کی حوصلہ افزائی اور راہنمائی کرنا تھا۔ پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے جہاں کئی ایک منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا وہاں فنی ماہرین بھی پیدا کیے جس سے صنعتی شعبے کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- صنعتی قرضے اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن:

1957ء میں پندرہ کروڑ روپے کی مالیت سے صنعتی قرضے اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن قائم کی گئی۔اس ادارے میں، امریکہ، جاپان، فرانس، برطانیہ، سوئٹزر لینڈ، عالمی بنک اور ملک کے صنعت کار شامل ہوئے۔اس ادارے نے زرمبادلہ کی صورت میں قرضے فراہم کئے اور مختلف صنعتوں کے قیام میں خود بھی سرمایہ کاری کی۔

4- پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک:

1961ء میں حکومت نے صنعت کو فروغ دینے کے لیے پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک قائم کیا۔اس بنک کے قیام کا مقصد چھوٹے صنعت کاروں کو مالی امداد فراہم کرنا تھا۔اس بنک نے ایوب اور نواز شریف دور میں سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کی اور اس کے تعاون سے ملک میں بے شمار چھوٹی اور بڑی صنعتیں قائم ہوئیں۔

5- صنعتی مراکز:

صنعتوں کی حوصلہ افزائی کے لیے مختلف شہروں میں صنعتی مراکز قائم کئے گئے جہاں کارخانہ داروں کو بجلی، پانی، سوئی گیس اور ذرائع آمدورفت کی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔یہ مراکز ملتان، گوجرانوالہ، جہلم، سکھر، فیصل آباد، کراچی، لاہور، سرگودھا اور بعض دیگر شہروں میں قائم کیے گئے ہیں۔

6- سائنسی ریسرچ کونسل:

حکومت نے 1953ء میں سائنسی تحقیقات کونسل قائم کی جس کے تحت بڑے بڑے شہروں میں صنعتی ریسرچ لیبارٹریاں قائم کی گئیں۔یہ کونسل ایسے طریقے دریافت کرتی ہے جن کی مدد سے کم لاگت میں بہتر اور معیاری مصنوعات تیار ہو سکیں۔

7- صنعتی تعلیم و تربیت کے مراکز:

حکومت نے صنعتی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے وسیع پروگرام شروع کیا۔مختلف شہروں میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ یعنی تربیتی ادارے قائم کیے گئے۔جن میں طلباء کو اعلیٰ فنی تعلیم دی جاتی ہے۔یہ ادارے مکینیکل، الیکٹریکل انجینئرنگ اور پولی ٹیکنیک کے ماہرین مہیا کرتے ہیں۔یہ ادارے کراچی، حیدرآباد، بہاولپور، راولپنڈی، سیالکوٹ اور لاہور میں قائم کیے گئے ہیں۔

8- سمال انڈسٹریز کارپوریشن کا قیام:

گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کو قرضے کی سہولت فراہم کرنے کے لئے 1955ء میں سمال انڈسٹریز کارپوریشن قائم ہوئی۔یہ کارپوریشن کسی چھوٹی صنعت کے لیے ڈیڑھ لاکھ تک قرضہ فراہم کر سکتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9۔ پرائیوٹائزیشن کمیشن کا قیام:

بھٹو دور میں صنعتوں کو قومیانے کی پالیسی کا آغاز ہوا جس کے صنعتی ترقی پر برے اثرات مرتب ہوئے۔آئے دن کی ہڑتالوں اور تالہ بندیوں کے باعث صنعتی ترقی کی رفتار رک گئی۔ بالآخر کارخانے دوبارہ نجی ملکیت میں دینے کا فیصلہ کیا گیا۔جس سے صنعتی ترقی میں نمایاں اضافہ ہوا۔

10- ٹیکسوں کی چھوٹ:

حکومت نے نئے قائم ہونے والے کارخانوں بالخصوص کم ترقی یافتہ علاقوں میں قائم صنعتوں کو پانچ سال کی مدت کے لیے ٹیکسوں کی چھوٹ دی اور ان کی درآمد شدہ مشینری کی درآمدی ڈیوٹی بھی معاف کردی گئی۔اس اقدام سے ہمارے صنعت کاروں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔

11- غیرملکی سرمایہ کاری کو فروغ:

صنعتوں کو قومیانے سے غیرملکی سرمایہ کاروں کی حوصلہ شکنی ہوئی تھی۔1977ء کے انقلاب کے بعد غیر ملکی سرمایہ کاروں کو بھی پاکستان میں سرمایہ کاری پر آمادہ کیا گیا۔اس طرح بہت سی نئی صنعتیں قائم ہو رہی ہیں۔

س8۔ پاکستان میں اہم تعلیمی مسائل کون کونسے ہیں؟ نیز حکومت تعلیمی شعبے کی ترقی کے لیے کیا کیا اقدامات کر رہی ہے؟

جواب: **حرفِ آغاز:**

تعلیم ایسا زیور ہے جو انسانی شخصیت کو نکھارتا،قلوب و اذہان کو منور کرتا اور علم کی منزل تک پہنچاتا ہے اور علم ہر ایجاد و اختراع کا منبع ہے۔
قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں دراصل شعبۂ علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ مربوط ہیں۔ایک ماہر تعلیم کا کہنا ہے:

"آپ مجھے کسی قوم کا نظامِ تعلیم دکھا دیں میں آپ کو اس قوم کا مستقبل بتا دوں گا۔"

معاشی و معاشرتی ترقی کے لیے تعلیم کی اہمیت ایسے ہی ہے جیسے انسانی جسم میں دل کی۔تعلیم وہ زینہ ہے جو قوموں کو ترقی کے افق تک پہنچاتا ہے۔

پاکستان میں تعلیم کی اہمیت: (Latest Facts & Figures)

پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ 1951ء میں شرح خواندگی 16 فیصد تھی جو 1998ء میں بڑھ کر 45 فیصد ہو گئی۔پی۔ ایس۔ای۔ایم سروے (Pakistan Social & Living Stardard Measurements) 2008-09ء کے مطابق خواندگی کی شرح 57% ہے۔جبکہ خواندگی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ہر وہ شخص خواندہ یا پڑھا لکھا ہے جس کی عمر 10 سال یا اس سے زیادہ اور وہ اخبار پڑھ سکتا اور ایک سادہ سا خط لکھ سکتا ہے۔مردوں میں شرح خواندگی 69% اور عورتوں میں 45% ہے۔یہ اعداد و شمار دوسرے ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں بھی بہت کم ہیں۔اس لیے حکومت نے تعلیم سب کے لیے (Education for All) کے مشن کو سامنے رکھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں تعلیم کے مسائل:

پاکستان میں شرح خواندگی میں کمی کی اہم وجہ نظامِ تعلیم کی پسماندگی اور نظام تعلیم میں حائل درج ذیل بے پناہ مسائل ہیں:

1- فرسودہ نظام تعلیم:

پاکستان کا نظام تعلیم فی الحقیقت انگریزوں کا نافذ کردہ نظام ہے جسے لارڈ میکالے نے مرتب کیا تھا۔ جس کا کہنا تھا کہ

"اگرچہ ہم ہندوستان کو آزادی دے رہے ہیں۔ مگر ہندوستانیوں کے لیے جو نظام تعلیم میں نے مرتب کیا ہے وہ صدیوں ہندوستانیوں کو انگریزوں کی غلامی کی یاد دلاتا رہے گا۔"

قیامِ پاکستان کے بعد اسے تبدیل یا بہتر کرنے کی کوشش نہ کی گئی۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو — ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب — سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

2- نظریاتی اساس کا فقدان:

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جسکی اساس اسلام ہے جبکہ نظام تعلیم مغربی طرز کا ہے جو اسلام کے بنیادی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں اس لیے تعلیمی نظام مسائل سے دوچار ہے۔

3- ناقص طریقہ امتحانات:

اگرچہ پاکستان میں رائج نظام تعلیم لارڈ میکالے کا مرتب کردہ اور سامراجی عزائم کو تکمیل پہنچانے والا ہے۔ اس کے باوجود اس میں چند ایک خوبیاں بھی ہیں۔ یہ خوبیاں ناقص طریقہ امتحانات کے سبب خامیوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ پاکستان کا نظام تعلیم طلباء کو رٹہ لگانے یا پھر نقل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

4- تعلیمی بنیاد کا کمزور ہونا:

پاکستان میں پرائمری کی سطح پر صحیح تعلیمی معیار برقرار نہیں رکھا جاتا۔ اس طرح طلباء کی تعلیمی بنیاد کمزور رہتی ہے۔ اور جس درخت کی جڑیں کمزور ہوں وہ طوفانوں کے تھپیڑوں کے آگے تنے رہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

5- دینی و فنی تعلیم کا فقدان:

پاکستان تعلیمی اداروں میں اگرچہ آئین کے تحت اسلامیات کو گریجویشن کی سطح تک بطور لازمی مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ مگر ناقص طریقہ امتحانات کے سبب طلباء دینی علوم پر دسترس کی بجائے محض امتحانی نقطہ نظر سے اسلامیات جیسے دینی مضمون پڑھتے ہیں۔ اس سے ان کی ذہنی سطح بلند ہونے کی بجائے پست ہوتی ہے۔

ہم سمجھتے تھے لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6- مقصدِ تعلیم:

ہمارے طالبعلموں کے پیش نظر تعلیم کا مقصد صرف اور صرف روزگار کا حصول ہے۔ تعلیم ایک رستہ ہے اور علم اس کی منزل لیکن تعلیم کے ذریعے علم کی اعلیٰ منزل حاصل کرنے کی بجائے کسی کمپنی میں اچھی نوکری اور زیادہ تنخواہ کا خواب نہ دماغ کو روشن کرپاتا ہے نہ دل کو منور۔ ایسی تعلیم نہ تو شخصیت میں نکھار پیدا کرتی ہے اور نہ ہی اچھے شہری بنانے میں کامیاب رہتی ہے۔

غلط نگر ہے تری چشم نیم باز اب تک
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک

7- محدود تعلیمی وسائل:

ملکی اخراجات میں تعلیم کے لیے مختص رقم خام قومی پیداوار (Gross Domestic Production) کا صرف 2 فیصد ہے اور وہ بھی پوری طرح خرچ نہیں کیا جاتا کچھ نہ کچھ بچالیا جاتا ہے جبکہ ترقی یافتہ اور صحیح معنوں میں ترقی پذیر ممالک اپنے جی۔ڈی۔پی کا 7-5 فیصد تعلیم پر کرتے ہیں۔ 09-2008ء کے درج ذیل اعداد و شمار تعلیمی اداروں کے محدود وسائل کا ایک مختصر سا خاکہ ہے جو باضمیر ذہنوں کو جگانے کے لیے کافی ہے۔

تعلیمی اداروں کی تعداد بغیر

چار دیواری	پینے کے پانی کی سہولت	بجلی	لیٹرین	عمارت
61274	54996	96769	59846	17764
(37.7%)	(33.9%)	(59.6%)	(36.9%)	(10.9%)

8- دیگر مسائل:

ان اسباب کے علاوہ درج ذیل مسائل بھی ہمارے نظامِ تعلیم کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ہیں:

- طبقاتی کشمکش
- انگریزی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دینا
- مرد وزن کے لیے یکساں نصاب
- ملی تقاضوں سے دوری
- اساتذہ کا ادنیٰ معیار، ٹیکنالوجی سے محرومی
- اور طلبہ کا سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظامِ تعلیم کی ترقی کیلئے تجاویز

پاکستان میں اگرچہ ایک طویل عرصے تک اس شعبے پر کما حقہ توجہ نہ دی گئی لیکن اب تعلیم کے فروغ کے لیے بہتر منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ اگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو پانچویں منصوبے میں تعلیم کے لیے 5.6 بلین روپے، چھٹے منصوبے میں 19.9 بلین روپے اور ساتویں منصوبے میں 23.1 روپے مختص کیے گئے تھے۔ معاشی ترقی میں افزائش کیلئے ضروری ہے کہ شرح خواندگی زیادہ ہو۔

1- سرکاری اور نجی شعبے کی شراکت:

پاکستان میں تعلیم کو بہتر بنانے میں موجودہ حکومت نے خصوصی طور پر سرکاری شعبے کیساتھ ساتھ نجی شعبے کو بھی آگے آنے کی دعوت دی ہے۔ نجی شعبے کی شراکت سے نہ صرف شرح خواندگی میں اضافہ ہوا ہے بلکہ معیار تعلیم بھی اچھا ہوا ہے۔ پاکستان کے تعلیمی اعداد و شمار 08-2007 کیمطابق پبلک سیکٹر میں 182477 (71%) اور پرائیویٹ سیکٹر میں 73611 (29%) تعلیمی ادارے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

2- پرائمری سطح پر لازمی اور مفت تعلیم:

پرائمری سطح پر مفت اور تعلیم لازم قرار دینے سے زیادہ سے زیادہ لوگ خواندہ ہوں گے۔ ان میں شعور بڑھے گا۔ غریب لوگ بھی تعلیم حاصل کر سکیں گے اور تعلیمی و معاشی ترقی ممکن ہو سکے گی۔

3- درسی کتب کی مفت فراہمی:

پرائمری، مڈل اور پھر ہائی سکولوں کی سطح پر درسی کتب مفت فراہم کرنی چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ تعلیم کا فروغ ممکن ہو۔

4- نصاب کی سائنسی بنیادوں پر تشکیلِ نو:

تمام کلاسوں کے نصابِ تعلیم کو بہتر اور معیاری بنانے کے لیے ٹیکسٹ بک بورڈ کے اداروں کو فعال بنایا جائے۔ ایسا نصاب تعلیم تشکیل دیا جائے جو ملی و مذہبی تقاضوں کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی بنیادوں سے بھی ہم آہنگ ہو۔

5- ٹیکنیکل اور پیشہ وارانہ تعلیم کو فروغ:

ٹیکنیکل، ووکیشنل اور سائنسی تعلیم میں فروغ کے لیے سرکاری اور نجی شعبے کی تعاون سے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ سماجی، معاشی اور ٹیکنیکل ترقی کے لیے اعلیٰ تعلیم کے معیار کو بہتر بنایا جائے۔ اس وقت پاکستان میں قائم 3125 ٹیکنیکل اور پیشہ وارانہ اداروں میں سے 2189 نجی شعبے میں ہیں۔ سرکاری سطح پر بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

6- معیار تعلیم کی بہتری:

بنیادی تعلیم کو لازمی کرتے ہوئے اسے معیاری بنایا جائے تاکہ طلبہ میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7- خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ:

ملکی ترقی کے لیے خواتین کی تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ مردوں کی۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے اور موجودہ دور بھی۔ پاکستان میں خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کر کے صحت مند معاشرے کا قیام عمل میں لائیں اور ملک ترقی کر سکے۔

8- اعلیٰ تعلیم کے لیے نئی یونیورسٹیوں کا قیام:

اعلیٰ تعلیم کے لیے سرکاری اور نجی سطح پر زیادہ سے زیادہ یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں آنا چاہیے۔ اس وقت پاکستان میں کل 124 یونیورسٹیاں ہیں۔ تعلیم کے شعبے میں صنفی توازن کے حوالے سے کوششیں، طلباء و طالبات کے لیے وظائف، انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں انقلابی کاوشیں اور قومی و صوبائی سطحوں پر تعلیمی مسائل کے حل کے لیے بلاشبہ کوششیں جاری ہیں۔

9- اساتذہ کی تربیت کے لیے اداروں کا قیام:

قوم کے معماروں کو بہتر طریقے سے نئی نسل کی ذہنی نشوونما کرنے کے قابل بنانے کے لیے Teachers Training Institutions کا قیام عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔ 08-2007ء کے اعداد و شمار کے مطابق ملک کے کل 12,28,878 (تقریباً 1.2 ملین) اساتذہ کے لیے صرف 173 تربیتی ادارے قائم ہیں۔

حاصل کلام:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973ء کے آئین آرٹیکل 37 کے مطابق:

''حکومت ناخواندگی کو ختم کرے گی اور کم سے کم عرصہ میں لازمی ثانوی تعلیم مفت مہیا کرے گی۔''

آئین میں تو یہ بات پچھلے کئی برسوں سے درج تو ہے لیکن ابھی تک یہ حقیقت نہیں بن سکی۔ ''روٹی، کپڑا اور مکان'' کا نعرہ لگانے والے جب تک تعلیم کو اس نعرے کا حصہ نہیں بناتے ترقی کا خواب بھی ہم پر حرام ہے۔

خوش تو ہیں ہم جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل آتی ہے یہ فریاد بھی ساتھ
یہی زمانہ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 7

پاکستان اور عالمی تعلقات

پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے اس کے قیام کی بنیاد اسلام ہے لہٰذا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد نظریہ پاکستان کا تحفظ، اسلام کی خدمت اور مسلم ممالک سے برادرانہ تعلقات قائم کرنا ہے۔ پاکستان پرامن بقائے باہمی پر یقین رکھتا ہے اور دوسروں کی آزادی، خودمختاری اور اقتدار اعلیٰ کا احترام کرتا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ دوسروں کے اندرونی معاملات میں عدم دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کا نعرہ ہے کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو"۔ پاکستان استعماریت اور جارحیت کا ہر شکل میں مخالف رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 1۔ خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصولوں اور مقاصد پر نوٹ لکھیں۔

جواب: خارجہ پالیسی بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرنے، ان کو فروغ دینے اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اٹھانے کا نام ہے۔ ہر ملک اپنے نظریاتی، تاریخی، سیاسی، اقتصادی اور جغرافیائی حالات کے پیش نظر دوسرے ملکوں سے تعلقات قائم کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت کو فروغ ملتا ہے۔

قائداعظمؒ اور پاکستان کی خارجہ پالیسی:

قائدِاعظمؒ نے 1948ء میں فرمایا:

"ہماری خارجہ پالیسی دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی کے جذبات کیساتھ عبارت ہے۔ ہم کسی ملک یا قوم کے خلاف کوئی جارحانہ عزائم نہیں رکھتے اور قومی وبین الاقوامی امور و معاملات میں انصاف اور دیانت کے اصول پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم دنیا کی قوموں کے درمیان امن اور خوشحالی کے لیے اپنا پورا کردار ادا کریں گے۔ دنیا کی مظلوم ومحکوم قوموں کے لیے اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق ہر قسم کی مدد فراہم کریں گے۔"

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول

پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے اس کے قیام کی بنیاد اسلام ہے لہٰذا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد نظریہ پاکستان کا تحفظ، اسلام کی خدمت اور مسلم ممالک سے برادرانہ تعلقات قائم کرنا ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد درج ذیل اصولوں پر رکھی گئی ہے:

1- پرامن بقائے باہمی:

پاکستان پرامن بقائے باہمی پر یقین رکھتا ہے اور دوسروں کی آزادی، خودمختاری اور اقتدار اعلیٰ کا احترام کرتا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ دوسروں کے اندرونی معاملات میں عدم دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کا نعرہ ہے کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" پاکستان استعماریت اور جارحیت کا ہر شکل میں مخالف رہا ہے۔

2- غیر جانبداریت:

پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی میں نمایاں تبدیلی کرتے ہوئے غیر جانبداریت کی پالیسی اپنائی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی ملک کے ساتھ خود کو وابستہ نہ کیا جائے اور تمام ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات مستحکم کیے جائیں۔ اس لیے پاکستان اب روس، امریکہ، چین، برطانیہ، فرانس اور دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کر رہا ہے۔ پاکستان ان غیر وابستہ ممالک کی تنظیم کا باقاعدہ رکن بن چکا ہے۔

3- دوطرفہ تعلقات:

پاکستان دوطرفہ تعلقات کی بنیاد پر تمام ممالک کے ساتھ رابطہ بڑھانا چاہتا ہے اور اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بھی دوطرفہ تعلقات کی بنیاد پر اپنے جھگڑے پُرامن طریقے سے طے کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے پاکستان نے ہندوستان کو کشمیر کے مسئلہ کے حل کے لیے کئی دفعہ مذاکرات کی پیشکش کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4- اقوام متحدہ کے چارٹر پر عمل:

پاکستان اقوام متحدہ کے چارٹر سے مکمل اتفاق کرتا ہے اور اس پر سختی سے پابند ہے۔ اس لیے اس نے ہمیشہ اقوام متحدہ کے تمام اقدامات کا احترام کیا ہے اور اس کے فیصلوں پر عمل درآمد کرنے کے لیے فوجی معاونت بھی کی ہے۔

5- حق خود ارادیت کی حمایت:

پاکستان محکوم اقوام کے حق خود ارادیت کی حمایت کرتا ہے۔ اس کا مؤقف ہے کہ ہر قوم کو اپنے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان نے نوآبادیات کے خاتمہ کے مطالبہ نیز ایشیا، افریقہ اور یورپ میں خود ارادیت کی تمام تحریکوں کی بھرپور حمایت کی ہے۔ پاکستان نے کشمیر، فلسطین، بوسینا، نمیبیا اور ویت نام کی جدوجہد آزادی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور افغانستان میں سابقہ سوویت یونین کی فوجی مداخلت کی سخت مخالفت کی ہے کیونکہ پاکستان جانتا ہے کہ

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی نہ مر سکے

6- عالم اسلام کا اتحاد:

پاکستان عالم اسلام کے اتحاد کا حامی ہے اور اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اسلامی دنیا میں اختلاف کی صورت میں پاکستان ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ ایران عراق کی جنگ ہو یا کویت عراق تنازعہ، مشرق وسطیٰ کا مسئلہ ہو یا افغانستان کی آزادی کا مسئلہ، پاکستان نے ہمیشہ مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ یہ اسلامی ممالک کی تنظیم کا سرگرم رکن رہا ہے۔

پاکستان نے اقتصادی تعاون کی تنظیم کو قائم کرکے وسطی ایشیاء کے مسلم ممالک کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے کا موقع فراہم کیا ہے تاکہ اپنی اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون و اتحاد بھی قائم کر سکے۔

بتان رنگ وخون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی ، نہ افغانی

7- تخفیف اسلحہ کی حمایت:

پاکستان تخفیفِ اسلحہ کا حامی ہے اور اس نے ان تمام بین الاقوامی کوششوں کی حمایت کی ہے جو تخفیفِ اسلحہ کے لیے کی گئی ہیں۔ پاکستان از خود اسلحہ کی دوڑ میں کبھی شامل نہیں ہوا۔ وہ ایٹمی توانائی کو پرامن مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے حق میں ہے اور دنیا میں ایٹمی جنگ کے خطرات کے سدِ باب کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ پاکستان، جنوبی ایشیاء کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک رکھنے کا خواہشمند ہے اور یہ تجویز ہندوستان کو کئی دفعہ پیش کر چکا ہے۔

8- نسلی امتیاز کا خاتمہ:

پاکستان دنیا میں امن و آشتی کا فروغ چاہتا ہے جو نسلی امتیاز کے خاتمہ سے ممکن ہے۔ ماضی میں بھی پاکستان نے جنوبی افریقہ، نمیبیا اور روڈیشیا میں سیاہ فام لوگوں کے ساتھ نسلی امتیاز پر آواز اٹھائی اور نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لیے ان کی حمایت کی۔ پاکستان کے اندر بھی نسلی امتیاز کا مکمل خاتمہ کیا گیا ہے اور تمام اقلیتوں کو برابر کے حقوق دیے گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9- امن و آشتی کا فروغ:

پاکستان دنیا میں امن و آشتی کا فروغ چاہتا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ سامراجی طاقتوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے، مظلوم اقوام کی حمایت کی ہے اور سامراجی طاقتوں کے خلاف برسرِ پیکار ہے اور جنوبی ایشیاء میں امن و آشتی کے لیے پاکستان نے بار بار بھارت کو مذاکرات کی دعوت دی ہے۔

10- ہمسایہ ممالک سے تعلقات:

پاکستان اپنے تمام ہمسایہ ممالک بشمول ہندوستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے کا حامی ہے۔ پاکستان ہمسایہ ممالک سے تنازعات حل کرنے کا حامی ہے۔ اس لیے پاکستان ہندوستان کے ساتھ تمام تنازعات بشمول کشمیر مذاکرات کے ذریعے پُرامن طریقے سے حل کرنا چاہتا ہے اور ہندوستان کو بار بار مذاکرات کی دعوت دے چکا ہے۔ امید ہے کہ مستقبل میں ہمسایہ ممالک سے ہمارے تعلقات مزید بہتر ہو جائیں گے۔

11- بین الاقوامی و علاقائی تعلقات:

پاکستان تمام بین الاقوامی و علاقائی تنظیموں کا سرگرم رکن ہے۔ ان اداروں میں اقوامِ متحدہ، غیر وابستہ ممالک کی تنظیم، اسلامی کانفرنس کی تنظیم، اقتصادی تعاون کی تنظیم اور سارک اہم ہیں۔ پاکستان بین الاقوامی و علاقائی تعاون کے لیے ان اداروں کی ہمیشہ حمایت کرتا رہا ہے اور عالمی امن کے لیے ان اداروں کی سرگرمیوں میں پیش پیش رہا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد

لارڈ پامرسن کے مطابق:

> ”بین الاقوامی تعلقات میں نہ کوئی مستقل دوست ہوتا ہے اور نہ دشمن بلکہ استقلال صرف قومی مفادات کو حاصل ہوتا ہے۔ ایک ریاست کی خارجہ پالیسی صرف قومی ضرورتوں کے تحت ترتیب دی جاتی ہے۔“

پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آیا تو اس وقت خارجہ پالیسی کے دو اہم مقاصد تھے۔

اوّل: پاکستان کی سلامتی۔

دوم: تمام ممالک خصوصاً اسلامی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی خارجہ پالیسی واضح ہوتی چلی گئی۔ اب پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں:

1- قومی سلامتی:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا سب سے اہم مقصد قومی سلامتی و تحفظ ہے۔ پاکستان دُنیا کے نقشہ پر نیا نیا اُبھرا تھا اور ضرورت تھی کہ اسکی سلامتی اور تحفظ کا مناسب بندوبست کیا جائے۔ لہٰذا پاکستان نے ملکی سلامتی کو خارجہ پالیسی کی بنیاد بنایا اور بیرون ممالک کے ساتھ تعلقات میں قومی سلامتی کو ہمیشہ اہمیت دی۔ آج بھی پاکستان کی خارجہ پالیسی میں قومی سلامتی بنیادی نصب العین ہے۔ پاکستان دوسرے ممالک کی علاقائی سالمیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا احترام کرتا ہے اور دوسرے ممالک سے بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی پاکستان کی قومی سلامتی کا احترام کریں۔

2- معاشی ترقی:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور معاشی طور پر اپنی ترقی چاہتا ہے۔ لہٰذا پاکستان ان تمام ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے جن کے ساتھ تجارت کر کے یا جن ممالک سے معاشی مدد حاصل کر کے معاشی طور پر ترقی کر سکے۔ نئے اقتصادی رجحانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی میں اہم تبدیلیاں کی ہیں۔ خصوصاً آزاد تجارت، آزاد اقتصادیات اور نجکاری کو اپنایا ہے۔

3- نظریاتی تحفظ:

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اسکی بنیاد نظریہ پاکستان یا نظریہ اسلام پر قائم ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم مقصد پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہے۔ پاکستان کا نظریاتی استحکام بھی پاکستان کے تحفظ میں مضمر ہے۔ یہ اپنے نظریہ کا تحفظ اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کر کے ہی کر سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان نے ہمیشہ اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کیے ہیں۔ اس کے تینوں دساتیر میں اسلامی ملکوں کے ساتھ قریبی تعلقات پر زور دیا ہے۔ پاکستان نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم اور اقتصادی تعاون کی تنظیم کے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

4- جارحیت و اندرونی معاملات میں مداخلت سے گریز:

کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات سے گریز پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم مقصد ہے اسی لیے نہ تو پاکستان کسی کے نجی معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرے۔

5- اسلامی ممالک کا اتحاد:

پاکستان نظریہ اسلامی کے اصولوں پر معرض وجود میں آیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے درمیان زیادہ سے زیادہ اتحاد و یکجہتی کے لیے کوشاں رہے۔ چنانچہ ہر آنے والی حکومت نے خارجہ پالیسی کی تشکیل میں اس بنیادی اصول کو مدِ نظر رکھا۔ ایران عراق جنگ ہو یا عراق کویت جنگ، افغانستان پر روسی حملہ ہو یا نظریاتی یلغار پاکستان نے ہر آڑے وقت میں اسلامی ملکوں میں اتحاد کی فضا قائم کرنے اور ان کی حمایت کرنے کی کوشش کی ہے۔ روس سے آزاد ہونے والی ترکستانی مسلم ریاستوں کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات اس اصول کے پیشِ نظر مستحکم ہو رہے ہیں۔

6- اقوامِ متحدہ کے منشور کی حمایت:

پاکستان اقوامِ متحدہ کا سرگرم رکن ہے اور اسکے منشور کا زبردست حامی ہے۔ اس لیے اسکی خارجہ پالیسی بھی اقوامِ متحدہ کے منشور کے مطابق تشکیل دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان دنیا کے تمام اقوام کے درمیان امن اور خوش حالی کے فروغ، تمام باہمی تنازعات پر پُرامن طریقوں اور باہمی مذاکرات سے طے کرنے کا حامی ہے۔ اس نے ہمیشہ پُرامن اور باہمی مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کشمیر مسئلہ فلسطین حل کرانے کی حمایت کی ہے اور جنگ کی مخالفت کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7- غیر جانب دارانہ پالیسی کی تشکیل:

غیر جانب داری پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم ستون ہے۔ پاکستان دو بڑے دھڑوں امریکی اور روسی بلاک سے علیحدہ رہنا چاہتا ہے اور کسی کے اغراض و مقاصد کا آلہ بننا نہیں چاہتا۔ پاکستان غیر جانب دار ملکوں کی تنظیم کا رکن شمار کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے ذرائع

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے تشکیلی ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

i- انتظامی تکون:

انتظامی تکون سے مُراد قومی سطح کے تین اہم انتظامی عہدے، صدرِ پاکستان، وزیرِ اعظم پاکستان اور فوج کا سربراہ ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے ضمن میں انتظامی تکون بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ تکون پاکستان کی خارجہ پالیسی کو منظور اور نامنظور کر سکتی ہے۔ موجودہ پالیسی میں تبدیلی لا سکتی ہے یا پالیسی کو مختلف سمت میں چلا سکتی ہے لیکن سابقہ پالیسی سے ہٹنا بہت مشکل ہے۔ انتظامی تکون عام طور پر سابقہ پالیسی کو مدِ نظر رکھتی ہے یا نئی پالیسی تشکیل دیتے ہوئے بیرونی ممالک سے کیے ہوئے وعدوں سے منحرف نہیں ہو سکتی۔

ii- وزارتِ خارجہ:

پاکستان کی وزارتِ خارجہ، خارجہ پالیسی تشکیل دیتے ہوئے بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وزارتِ خارجہ میں عام طور پر خارجہ پالیسی کے ماہرین اور اعلیٰ پایہ کے بیوروکریٹ ہوتے ہیں۔ یہ خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد اور اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی تیار کرتے ہیں۔ یہ خارجہ پالیسی کی ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے پالیسی کے منصوبے و پروگرام بناتے ہیں۔ نئی آئینی تبدیلیوں کے مطابق نیشنل سیکورٹی کونسل اس انتظامی تکون کا نعم البدل بنتی جا رہی ہے۔

iii- خفیہ ادارے:

پاکستان کے خفیہ ادارے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے دوسرے ممالک کی خارجہ پالیسیوں کے مقاصد کے متعلق مکمل اطلاعات فراہم کرتے ہیں جن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پاکستان اپنی خارجہ پالیسی تشکیل دیتا ہے۔

iv- سیاسی جماعتیں و پریشر گروپ:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے ضمن میں پاکستان کی سیاسی جماعتیں و پریشر گروپ بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں اپنے منشور میں خارجہ پالیسی کو خاص جگہ دیتی ہیں۔ اگر وہ انتخاب جیت جائیں تو اپنے نقطۂ نظر کو خارجہ پالیسی میں پیش نظر رکھتی ہیں۔ اسی طرح پریشر گروپ بھی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے عمل کو متاثر کرتے ہیں اور حکومت کو خارجہ پالیسی کی ترجیحات کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بدلنے پر مجبور کرتے ہیں۔

v- پارلیمنٹ:

وزارتِ خارجہ انتظامیہ کی ہدایت کے مطابق خارجہ پالیسی تشکیل دیتی ہے اور بعض اوقات قومی اسمبلی اور سینٹ کے سامنے منظوری کے لیے پیش کرتی ہے۔ بحث و تمحیص کے بعد پارلیمنٹ عام طور پر طے شدہ خارجہ پالیسی کی منظوری دے دیتی ہے یا اس میں مناسب تبدیلیوں کی سفارش کرتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س 2۔ پاکستانی خارجہ پالیسی اور عالمی امور پر نوٹ لکھیں۔

جواب: خارجہ پالیسی بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرنے، ان کو فروغ دینے اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اُٹھانے کا نام ہے۔

قائدِ اعظمؒ اور پاکستان کی خارجہ پالیسی:

قائدِ اعظمؒ نے فرمایا کہ:

> "ہماری خارجہ پالیسی دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی کے جذبات کے ساتھ عبارت ہے۔ ہم کسی ملک یا قوم کے خلاف کوئی جارحانہ عزائم نہیں رکھتے ہیں اور قومی و بین الاقوامی امور و معاملات میں انصاف اور دیانت کے اصول پر یقین رکھتے ہیں۔ دنیا میں خوشحالی کے لیے اپنا پورا کردار ادا کریں گے۔ دنیا کی مظلوم ومحکوم قوموں کے لیے اقوامِ متحدہ کے منشور کے مطابق ہر قسم کی مدد کریں گے۔"

(فروری 1948ء میں امریکی عوام کے نام ایک نشریے سے اقتباس)

عالمی امور اور پاکستان کی خارجہ پالیسی:

آج کی دنیا سرد جنگ کے بعد کے دور سے گزر رہی ہے جس میں دنیا کی طاقت کا توازن بگڑ گیا ہے اور صرف امریکہ ہی دنیا کی عظیم طاقت کے طور پر ابھرا ہے۔ اس دور میں امریکہ نے نیو یارک ورلڈ آرڈر کو مرتب کرنے کا پروگرام بنایا اور دنیا کے بہت سے ممالک کو اپنی نہج پر ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس پیچیدہ صورتحال میں پاکستان کی جغرافیائی حالت پاکستان کی خارجہ پالیسی کو اہم بنا دیتی ہے۔ دنیا میں طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے اور اپنی قومی سلامتی کے ساتھ ساتھ عالمی امن کی خاطر پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی میں وقتاً فوقتاً بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں لانا پڑتی ہیں۔

دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد:

11 ستمبر 2001ء کو نیو یارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعے کی بناء پر امریکہ نے دہشت گردوں کے خلاف عالمی اتحاد بنایا۔ پاکستان نے عالمی دباؤ کے پیشِ نظر اقوامِ متحدہ کے پرچم تلے دہشت گردی کی مہم میں عالمی برادری کا ساتھ دیا لیکن یہ کوشش کی کہ قومی مفادات پر زد نہ پڑے۔ تاہم پاکستان اس بات پر خصوصی توجہ دے رہا ہے کہ آزادی کی تحریکوں اور دہشت گردی کے درمیان واضح فرق کیا جائے اور دہشت گردی کے نام پر آزادی کی تحریکوں کو کچلنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔

مسئلہ فلسطین کی حمایت:

اسرائیل فلسطینیوں کے مسئلے پر انسانی حقوق کو جس طرح پامال کر رہا ہے، پاکستان اس کی حمایت نہیں کرتا اور فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق دلانے کے لیے آواز بلند کرتا رہا ہے۔ پاکستان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ یہ مسئلہ اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارم سے حل ہو۔ اس سلسلے میں رونما ہونے والی تبدیلیاں پاکستان کو خارجہ پالیسی مرتب کرتے وقت انتہائی احتیاط کا تقاضا کرتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک بھارت تعلقات:

جنوبی ایشیا میں بھارت دہشت گردوں کی عالمی مہم کو غلط موڑ دے کر پاکستان کو الجھانا چاہتا تھا۔لیکن امریکہ نے موجودہ حالات میں پاکستان کی اہمیت کے پیشِ نظر بھارت کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔موجودہ حالات میں پاکستان کو اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ حالات کے بدلنے کے ساتھ عالمی طاقتیں بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کے دفاع کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا نہ کر دیں۔

نظریہ اسلام کا تحفظ:

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد قومی سلامتی، معاشی خوشحالی اور نظریہ اسلام کا تحفظ ہے۔پاکستان کو دوسروں کے پیچھے چلنے کی بجائے اپنے بنیادی مقاصد کے حصول کے لیے خارجہ پالیسی ترتیب دینی چاہیے۔کیونکہ تہذیبی تصادم کے اس دور میں اسلام بنیادی طور پر لادین مادہ پرستوں کے نشانے پر ہے۔ان حالات میں خود مختار خارجہ پالیسی وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔

مسئلہ کشمیر کی حمایت:

پاکستان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ کشمیر کا ہے۔اس کو حل کرنے کے لیے پاکستان کو تمام پُر امن ذرائع اپنانے چاہیں۔اس سلسلے میں پاکستان ہمیشہ سے کوشش کر رہا ہے کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ جیسے عالمی پلیٹ فارم سے حل ہو۔کشمیر کے مسئلہ کے حل کے بغیر جنوبی ایشیا میں امن وامان قائم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی پاکستان اور بھارت معاشی خوشحالی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔

پاک افغان تعلقات:

پاکستان افغانستان کا ہمسایہ مسلم ملک ہے۔جسکی یکجہتی وخوشحالی کے بغیر پاکستان بھی ترقی نہیں کرسکتا لہٰذا پاکستان کو چاہیے کہ افغانستان کے مسئلے کے حل کے لیے بھی مؤثر کردار ادا کرے اور افغانستان کے اسلامی تشخص کو بحال کرنے میں مدد دے۔

پاکستان ایک ایٹمی طاقت:

پاکستان نے بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں 1998ء میں ایٹمی دھماکے کر کے اپنے دفاع کو مضبوط کیا ہے۔اگر خدانخواستہ پاکستان ایسا نہ کرتا تو بھارت پاکستان کو شدید نقصان پہنچا چکا ہوتا۔اب ایٹمی طاقت ہونے کے ناطے پاکستان پر مزید ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ علاقائی اور بین الاقوامی امن کی خاطر اپنا کردار ادا کرے۔

وسطی ایشیا کے مسلم ممالک سے تعلقات:

پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی خوشحالی کے لیے وسطی ایشیاء کے مسلم ممالک سے گہرے روابط اور خاص طور پر معاشی روابط قائم کرے۔معاشی خوشحالی کے لیے پاکستان کو اقتصادی تعاون کی تنظیم میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کرنا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کلام:

غرض یہ کہ پاکستان خارجی تعلقات کے حوالے سے عالمی سطح پر اپنی اہمیت کو سمجھتا ہے۔موجودہ حالات کے تناظر میں پاکستان کی خارجہ پالیسی اس بات کی متقاضی ہے کہ پاکستان کو ماضی کی غلطیوں کو اپنی خارجہ پالیسی میں نہیں دوہرانا چاہیئے بلکہ اس کو اپنے ہمسایہ ممالک، مسلم ممالک اور دنیا کی بڑی طاقتوں سے توازن کی بنیاد پر تعلقات رکھنے چاہیے اور بنیادی نظریاتی مقاصد کے حصول کے لیے دن رات کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

س3۔ پاکستان اور ایران کے تعلقات کا جائزہ لیجیے؟

جواب: ہمارے دوست ہیں ایران و ترکی

ہم ان کے ہم نظر و ہم نوا ہیں

بڑے گا ربط اور تعاون

پرانے ان سے پیان وفا ہیں

پاکستان کے مغرب میں ایران ہمارا مسلمان ہمسایہ ملک ہے۔ایران کے ساتھ پاکستانی سرحد کی لمبائی 900 کلومیٹر ہے۔ایران کے ساتھ ہمارے صدیوں پرانے تاریخی، ثقافتی، مذہبی اور تجارتی رشتے ہیں۔فارسی زبان صدیوں تک برصغیر کی سرکاری زبان رہی ہے۔ پاکستان کی قومی زبان اُردو میں فارسی کے الفاظ بڑی تعداد میں شامل ہیں۔شروع سے ہی دونوں میں اقتصادی، ثقافتی اور سفارتی میدان میں گہرا تعاون چلا آرہا ہے۔

قیام پاکستان کے وقت تعاون:

پاکستان کو آزادی کے بعد سب سے پہلے ایران نے تسلیم کیا اور سفارتی تعلقات قائم کیے۔1949ء میں پاکستان کے وزیراعظم نے ایران کا دورہ کیا۔جس کے جواب میں شاہ ایران نے پاکستان کا دورہ 1950ء میں کیا اور تجارتی روابط قائم ہوئے۔

''علاقائی تعاون برائے ترقی'' کی تنظیم:

1964ء میں پاکستان اور ایران نے ترکی کے ساتھ مل کر ''علاقائی تعاون برائے ترقی'' کا معاہدہ کیا جس کی بدولت اقتصادی، صنعتی، تجارتی، ثقافتی اور سیر وسیاحت کے میدانوں میں تعاون کو بہت وسعت ملی۔بعد میں یہ معاہدہ 1979ء میں منسوخ ہوا۔

پاک بھارت جنگیں:

1965ء کی پاکستان اور بھارت کی جنگ میں ایران نے پاکستان کی حمایت کی اور اسکو مالی وفوجی مدد فراہم کی۔اسی طرح 1971ء میں ہونے والی جنگ میں بھی ایران نے پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔جس کو پاکستان ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

معاہدۂ استنبول:

21 جولائی 1964ء کو پاکستان، ایران اور ترکی میں معاہدۂ استنبول ہوا۔اس معاہدے کی رو سے تینوں ممالک کے درمیان تعلیمی، ثقافتی، فنی اور اقتصادی شعبوں میں تعاون روز بروز بڑھتا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران کا اسلامی انقلاب:

پاکستان نے 1979ء میں ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد ایران کی نئی حکومت کو تسلیم کرلیا۔ ایران میں اسلامی حکومت سے نہ صرف دوستانہ تعلقات رکھے بلکہ ہر میدان میں تعاون کو مزید وسعت دی۔ دونوں ممالک کے وفود نے دورے کر کے تجارت کو فروغ دیا۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم:

1985ء میں پاکستان اور ایران نے ترکی کے ساتھ مل کر آر۔سی۔ڈی کی تنظیم نو کی اور اسکا نیا نام اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) رکھا جو تینوں ممالک کے مابین اقتصادی، صنعتی، تجارتی، تعلیمی اور ثقافتی میدانوں میں تعاون کو مزید فروغ دینے کے لیے ضروری اقدامات اُٹھا رہی ہے۔ بعد میں وسطی ایشیا کے مسلم ممالک بھی اس میں شامل ہوئے۔

صنعتی وفنی فروغ:

پاکستان اور ایران کے چیمبرز آف کامرس کے وفود نے ایک دوسرے کے ممالک کا دورہ کیا اور معاشی ترقی کے لیے باہمی تعاون کی پیشکش کی۔ 2000ء میں پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف نے ایران کا دورہ کیا اور ایران سے بھارت گیس پائپ لائن کے پروگرام میں بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

س 4۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: افغانستان پاکستان کا ایک قریبی ہمسایہ مسلم ملک ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان اسلام کا مضبوط رشتہ قائم ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان موجود سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہا جاتا ہے جس کی لمبائی 2252 کلومیٹر ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان صدیوں سے روابط موجود ہیں۔ رابطہ کے لیے پہاڑی درے، جن میں درہ خیبر اور درہ لواری شامل ہیں، نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ اگرچہ افغانستان برادر اسلامی ملک ہے مگر افغان حکمرانوں کی سردمہری کے باعث پاکستان کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ کمی رہی ہے۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت اور اب موجودہ حکومت کے ساتھ پاکستان کے تعلقات پہلے سے بہت بہتر ہیں۔

افغانستان اور پاکستان کے درمیان رشتہ اسلام:

پاکستان اور افغانستان کے درمیان صدیوں پرانا رشتہ اسلام موجود ہے۔ یہ رشتہ تاریخی، جغرافیائی اور اقتصادی اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے پچاس سالوں میں حکومت افغان کے معاندانہ رویے کے باوجود حکومت پاکستان اور پاکستانی عوام کی شدید خواہش رہی ہے کہ ایران کی طرح اس کے افغانستان کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہیں۔

پاک افغان سرحد:

افغانستان اور حکومت برطانیہ کے درمیان تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہے۔ 1893ء میں کئی جنگوں کے بعد افغانوں اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدے کی بنیاد پر ہندوستان اور افغانستان کے درمیان ایک سرحد کا تعین کر دیا گیا جسے ڈیونڈر لائن کہا جاتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد افغانستان کی حکومت نے بھارت کی شہہ پر اس سرحد پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا اور سرحدی صوبے کے بعض علاقوں پر اپنا حق جتانا شروع کر دیا۔ پاکستان نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا جس سے تعلقات میں اُتار چڑھاؤ کا آغاز ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پختونستان کا مسئلہ:

افغانستان وہ واحد مسلم ملک ہے جس نے 1947ء میں پاکستان کی اقوام متحدہ میں رُکنیت کی مخالفت کی تھی۔ بھارت کی ایما پر اُس نے پشتو بولنے والے علاقوں پر اپنا حق بھی جتلا دیا کہ انہیں پاکستان کی بجائے افغانستان میں شامل ہونا چاہیے۔ ناکامی پر قوم پرست افغانوں کو پختونستان کے نام پر علیحدگی کی تحریک چلانے کے لیے اُکسایا۔ اس کے جواب میں حکومت پاکستان نے تحمل ورواداری کا ثبوت دیا اور بہتر تعلقات کی خاطر ان باتوں کو زیادہ اہمیت نہ دی۔

کشیدہ تعلقات:

ناخوشگوار تعلقات کی ابتداء اس وقت ہوئی جب افغان حکومت نے 1954ء میں ڈیورنڈ لائن کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ سرحدی علاقوں پر حملے، 1955ء میں پاکستان کے سفارتخانے پر پاکستانی پرچم کی توہین اور 61-1960ء میں پاکستانی علاقوں پر منظم حملے، جن میں افغانستان کو ناکامی کا سامنا ہوا، کشیدہ تعلقات کی بڑی وجہ ہیں۔

- 1969ء میں افغان وزیر خارجہ محمد نعیم کے پاکستان کے دورہ کے بعد پختونستان کا مسئلہ کافی حد تک کم ہو گیا۔
- 1970ء کے ابتدائی سالوں میں دونوں ملکوں کے تعلقات بہتر ہوئے۔ 1973ء میں سردار داؤد کی حکومت نے پاکستان کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کیا مگر بعد ازاں تعلقات بہتر بنانے کا اعلان کیا۔
- 1970ء میں پاکستان کے وزیر اعظم اور افغانستان کے صدر نے باہمی طور پر خیر سگالی دورے کیے اور دونوں ملکوں میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت دونوں ملکوں نے علاقائی سالمیت اور عدم مداخلت کی پالیسی کا عہد کیا۔

روس کی فوجی مداخلت:

اپریل 1998ء میں افغانستان میں ایک اور فوجی انقلاب برپا ہوا اور تلخی پیدا ہو گئی۔ افغانستان کی نئی حکومت نے مخالفین کو کچلنے کیلئے روسی افواج کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے 30 لاکھ سے زیادہ افغان باشندے اپنا گھر چھوڑ کر پناہ حاصل کرنے کیلئے پاکستان میں داخل ہوئے۔ حکومتِ پاکستان نے انسانی اور اسلامی جذبے کے تحت انہیں پناہ دی۔

روسی افواج کی واپسی:

افغان عوام نے روسی فوجوں کو اپنے ملک سے باہر نکالنے کے لیے جہاد کا آغاز کیا تو پاکستان نے بھی ان کی حمایت کی۔ دوسری طرف اس مسئلہ کا سفارتی حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔

1998ء میں اقوام متحدہ کے زیرِ نگرانی روس، پاکستان اور افغانستان کی حکومت کے درمیان معاہدہ جنیوا ہوا جس کی رو سے روس نے اپنی فوجیں افغانستان سے واپس بلا لیں۔

طالبان کی حکومت:

اپریل 1992ء میں افغانستان میں مجاہدین کی حکومت قائم ہو گئی۔ جس کو حکومت پاکستان نے فوری طور پر تسلیم کر لیا۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد مجاہدین کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ایک نئی صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ مجاہدین کے ایک گروپ "طالبان" نے افغانستان کے بیشتر حصہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر قبضہ کر کے افغانستان میں ایک اسلامی حکومت قائم کر دی۔ پاکستان نے اسے تسلیم کیا۔

مشترکہ کمیشن کا قیام:

مئی 2000ء میں پاکستان اور افغانستان نے ایک مشترکہ کمیشن قائم کیا۔ جس کا کام دونوں ممالک کی سرحد کے آر پار سمگلنگ کو روکنا اور افغان مہاجرین کی واپسی تھا۔ دونوں ممالک کے باہمی جھگڑوں کا طے کرنا بھی اس کمیشن کے اختیارات میں شامل کیا گیا۔

افغانستان پر امریکہ کا حملہ:

11 ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے حادثے کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت ختم کر دی گئی اور وہاں نئی حکومت قائم ہو گئی۔ حکومت پاکستان نے بھی نئی حکومت کے ساتھ تعاون کا اعلان کیا اور افغانستان کی تعمیر نو کے لیے مالی امداد بھی دی اور مزید امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

نئی جمہوری حکومت کا قیام اور پاکستان سے تعلقات:

2003ء میں پاکستان میں نئی جمہوری حکومت قائم ہونے کے بعد پاکستان کے وزیر اعظم اور افغانستان کے صدر کے درمیان گیس پائپ لائن کا مسئلہ طے پایا اور معاہدہ ہو گیا کہ دونوں ممالک اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے مدد کریں گے۔

2004ء میں جناب حامد کرزئی کے افغانستان کا جمہوری صدر منتخب ہونے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات کے نئے دور کی توقع کی جا رہی ہے۔

س 5۔ پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات کو واضح کیجیے۔

جواب: پاکستان اور سعودی عرب کے باہمی تعلقات خصوصی بنیادوں پر قائم ہیں کیونکہ سعودی عرب میں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں اور ہر سال ہزاروں پاکستانی فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ دونوں ممالک کی خارجہ پالیسی میں اتحاد عالم اسلام کے اصول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

قیام پاکستان اور سعودی عرب:

قیام پاکستان سے پہلے سعودی عرب نے تحریکِ پاکستان کی حمایت کی اور قیام پاکستان کے بعد سعودی عرب نے پاکستان کو تسلیم کیا۔

1951ء میں پہلا معاہدہ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان ہوا جس سے دونوں ممالک کے درمیان دوستانہ تعلقات مزید مضبوط ہوئے۔

مالی امداد:

سعودی عرب نے پاکستان میں سیمنٹ و دیگر فیکٹریاں لگانے کے لیے ایک ارب روپے کی امداد فراہم کی۔ دفاعی میدان میں سعودی عرب کے ساتھ پاکستان نے تعاون کیا اور سعودی عرب کی فوج کو جدید خطوط پر منظم کرنے کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ شاہ فیصل نے اسلام آباد میں فیصل مسجد اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کی تعمیر کے لیے خطیر رقم دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں مدد:

1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں سعودی عرب نے پاکستان کے مؤقف کی بھرپور حمایت کی اور مالی امداد بھی فراہم کی۔ مسئلہ کشمیر پر سعودی عرب کی حکومت نے پاکستان کا ساتھ دیا۔ دوسری اسلامی کانفرنس 1974ء کے انعقاد کے سلسلہ میں شاہ فیصل نے پاکستان کی بھرپور معاونت کی۔

مسئلہ افغانستان اور سعودی عرب:

افغانستان کے مسئلہ پر بھی سعودی عرب نے پاکستان کے مؤقف کی تائید کی۔ 1991ء کے مشرقی وسطی کے انتشار میں پاکستان نے نہ صرف سعودی عرب کے مؤقف کی تائید کی بلکہ مدد بھی فراہم کی۔ دوسری اسلامی کانفرنس 1974ء کے انعقاد کے سلسلہ میں شاہ فیصل نے پاکستان کی بھرپور معاونت کی۔ سعودی عرب کی مقدس زمین کے تحفظ کے لیے پاک فوج کے دستے بھیجے گئے۔

معاشی امداد:

1998ء میں پاک سعودی اکنامک کمیشن ریاض قائم کیا گیا۔ جس نے پاکستان میں 155 منصوبوں پر کام کرنا شروع کر دیا اور ان کی تکمیل کے لیے معاشی امداد مہیا کی۔

دوطرفہ دوستی:

1999ء میں پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے سعودی عرب کا دورہ کیا۔ دوطرفہ دوستی کے معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ اسی طرح 2003ء میں پاکستان کے نئے وزیراعظم نے بھی سعودی عرب کا سرکاری دورہ کیا اور کئی معاہدوں کے ذریعے دوستی کو مزید مضبوط بتایا۔

مسئلہ کشمیر:

15 اکتوبر 1965ء کو سعودی عرب کے وفد نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شرکت کی۔ اس وفد کی قیادت عمر سکاف کر رہے تھے۔ سعودی وفد نے مسئلہ کشمیر پر پاکستانی مؤقف کی پرزور حمایت کی۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ کشمیر کے باشندوں کو زیادہ دیر تک محکوم نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر بھارت عربوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات چاہتا ہے تو وہ کشمیریوں کو جلد از جلد حق خود ارادیت دینے کا اہتمام کرے۔

روحانی وابستگی:

پاکستان کے عوام سعودی عرب سے روحانی وابستگی رکھتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس شہر سعودی عرب کے علاقے حجاز میں واقع ہیں۔ تمام مسلمان اس سرزمین سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں

(اقبال)

خلیجی جنگ:

خلیجی جنگ فروری 1991ء میں پاکستان نے کویت پر عراق کے قبضے کی شدید مذمت کی اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجیں سعودی عرب روانہ کیں۔

المختصر پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات ہمیشہ مثالی رہے ہیں اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ دونوں ملک اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں ہیں۔ پاکستان اور سعودی عرب کے باشندے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دُکھ سُکھ میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں قوموں کو بندھن میں باندھنے والی اسلام کی رسّی بہت مضبوط ہے۔

تو عرب ہو یا عجم ہو، ترا لا الہ الا
لغت غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی
(اقبال)

س6۔ پاکستان اور عراق کے تعلقات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریزوں نے عراق کو اپنی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا تو برصغیر میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے اس کی شدید مخالفت کی اور ایک قرارداد پاس کی جس میں کہا گیا کہ عراق چونکہ جزیرۃ العرب کا ایک حصہ ہے اس لیے اسے غیر مسلم حکومت کے حوالے نہ کیا جائے۔ لیکن مئی 1941ء میں برطانوی فوجوں نے عراق پر قبضہ کر لیا اور ایک کٹھ پتلی مقامی راہنما فیصل بن حسین نے شریف مکہ کی مدد سے عراق پر حکومت کرنے کا فیصلہ کیا۔ برطانوی حکومت کے اس اقدام پر برصغیر کے مسلمانوں کو گہرا دکھ ہوا۔

1- مذہبی اور تاریخی رشتے:

دونوں ملکوں کے عوام اسلام کے مضبوط رشتے میں بندھے ہوئے ہیں نیز عراق میں پائی جانے والی زیارت گاہوں کی وجہ سے پاکستان کے عوام عراق سے بہت محبت کرتے ہیں۔ کربلائے معلیٰ اور روضہ امام کاظم جیسے اہم مذہبی مقامات اور زیارات عراق میں ہیں۔ فقہ جعفریہ کے پیروکاوں کے لیے ان مقامات مقدسہ میں بڑی کشش ہے۔ پاکستان سے ہر سال ہزاروں زائرین ان مقامات کی زیارت کے لیے عراق جاتے ہیں۔

2- تجارتی اور ثقافتی تعاون:

1950ء میں عراق اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات کا آغاز ہوا۔ 1951ء میں دونوں ملکوں کے درمیان ایک ثقافتی معاہدہ بھی ہوا۔ پاکستان کی افرادی قوت نے عراق کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کی تعمیراتی کمپنی نیشنل کنسٹرکشن کمپنی آف پاکستان نے عراق کے متعدد صنعتی اور زرعی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

3- دفاعی معاہدے:

فروری 1955ء میں ترکی، عراق اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جسے بغداد پیکٹ یا معاہدہ بغداد کا نام دیا گیا۔ یہ ایک قسم کا دفاعی معاہدہ تھا۔ بعدازاں برطانیہ اور ایران بھی اس میں شامل ہو گئے۔ اس معاہدے سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات مضبوط ہو گئے۔ 1958ء میں عراق میں فوجی انقلاب کے بعد نئی قیادت جنرل عبدالکریم قاسم نے اس معاہدے سے علیحدگی اختیار کرنے کا اعلان کیا۔ جنرل عبدالکریم پاکستان سے تعلقات قائم کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ عراق کا جھکاؤ زیادہ تر روس کی طرف تھا لہٰذا ان کے دور میں پاکستان اور عراق کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ عبدالکریم قاسم کے بعد عبدالسلام عارف کے دور میں پاکستان اور عراق کے تعلقات میں بہتری پیدا ہو گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4- پاک بھارت جنگوں میں عراق کا کردار:

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں عراق نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا اور تنازعہ کشمیر کے سلسلے میں پاکستان کے موقف کی حمایت کی۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ سے قبل عراق کے روس کی طرف جھکاؤ کی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات پھر کشیدہ ہو گئے۔ جس کی وجہ سے 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں عراق نے بھارت کا ساتھ دیا اور روس کی ایماء پر 8 جولائی 1972ء کو بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔

5- عرب اسرائیل جنگ میں پاکستان کا کردار:

1967ء میں عرب اور اسرائیل کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ عربوں سے قریبی تعلقات اور اسلامی بھائی چارے کی بناء پر عربوں کی شکست پر پاکستانی عوام کو دلی صدمہ ہوا۔ پاکستان کے اس برادرانہ رویے پر عراق نے پاکستان کو اپنا بھائی قرار دیا اور دونوں ملکوں کے مابین انتہائی خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے۔

6- عراقی سفارت خانے سے روسی اسلحہ کی برآمدگی:

1973ء میں اسلام آباد میں عراقی سفارت خانے سے بڑی مقدار میں روسی اسلحہ برآمد ہوا۔ حکومت پاکستان نے اسلحہ کی برآمدگی پر عراق سے شدید احتجاج کیا۔ دونوں ممالک نے اپنے اپنے سفیر واپس بلا لیے۔ بعد ازاں عراق کی معذرت پر دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات پھر سے بحال ہو گئے۔

7- عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر حملہ:

1981ء میں اسرائیل نے امریکہ کی شہ پر عراق کے ایٹمی ری ایکٹر پر بمباری کر کے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ اس موقع پر پاکستانی عوام نے اسرائیلی جارحیت کی شدید مذمت کی۔ ان کا خیال تھا کہ عراق ہی اسرائیل کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ حکومت پاکستان نے اس مسئلے کو اقوام متحدہ کے اجلاس میں پیش کرنے کی بھی درخواست کی۔

8- عراق ایران جنگ:

1979ء ایران میں اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے عراق نے شط العرب کو اپنا علاقہ قرار دے کر ایران پر حملہ کر دیا۔ دو اسلامی ملکوں کے درمیان خون خرابہ پاکستان کے لیے بڑے دکھ کی بات تھی۔ پاکستان نے اسلامی امن کمیٹی کے ایک فعال رکن کی حیثیت سے دونوں ممالک کے درمیان جنگ بندی کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ صدر ضیاء الحق نے اس سلسلے میں کئی بار عراق اور ایران کا دورہ کیا۔ بالآخر پاکستان کی کوششیں رنگ لائیں اور 1988ء میں عراق اور ایران جنگ اختتام کو پہنچی۔

9- عراق کویت جنگ:

عراق نے 1990ء میں فوجی کاروائی کر کے چند گھنٹوں میں پورے کویت پر قبضہ کر لیا۔ پاکستان نے عراقی جارحیت کی شدید مذمت کی۔ 1991ء میں سلامتی کونسل نے عراق کو کویت خالی کرنے کا حکم دیا لیکن عراق نے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر عراق کے خلاف فوجی کاروائی کی گئی جس میں تقریباً بیس ممالک نے حصہ لیا۔ پاکستان نے سعودی عرب کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے فوج روانہ کی۔ بالآخر متحدہ کوششوں سے مارچ 1991ء میں عراق سے کویت خالی کرا لیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10- عراق پر امریکی حملہ اور صدام حکومت کا خاتمہ:

1991ء کے بعد اتحادی فوجیں مستقل طور پر عرب علاقوں میں مقیم ہیں۔ عراق پر اقتصادی پابندیاں لگائی گئیں۔ اسے صرف اتنا تیل برآمد کرنے کی اجازت تھی جس سے وہ ضروریات پوری کر سکے۔ اس کے باوجود یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ عراق میں بڑے پیمانے پر مہلک اور تباہی پھیلانے والے ہتھیار بن رہا ہے۔ ان ہتھیاروں کی تلاش کے لیے معائنہ کاروں کی ٹیمیں وقتاً فوقتاً عراق پہنچتی رہیں لیکن انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر عراق کو اپنے میزائل تباہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ جب اچھی طرح یقین ہو گیا کہ اب عراق میں مزاحمت کی سکت باقی نہیں رہی تو امریکہ اور برطانیہ کی فوجوں نے 2003ء میں عراق پر حملہ کر کے صدام حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اب عراقی عوام غیر معمولی جرأت کے ساتھ اتحادی فوجوں کے انخلاء کے لیے مصروف پیکار ہیں۔

پاکستان کی عوام عراق پر امریکی جارحیت کے سخت خلاف ہیں۔ حکومت پاکستان نے امریکی خواہش کے برعکس عراق میں اپنی فوجیں بھیجنے سے انکار کر دیا۔ عراق میں پرتشدد واقعات اور بے گناہ مسلمانوں کے قتل عام پر پاکستانیوں کے دل بے چین ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اتحادی فوجیں سرزمین عراق سے نکل جائیں اور عراق کو ایک آزاد اور خودمختار مملکت کی حیثیت سے زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔

س 7۔ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے تعلقات پر نوٹ لکھیں۔

جواب: پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔ یہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا حصہ ہے کہ اسلامی ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم کیے جائیں۔ پاکستان اتحاد عالم اسلام کا خواہاں بھی ہے۔ اسلامی ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے۔

پاکستان اور مصر

مصر قدیم انسانی تہذیب کا گہوارہ ہے۔ قاہرہ اس کا دارالحکومت ہے۔ مسلم ممالک میں مصر کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان اور مصر کے ابتدائی تعلقات مختلف شکوک وشبہات کا شکار رہے جس کی وجہ سے ماضی میں دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہ رہے۔ لیکن پاکستان نے عالم اسلام سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کو اپنی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول بنا رکھا ہے۔ اس لیے پاکستان مصر سے بہتر تعلقات قائم کرنے کی مسلسل کوششیں کرتا رہا ہے۔

1- قیادت کی رقابت:

خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مصر اسلامی دنیا کا سب سے بڑا ملک سمجھا جانے لگا۔ پاکستان بننے کے بعد جب پاکستان کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا اعزاز حاصل ہوا تو مصر کے قائدین نے رقابت محسوس کی اور پاکستان کو اپنا حریف سمجھنے لگے۔

2- پاکستان کی سیٹو سینٹو میں شرکت:

پاکستان اور مصر کے درمیان غلط فہمیوں کا آغاز اس وقت ہوا جب پاکستان نے سیٹو اور سینٹو جیسے دفاعی معاہدوں میں شرکت کی۔ سیٹو اور سینٹو میں شرکت کے بعد پاکستان مکمل طور پر مغربی بلاک میں شامل ہو گیا۔ اس سے پاکستان کی غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی کا تصور مجروح ہوا دوسری طرف مصر کو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ پاکستان امریکی مفادات کے لیے عرب ممالک کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- مصر کے بھارت سے تعلقات:

پاکستان اور مصر کے مابین سرد مہری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پنڈت نہرو نے صدر جمال عبدالناصر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ صدر ناصر مغربی بلاک کے معاہدوں کی وجہ سے پاکستان کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لیے ان کا جھکاؤ بھارت کی طرف ہو گیا۔ صدر ناصر عرب دنیا کی قیادت کا مرکز قاہرہ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اور بھارت جنوب مشرقی ایشیا کی قیادت کو اپنا حق سمجھتا تھا دونوں ممالک نے اس مقصد کے حصول کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

4- نہر سویز کا مسئلہ:

مصر اور پاکستان کے تعلقات کو اس وقت زبردست دھچکا لگا جب 1956ء میں مصر نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لے لیا۔ ردعمل کے طور پر فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے مصر کے خلاف فوجی کارروائی کی۔ پاکستانی عوام نے فرانس، برطانیہ اور اسرائیل کی جارحیت کی شدید مذمت کی اور جگہ جگہ جلوس نکال کر مصر کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا جبکہ حکومت پاکستان نے امریکہ کے زیر اثر اس حساس معاملے پر مصر کی کھل کر حمایت نہ کی جس سے مصری عوام کو شدید رنج ہوا۔

5- پاک بھارت جنگوں میں مصر کی سرد مہری:

1965ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو پورے عالم اسلام نے پاکستان کی کھل کر حمایت کی لیکن صدر ناصر نے بھارت کے مؤقف کی تائید کی۔ اقوام متحدہ میں کشمیری عوام کو حق خودارادیت دینے کے مسئلے پر بیشتر اسلامی ممالک نے پاکستان کا ساتھ دیا لیکن مصر نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ اس وجہ سے بھی دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔

6- سربراہان کے سرکاری دورے:

1959ء میں پاکستان کے صدر محمد ایوب خان نے مصر کا دورہ کیا۔ 1960ء میں صدر جمال عبدالناصر پاکستان کے دورے پر تشریف لائے تو پاکستانی عوام نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ انہوں نے مسئلہ سویز پر مصر کی حمایت کرنے پر پاکستانی عوام کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح باہمی گفت وشنید سے دونوں ملکوں کے درمیان غلط فہمیاں کم ہونا شروع ہوگئیں اور سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی میدان میں دونوں ملکوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ 1971ء میں جب پاکستان کو بھارتی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا تو مصر نے پاکستان کی مکمل اخلاقی اور مادی مدد کی۔

7- عرب اسرائیل جنگ:

1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب عربوں کو اسرائیل کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو صدر ناصر کی قیادت کو زبردست دھچکا لگا۔ اس شکست کے بعد صدر ناصر "عالم اسلام کے اتحاد" کے قائل ہو گئے۔ بعدازاں انہوں نے 1969ء میں اسلامی کانفرنس کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا اور اسلامی ممالک کے ساتھ مل کر ملت اسلامیہ کے مفاد کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔

8- اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور:

1970ء میں صدر ناصر کے انتقال کے بعد انور سادات مصر کے سربراہ بنے۔ انہوں نے بھی پاکستان کے ساتھ تعلقات کو وسعت دینے کی کوشش کی۔ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد مسلم امہ کو درپیش مسائل پر غور وفکر کرنے کے لیے 1974ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاس بلایا گیا۔ پاکستان اس کانفرنس کا میزبان تھا۔ کانفرنس میں انور سادات نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں شرکت سے مصر اور پاکستان کے درمیان تعلقات کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

9- کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ:

1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں روس نے کھل کر مصر کی حمایت نہیں کی اور بالواسطہ اسرائیل کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی۔ صدر ناصر کے انتقال کے بعد جب انور سادات برسراقتدار آئے تو انہوں نے مصر میں روس کے اثر ورسوخ کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اس پر روس نے مصر کو جدید اسلحہ کی ترسیل روک دی۔ ان حالات میں مصر کو اپنی ضرورت کا اسلحہ فرانس سے خریدنا پڑا۔ 1973ء میں مصر نے امریکہ کے تعاون سے اسرائیل کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا جسے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ کا نام دیا گیا۔ اس سمجھوتے کے تحت مصر نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسرائیل سے تیس سال جنگ نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ عرب ممالک نے مصر کے اس اقدام پر شدید ردعمل کا اظہار کیا اور اسے اسلامی کانفرنس سے نکال دیا، بہت سے عرب ممالک نے مصر کے ساتھ تعلقات منقطع کر لیے۔

10- اسلامی کانفرنس میں مصر کی واپسی میں پاکستان کا کردار:

پاکستان نے ہمیشہ عالم اسلام کے اتحاد کو مقدم رکھا۔ اسی لیے پاکستان نے اسلامی کانفرنس میں مصر کی واپسی کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ 1984ء میں اسلامی کانفرنس کا اجلاس کاسابلانکا میں منعقد ہوا تو صدر پاکستان محمد ضیاء الحق نے اپنے تاریخی خطاب میں مصر کی واپسی کی پرزور تائید کی اور یوں پاکستان کی تجویز پر مصر دوبارہ اسلامی کانفرنس کا رکن بن گیا۔ مصر نے اس سلسلے میں پاکستان کی پرخلوص کوشش کو سراہا اور دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات مزید خوشگوار ہو گئے۔

پاکستان کے فراخدلانہ رویے کے باعث دونوں ممالک کے درمیان غلط فہمیاں دور ہو چکی ہیں۔ دوستی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو چکا ہے آج دونوں ملک نہ صرف باہمی امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں بلکہ ملت اسلامیہ کے مفادات کے لیے بھی سرگرم عمل ہیں۔

پاکستان اور متحدہ عرب امارات

متحدہ عرب امارات سات خلیجی ریاستوں پر مشتمل وفاق کا نام ہے۔ یہ ریاستیں تیل کی دولت سے مالا مال ہونے کی وجہ سے انتہائی خوش حال ہیں۔

1۔ سربراہوں کے دورے:

متحدہ عرب امارات کے ساتھ پاکستان کے خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔ 1972ء میں صدر پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا اور پھر 1974ء میں وفاق کے صدر شیخ زین بن سلطان النہیان پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ پاکستانی عوام نے ان کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ شیخ زید بن سلطان پاکستان سے گہری محبت رکھتے تھے۔ وہ کئی بار پاکستان کے سرکاری اور نجی دوروں پر تشریف لائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ اقتصادی امداد:

خلیجی ریاستوں کا پاکستان کے ساتھ تجارتی، صنعتی اور دفاعی شعبوں میں قریبی رابطہ ہے کئی عرب امارتیں پاکستان کے مختلف شعبوں میں سرمایہ کاری کر رہی ہیں۔ ملتان میں پاک عرب فرٹیلائزرز کے نام سے کارخانہ لگایا گیا ہے جس کے لیے سرمایہ امارات نے فراہم کیا، لاہور میں شیخ زید ہسپتال تعمیر کیا گیا ہے۔ رحیم یار خاں میں بھی مریضوں کو علاج کی سہولت فراہم کرنے کے لیے جدید طرز کا ہسپتال بنایا گیا ہے۔ بہاولپور میں پولٹری اور ڈیری فارم کی صنعت امارات کے تعاون سے ترقی کر رہی ہے۔

3۔ پاک بھارت جنگیں اور عرب امارات:

خلیجی ریاستوں نے پاک بھارت جنگوں میں پاکستان کے مؤقف کی بھرپور حمایت کی اور پاکستان کی اخلاقی اور مالی امداد بھی کی۔ جنگ کے دوران امارات نے پاکستان کو کم داموں پر تیل فراہم کیا۔

4۔ افرادی قوت اور متحدہ عرب امارات:

خلیجی ریاستوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا خصوصی پہلو یہ بھی ہے کہ پاکستانی کارکنوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان ریاستوں میں کام کر رہی ہے۔ پاکستان کے ڈاکٹرز، انجینئرز، تاجر اور دوسرے ملازمین بھی ان ریاستوں کی تعمیر و ترقی میں مصروف عمل ہیں۔ جس سے ہمارے ان ملکوں سے دوستانہ تعلقات اور مستحکم ہو رہے ہیں۔

پاکستان اور فلسطین

پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کا فیصلہ کیا اور فلسطین کو جس میں یہودیوں کی آبادی صرف پانچ فیصد تھی یہودی مملکت بنانے کی سازش کی۔ جنگ کے بعد جب فلسطین کو برطانیہ کے زیر نگرانی دے دیا گیا تو دنیا بھر سے یہودی آہستہ آہستہ فلسطین میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ انگریز حکومت نے مقامی آبادی کے عرب مسلمانوں پر ظلم و جور کے دروازے کھول دیئے۔ عربوں کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کے لیے ان پر بھاری ٹیکس عائد کیے۔ ان کی زمینیں اور جاگیریں ضبط کر کے یہودی نو آبادکاروں کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ ان اقدامات سے یہودیوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور فلسطین میں یہودیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

1۔ فلسطینی علاقوں میں یہودیوں کی آبادکاری:

1939ء میں فلسطین میں یہودیوں کی تعداد ساڑھے چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب جرمنی کے صدر ہٹلر نے اس سازشی قوم پر عرصہ حیات تنگ کیا تو جرمن یہودیوں نے فلسطین کا رخ کیا اور عربوں کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔ یہودیوں نے امریکہ اور برطانیہ کی شہ پر فلسطین میں عربوں کا قتل عام شروع کیا تو لاکھوں کی تعداد میں فلسطینی عرب ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔

2۔ مسئلہ فلسطین اور اقوام متحدہ:

دوسری جنگ عظیم کے بعد فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ امریکہ، روس اور برطانیہ کی سازش سے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلے کے مطابق فلسطین کا 55 فیصد رقبہ یہودیوں کی تحویل میں دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہودی اس تقسیم سے مطمئن نہ تھے۔ انہوں نے وسیع پیمانے پر عربوں کا قتل عام شروع کر دیا جس پر یہ مسئلہ دوبارہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا۔ ابھی اس مسئلے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنرل اسمبلی میں بحث ہو رہی تھی کہ 17 مئی 1948ء کو اسرائیلی ریاست کے قیام کا اعلان کر دیا گیا اور چھ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو ظلم و تشدد سے ترک وطن پر مجبور کر دیا گیا۔

3- قیام پاکستان اور مسئلہ فلسطین:

قیام پاکستان کے بعد پاکستان نے تقسیم فلسطین کے منصوبے کی زبردست مخالفت کی اور فلسطین میں یہودیوں کی قومی ریاست کی تشکیل کو جارحیت قرار دیا۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے فلسطین کے عوام کی حمایت کا اعلان کیا۔ پاکستان نے اسرائیل کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی مقاصد میں مسئلہ فلسطین کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ فلسطین سے یہودیوں کے اخراج اور وہاں عربوں کی آزاد ریاست کے قیام کے لیے پاکستان اپنے عرب بھائیوں کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا ہے۔

4- عرب اسرائیل جنگیں اور پاکستان:

مغربی ممالک نے جب اپنی مصلحتوں کی خاطر عرب دنیا کے سینے پر یہودی ریاست قائم کر دی تو عربوں نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ اور 1948ء میں عرب ممالک کی متحدہ لیگ نے اسرائیل کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ لیکن باہمی انفاقی وانتشار کی وجہ سے عربوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اسرائیل نے فلسطین کے نصف سے زیادہ حصے پر قبضہ کر لیا۔ جنگ کے دوران لاکھوں کی تعداد میں فلسطینی عرب نقل مکانی کر کے دوسرے ملکوں میں داخل ہونے لگے جس سے فلسطینی مہاجرین کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ پاکستان نے فلسطینی مہاجرین کی ہر ممکن مدد کی اور شدید مالی مشکلات کے باوجود، اقوام متحدہ (یو۔این۔او) کے مہاجرین فنڈ میں خطیر رقم بطور چندہ جمع کروائی۔ 1956ء اور 1967ء میں اسرائیل اور عربوں کے درمیان جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں کا سب سے زیادہ المناک پہلو یہ تھا کہ قبلہ اول بیت المقدس مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا۔ جن کا پاکستانی عوام اور حکومت کو شدید رنج ہوا۔ پاکستان نے اس جارحانہ حملے کی شدید مذمت کی اور جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں عربوں کے مؤقف کی کھل کر حمایت کی۔

5- مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی:

1969ء میں جب یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرنے کی مذموم حرکت کی تو مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لیے رباط میں مسلمان سربراہوں کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی۔ پاکستان نے اس کانفرنس میں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے واقعہ پر اسرائیل کی شدید مذمت کی اور اسرائیل پر زور دیا کہ وہ بیت المقدس کی واپسی کے لیے فوری اقدامات کرے۔ 1969ء کے بعد مسئلہ فلسطین عربوں کی بجائے سارے عالم اسلام کا مسئلہ بن گیا۔

6- کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ:

1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں مصر نے چند کامیابیاں حاصل کیں اور اسرائیل کی دفاعی لائن کو توڑ ڈالا۔ روس نے مصر کی اس کامیابی کو پسند نہ کیا اور مصر کو جدید اسلحہ کی ترسیل روک دی۔ 1979ء میں مصر کے صدر انور سادات نے امریکہ کے تعاون سے اسرائیل کے وزیر اعظم بیگن کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ جسے کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ کا نام دیا گیا۔ اس سمجھوتے کے تحت مصر نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسے نہر سویز استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ اسرائیل نے مصری علاقے خالی کر دیے۔ عرب ممالک نے مصر کے اس اقدام پر شدید رد عمل کا اظہار کیا اور اسے اسلامی کانفرنس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نکال دیا۔ 1984ء کی اسلامی کانفرنس کے موقع پر مصر دوبارہ اسلامی کانفرنس کا رکن بن گیا۔ 1985ء میں اسرائیلی طیاروں نے تیونس میں تنظیم آزادی فلسطین کے مرکزی دفتر پر حملہ کر کے اسے تباہ کرنے کی کوشش کی۔ فلسطینی راہنما یاسر عرفات بال بال بچ گئے تاہم فلسطینیوں کو بڑا جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ پاکستان نے عرب علاقوں پر اسرائیلی طیاروں کی بلا جواز بمباری کی شدید مذمت کی۔

7- تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیل کے مابین معاہدہ:

1994ء میں تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیل کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کی رو سے یاسر عرفات نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسرائیل نے غزہ کی پٹی اور اریحا کے علاقے فلسطینیوں کی تحویل میں دے دیئے جن کا سربراہ یاسر عرفات کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس طرح یاسر عرفات کا مرکزی دفتر بیروت سے فلسطین منتقل ہو گیا۔ عربوں کی اکثریت نے اس معاہدے کو یہودیوں کی سازش قرار دے کر اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ بدستور قبلہ اول بیت المقدس کی بازیابی اور فلسطینیوں کی آزاد ریاست کے قیام کے لیے بڑی گرمجوشی سے مصروف عمل ہیں۔

8- محمود عباس اور انتخابات میں حماس کی کامیابی:

نومبر 2004ء میں یاسر عرفات کے انتقال کے بعد الفتح پارٹی کے لیڈر محمود عباس برسر اقتدار آئے۔ اسرائیل کے ظلم و بربریت کے باوجود حماس نے جنگ بندی کی تجویز قبول کی اور فلسطین اتھارٹی کے انتخابات میں حصہ بھی لیا تاکہ سیاسی عمل کے ذریعے اگر مسئلہ فلسطین کا کوئی آبرومندانہ حل نکل سکتا ہے تو عالم برادری کو اس کا موقع فراہم کیا جائے۔ مگر اسرائیل کے ساتھ ساتھ امریکہ اور یورپ نے بھی سیاسی عمل کے نتیجے میں برسر اقتدار آنے والی جماعت حماس کو قیام امن کی کوششوں میں شریک کرنے کی بجائے اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ فلسطین اتھارٹی کے فنڈز روک لیے اور اقتصادی پابندیاں لگا کر اتھارٹی کا چلنا محال کر دیا۔

ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

پاکستان اور لیبیا

ابتداء میں لیبیا خلافت عثمانیہ میں شامل تھا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد لیبیا کئی سال تک اٹلی اور فرانس کے زیر تسلط رہا۔ پاکستان نے افریقہ کے دوسرے ممالک سے مل کر لیبیا کی تحریک آزادی، جسے سنوسی تحریک کہا جاتا ہے، کی مکمل حمایت کی۔ بالآخر 24 دسمبر 1951ء کو لیبیا کو آزادی دے دی گئی اور سنوسی تحریک کے قائد کو لیبیا کا حکمران بنا دیا گیا۔ 1969ء میں کرنل معمر قذافی نے شاہ ادریس کا تختہ الٹ کر اقتدار پر خود قبضہ کر لیا۔ پاکستان نے چونکہ لیبیا کی تحریک آزادی کی حمایت کی تھی اس لیے لیبیا کے عوام پاکستان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

کرنل قذافی برسر اقتدار آئے تو پاکستان اور لیبیا کے مابین تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ کرنل قذافی نے مسلم بلاک کے قیام کے لیے پاکستان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ فلسطین کے مسئلے پر پاکستان اور لیبیا کے درمیان مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ لیبیا نے بھی مسئلہ کشمیر پر ہمیشہ پاکستان کے مؤقف کی حمایت کی۔ کرنل معمر قذافی فروری 1974ء میں دوسری اسلامی کانفرنس کے موقع پر لاہور تشریف لائے تو اہل پاکستان نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ آپ نے قذافی سٹیڈیم میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پاکستان کا دشمن لیبیا کا دشمن ہے لیبیا کی فوج پاکستان کی فوج ہے اور لیبیا کے وسائل پاکستان کے وسائل ہیں۔"

پاکستان کے عوام کرنل قذافی کو "انقلابی مجاہد" کا نام دیتے ہیں پاکستان سے ان کی عقیدت کے باعث حکومت پاکستان نے لاہور کرکٹ سٹیڈیم کا نام قذافی سٹیڈیم رکھ دیا۔ لیبیا نے سوات کے زلزلہ زدگان کے لیے 16 کروڑ روپے کی خطیر رقم بطور امداد دی۔ پاکستان کے بہت سے صنعتی اور زرعی منصوبوں کے لیے لیبیا نے سرمایہ فراہم کیا ہے۔ 1974ء میں دونوں ممالک کے درمیان ایک مشترکہ وزارتی کمیشن قائم کیا گیا۔ دونوں ملکوں کے ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے پاک لیبیا کمپنی قائم کی گئی ہے۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں لیبیا نے پاکستان کی اخلاقی اور مالی امداد کی۔ امریکہ نے جب کرنل قذافی کے محل پر بلا جواز بمباری کی تو پاکستان نے امریکی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے اسے بزدلی قرار دیا دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔

پاکستان اور انڈونیشیا

آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ 17 اگست 1945ء کو انڈونیشیا نے ہالینڈ سے آزادی کا اعلان کر دیا لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد ہالینڈ نے اس پر دوبارہ قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور 1948ء میں اپنی فوجیں انڈونیشیا میں اتار دیں۔ انڈونیشیا کے مسلمان احمد سوئیکارنو کی قیادت میں ولندیزیوں (ہالینڈ) کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے انڈونیشیا کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی بھرپور حمایت کی۔ حکومت پاکستان نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہالینڈ کی فضائی کمپنی "کے ایل ایم" کا فضائی لائسنس منسوخ کر دیا اور اقوام متحدہ میں ہمیشہ انڈونیشیا کی حمایت کی۔ حصول آزادی سے قبل اور قیام پاکستان کے بعد پاکستانی عوام نے انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔

سوئیکارنو کے زوال کے بعد سوہارتو برسر اقتدار آئے تو انہوں نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا جس سے دونوں ممالک کے درمیان دوستی زیادہ مستحکم ہوگئی۔ 1959ء میں دونوں ممالک کے درمیان تجارتی اور ثقافتی معاہدہ ہوا۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں صدر سوئیکارنو نے بھارتی جارحیت کی کھل کر مذمت کی اور پاکستان کی ہر ممکن اخلاقی اور مادی امداد کی۔ انہوں نے انڈونیشیا کی بحری فوج کی خدمات پاکستان کے سپرد کرنے کا اعلان کیا۔ 1971ء کی جنگ میں بھی انڈونیشیا نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ کشمیر کے مسئلے پر انڈونیشیا نے پاکستان کے مؤقف کی تائید کی۔ جب بھی اقوام متحدہ میں کشمیر کا مسئلہ اٹھایا گیا انڈونیشیا نے اپنا ووٹ ہمیشہ پاکستان کے حق میں دیا۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات انتہائی خوشگوار اور مستحکم ہیں۔

پاکستان اور ملائیشیا

ملائیشیا جنوب مشرقی ایشیاء میں واقع ایک اہم اسلامی ملک ہے۔ یہاں مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ ملائیشیا کی آزادی کی تحریک میں بھی پاکستان نے ملائی باشندوں کی حمایت کی بالآخر برطانیہ نے اس ملک سے اپنا تسلط اٹھا لیا۔ 31 اگست 1957ء کو ملائیشیا آزاد ملک کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ ابتداء میں ملائیشیا کے ساتھ پاکستان کے تعلقات زیادہ خوشگوار نہیں رہے۔ ہندو آبادی کی وجہ سے حکومت کا جھکاؤ زیادہ تر ہندوستان کی طرف تھا۔ 1965ء کی جنگ کے موقع پر اقوام متحدہ میں ملائیشیا کے نمائندہ نے، جو ہندو تھا، پاکستان کے خلاف تقریر کی جس کی وجہ سے پاکستان اور ملائیشیا کے تعلقات منقطع ہوگئے تاہم ملائیشیا کی معذرت پر تعلقات پھر سے بحال ہوگئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1978ء میں ملائیشیا کے وزیر اعظم نے پاکستان کا دورہ کیا۔ 1982ء میں صدر ضیاء الحق نے ملائیشیا کا دورہ کیا۔ 1987ء میں پاکستان کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو ملائیشیا کے دورے پر گئے۔ سربراہوں کے ان دوروں سے دونوں ملکوں کے درمیان روابط بڑھے۔ تجارتی اور ثقافتی معاہدے ہوئے۔ اسلامی رشتے میں منسلک ہونے کے باعث اب دونوں ملکوں میں خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔

پاکستان اور تیونس، مراکش اور الجزائر

شمالی افریقہ کے مسلم ممالک میں غیر ملکی تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ لیبیا کی آزادی سے ان ممالک میں حریت پسندوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ تیونس، مراکش اور الجزائر فرانس کے قبضے میں تھے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ میں ان ممالک کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ دیگر اسلامی ممالک نے بھی ان کے حق میں آواز بلند کی۔ 1956ء میں تیونس اور مراکش دونوں کو آزادی مل گئی۔ مگر الجزائر کو حصول آزادی کے لیے طویل جنگ لڑنا پڑی۔ بالآخر خونی جدوجہد کے بعد 1964ء میں یہ ملک بھی آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا۔ اقوام متحدہ کی رکنیت کے لیے بھی پاکستان نے ان ممالک کے حق میں ووٹ دیا۔ تیونس، مراکش اور الجزائر اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں اور پاکستان کے ان ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات ہیں۔

پاکستان نے دوسرے مسلم ممالک کی طرح سوڈان کی تحریک آزادی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان اس آئینی کمیٹی کا رکن تھا جس نے سوڈان کی آزادی اور اقتدار کی منتقلی کی راہ ہموار کی پاکستان ارٹیریا کی تحریک آزادی کی حمایت کر رہا ہے۔ فلپائن کے مسلمان اپنی آزادی کے لیے جو جنگ لڑ رہے ہیں پاکستان اس کی بھی حمایت کرتا ہے اور ان علاقوں کے حریت پسندوں کی اخلاقی، سیاسی اور مالی امداد فراہم کر رہا ہے۔

پاکستان اور بنگلہ دیش

1- بنگلہ دیش کا قیام:

قیام پاکستان کے وقت وطن عزیز دو حصوں مغربی اور مشرقی پاکستان پر مشتمل تھا جن کے درمیان ایک ہزار میل سے زائد بھارتی علاقہ حائل تھا۔ 1971ء میں بھارت کی جارحیت اور چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر پاکستان کا مشرقی حصہ الگ ہو کر 16 دسمبر 1971ء کو بنگلہ دیش کے نام سے ایک نئی اسلامی مملکت کے طور پر وجود میں آیا۔

2- دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس:

1974ء میں پاکستان میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں بنگلہ دیش کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ مسلم سربراہوں نے گفت و شنید کے بعد پاکستان کو بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر رضامند کر لیا۔ اس طرح دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات کا آغاز ہوا۔

3- فوجی انقلاب:

15 اگست 1975ء کو بنگلہ دیش میں فوجی انقلاب رونما ہوا جس کے نتیجے میں صدر مجیب الرحمن اور ان کے اہل خاندان کو قتل کر دیا گیا۔ نئے صدر خوندکر مشتاق احمد نے پاکستان سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی۔ پاکستان نے خیر سگالی کے جذبات کے تحت چاول، کپڑا اور دیگر اشیاء بنگلہ دیش روانہ کیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4- جنرل ضیاء الرحمٰن برسر اقتدار:

1977ء میں جنرل ضیاء الرحمٰن برسر اقتدار آئے تو پاکستان نے ان کی حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ جنرل ضیاء الرحمٰن نے پاکستان کا سرکاری دورہ بھی کیا۔ جنرل ضیاء الرحمٰن کے بعد جنرل ارشاد اور ان کے بعد آنے والے تمام حکمرانوں کے دور میں بنگلہ دیش اور پاکستان کے درمیان تعلقات کافی مستحکم رہے ہیں۔

5- 1985ء میں جنوبی ایشیاء کے 7 ممالک کی تنظیم:

سارک کے ذریعے دونوں ملک مزید ایک دوسرے کے قریب آ گئے ہیں۔

6- یکساں مؤقف:

مسئلہ کشمیر، مسئلہ افغانستان، مسئلہ فلسطین غرض ہر مسئلے پر دونوں کا مؤقف یکساں ہے۔ اقوام متحدہ میں بنگلہ دیش نے ہمیشہ پاکستان کے مؤقف کی حمایت کی ہے۔

حاصل کلام:

پاکستان اتحاد بین المسلمین کا سب سے بڑا داعی اور علمبردار ہے۔ اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لا کر مسلمانوں کی منتشر قوت کو یکجا کرنے میں پاکستان نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستانی قوم اسلام کے جذبہ اخوت سے سرشار مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی بے لوث امداد کرنے کو ہر دم تیار ہے۔ اسی جذبے کے تحت پاکستانی عوام نے فلسطین کے مسئلے کو ہمیشہ اپنا مسئلہ سمجھا۔ اقوام متحدہ اور اس سے باہر عربوں کی حمایت اور سرائیل کی جارحیت کی پرزور مذمت کی اور جہاں تک ممکن ہو سکا عربوں کو سیاسی، مادی اور اخلاقی امداد بھی دی۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول اسلامی دنیا کو یکجا کر کے مسلم امہ کی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ کو بحال کرنا ہے۔

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے — وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اِک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

س8۔ اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) پر جامع نوٹ لکھیں۔

جواب: 21 جولائی 1964ء کو استنبول میں پاکستان، ایران اور ترکی کے سربراہوں نے اقتصادی تعاون کے ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ تاریخ میں اس معاہدے کو علاقائی تعاون برائے ترقی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس معاہدے کے نتیجے میں قائم ہونے والی تنظیم آر۔سی۔ڈی (RCD) کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اس تنظیم کا مقصد صنعتی، ثقافتی، تعلیمی اور تکنیکی شعبے میں تعاون کو فروغ دینا تھا۔ یہ تنظیم 1979ء کے اسلامی انقلاب کے نتیجے میں غیر فعال ہوئی اور 1985ء میں اس کو دوبارہ فعال بنانے کے لیے اس کا نام علاقائی تعاون برائے ترقی (RCD) سے بدل کر اقتصادی تعاون برائے ترقی (ECO) رکھ دیا گیا۔ اس وقت سے یہ ادارہ تعاون کی راہ پر گامزن ہے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) کے رکن ممالک:

شروع میں پاکستان، ایران اور ترکی اس کے رکن تھے۔ سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد چھ وسط ایشیائی ریاستوں تاجکستان، قازقستان، ازبکستان، کرغیزستان، ترکمانستان اور آذربائیجان کے شامل ہونے سے اور افغانستان کی آزاد حکومت کی شمولیت سے اس کے اراکین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعداد 10 ہوگئی ہے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO) کے مقاصد:

اس تنظیم کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1۔ باہمی تجارت کا فروغ اور مال تجارت کی آزادانہ نقل وحمل کے اقدامات کرنا۔
2۔ صنعت وتجارت کے ایوانوں میں قریبی رابطہ اور مشترکہ ایوان تجارت کا قیام۔
3۔ رکن ممالک کے درمیان ڈاک کی شرح میں کمی۔
4۔ مشترکہ مفادات کے لیے منصوبہ بندی۔
5۔ سیاحت کے فروغ کے لیے اقدامات۔
6۔ رکن ممالک کے درمیان ویزا کی پابندی کا خاتمہ۔
7۔ مشترکہ ہوائی اور جہاز راں کمپنیوں کا قیام۔
8۔ معدنی تیل اور قدرتی گیس کی تلاش کی جدوجہد اور آئل ریفائنری کا قیام۔
9۔ رکن ممالک کو زمینی مواصلات کے ذریعے آپس میں ملانا۔
10۔ مشترکہ تکنیکی تربیت کے پروگرامز۔
11۔ جامعات میں تاریخ، تمدن اور ثقافت کے شعبوں کا قیام۔
12۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے تعاون اور طلباء کے لیے وظائف۔

اہم ادارے

اقتصادی تعاون کی تنظیم کے اہم ادارے درج ذیل ہیں:

(i) وزارتی کونسل:

اس ادارے میں رکن ممالک کے وزرائے خارجہ شامل ہوتے ہیں۔ یہ سب سے بااختیار ادارہ ہے۔ مختلف امور سے متعلق ذیلی کمیٹیوں کا قیام اسی ادارے کی ذمہ داری ہے۔

(ii) منصوبہ بندی کونسل:

اس ادارے میں رکن ممالک کے اقتصادی امور کے ماہر اعلیٰ ترین افسر شامل ہوتے ہیں۔ یہ علاقائی منصوبہ بندیوں اور پیداواری صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس ادارے کی مستقل کمیٹیوں کی تعداد سات ہے۔

(iii) سیکریٹریٹ:

سیکرٹریٹ کا کام تنظیمی خدمات سرانجام دینا ہے۔ اس ادارہ کا سربراہ سیکرٹری جنرل ہوتا ہے۔ اس کے ماتحت ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور دوسرا عملہ ہوتا ہے۔ یہ ادارہ کانفرنسوں کے انعقاد کا ذمہ دار ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی تعاون کی تنظیم کے اجلاس

1۔ 1986ء اسلام آباد (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا پہلا سربراہی اجلاس پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں رکن ممالک کے درمیان تجارت، صنعت اور تعلیمی تعاون پر زور دیا گیا۔ اس اجلاس کے نتیجے میں پاکستان نے ایران کو گندم، چاول اور سوتی کپڑا برآمد کیا جبکہ ایران سے تیل درآمد کیا۔

2۔ 1990ء اسلام آباد (وزراء خارجہ اجلاس):

1990ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کے وزراء خارجہ کا ایک اہم اجلاس پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں بلایا گیا۔ اس اجلاس میں تنظیم کی کارکردگی کو بہتر بنانے پر غور کیا گیا اور درج ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔ اقتصادی بنک کا قیام۔
2۔ رکن ممالک کے درمیان تجارت پر 10 فیصد کسٹم ڈیوٹی کی رعایت۔
3۔ کویت سے عراقی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ۔

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کو چلانے کے لیے اس اجلاس میں اقتصادی و تجارتی، مواصلات، صنعت و ٹیکنالوجی، زراعت، توانائی، پبلک ورکس اور تعلیم کی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

3۔ 1992ء تہران (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس 1992ء میں ایران کے شہر تہران میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں وسطی ایشیائی ریاستوں ازبکستان، کرغیزستان، تاجکستان، ترکمانستان اور آذربائیجان کو تنظیم کی رکنیت دی گئی۔ جبکہ قازقستان بطور مبصر شریک ہوا۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل امور زیر بحث آئے۔

1۔ ہیروئن کے بڑھتے ہوئے رجحان کا خاتمہ اور ڈرگ کنٹرول کمیٹی کا قیام۔
2۔ باہمی تجارت و تعاون کو فروغ۔
3۔ مختلف میدانوں میں تعاون کے لیے آٹھ کمیٹیوں کا قیام۔

4۔ 1992ء اسلام آباد (وزراء خارجہ اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کے وزراء خارجہ کا اہم اجلاس 1992ء میں پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں افغانستان اور قازقستان کو تنظیم کا رکن بنایا گیا اور تہران اجلاس میں قائم کی گئی کمیٹیوں کو حتمی شکل دی گئی۔

5۔ 1993ء کوئٹہ (وزراء خارجہ اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کے وزراء خارجہ کا اہم اجلاس پاکستان کے شہر کوئٹہ میں بلایا گیا۔ یہ اجلاس 29 نکات پر مشتمل کوئٹہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایکشن پلان کی منظوری کے ساتھ ختم ہوا۔

6۔ 1993ء استنبول (سربراہی اجلاس):

1993ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس ترکی کے شہر استنبول میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں اقتصادی اور ثقافتی ترقی کے عمل کو تیز کرنے پر غور کیا گیا۔ معدنیات سے بھرپور استفادہ کرنے، زرعی ترقی کو فروغ دینے اور تجارت کو بڑھانے کے لیے مناسب اقدامات کیے گئے۔

7۔ 1995ء اسلام آباد (سربراہی اجلاس):

مارچ 1995ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں بلایا گیا۔ اس اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ رکن ممالک میں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں۔ جنوبی ایشیا میں قیام امن کے لیے بھرپور کوششیں کرنے، کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے اور اقتصادی تعاون کو فروغ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

8۔ 1996ء اشک آباد (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اہم اجلاس 1996ء میں ترکمانستان کے شہر اشک آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں رکن ممالک کے درمیان ریلوے لائن کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان اور ترکمانستان کے درمیان تیل اور گیس پائپ لائن بچھانے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔

9۔ 1997ء اشک آباد (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اہم اجلاس 1997ء میں اشک آباد میں بلایا گیا۔ اس اجلاس میں اقوام متحدہ سے اپیل کی گئی کہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ سمندری راستوں اور فضائی رابطوں کے لیے سمجھوتے طے پائے۔ تجارت کو بڑھانے پر زور دیا گیا۔

10۔ 1998ء الماتی (سربراہی اجلاس):

1998ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اہم اجلاس قازقستان کے دارالحکومت الماتی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ آزاد معیشت اور علاقائی اقتصادی تنظیموں کو مؤثر اور فعال بنایا جائے۔ رکن ممالک کے درمیان موٹروے کا منصوبہ بھی زیر بحث آیا۔ اس اجلاس کے ذریعے افغانستان میں قیام امن اور مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کی تلاش کے لیے عالمی برادری پر زور دیا گیا۔

11۔ 2000ء تہران (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا ایک اور اہم اجلاس جون 2000ء میں ایران کے دارالحکومت تہران میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آذربائیجان کی خودمختاری، افغانستان میں پائیدار امن کا قیام، جنوبی ایشیا میں امن کی بحالی، پاکستان کی ایٹمی پالیسی اور کئی اہم امور زیر بحث آئے۔ اس کے علاوہ رکن ممالک سے کہا گیا کہ وہ زراعت، صنعت اور بجلی کی ٹرانسمشن کے لیے مناسب منصوبے تیار کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12۔ 2002ء استنبول (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس ترکی کے دارالحکومت استنبول میں 2002ء میں بلایا گیا۔ رکن ممالک کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے، باہمی تنازعات کو گفت وشنید سے حل کرنے، تجارت، صنعت، ثقافت، سیاحت، تعلیم اور دیگر شعبوں میں تعاون بڑھانے پر زور دیا گیا۔

13۔ 2004ء دوشنبے (سربراہی اجلاس):

2004ء میں اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا سربراہی اجلاس تاجکستان کے شہر دوشنبے میں بلایا گیا۔ اس اجلاس میں رکن ممالک کے درمیان تجارت کو بڑھانے، مواصلات کو بہتر بنانے، زراعت کی ترقی اور سیکورٹی کے تحفظ کے لیے تعاون کے معاہدے پر دستخط کیے گئے۔

14۔ 2006ء باکو (سربراہی اجلاس):

اقتصادی تعاون برائے ترقی کی تنظیم کا اجلاس 2006ء میں آذربائیجان کے شہر باکو میں ہوا۔ اس اجلاس میں تیل اور گیس پائپ لائن بچھانے، افغانستان کی تعمیر نو، پرامن مقاصد کے حصول کے لیے نیوکلیر ٹیکنالوجی کا حصول، ایران کے خلاف طاقت کے استعمال سے گریز، مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے اقوام متحدہ کا کردار بہتر بنانے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے رکن ممالک نے معاہدے پر دستخط کیے۔

15۔ 2008ء اسلام آباد (سربراہی اجلاس)

2008ء کو اقتصادی تعاون برائے ترقی کا اجلاس پاکستان کے شہر اسلام آباد میں ہوا۔ جس میں افغانستان میں قیام امن، ایران کے خلاف طاقت استعمال سے گریز اور باہمی تعاون وتجارت کو فروغ دینے کے حوالے سے بہت اہم فیصلے کئے گئے۔

اقتصادی تعاون کی تنظیم کی کارکردگی

علاقائی تعاون برائے ترقی نے، جسے بعد میں اقتصادی تعاون کی تنظیم (ای۔سی۔او) کا نام دیا گیا ہے، رکن ممالک کو ایک دوسرے کے قریب ترلانے اور ان کی حالت کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ مسلم ممالک کی ایک مضبوط اور مستحکم اقتصادی اور ثقافتی تنظیم ہے۔ اس کی کارکردگی کا جائزہ درج ذیل نکات میں لیا گیا ہے:

1- آر سی ڈی شاہراہ کی تعمیر:

اس تنظیم کا سب سے اہم کارنامہ کراچی سے تہران، انقرہ، اور استنبول کو ملانے کے لیے تقریباً ساڑھے پانچ ہزار کلومیٹر لمبی آر۔سی ڈی شاہراہ کی تعمیر ہے جس کا بیشتر حصہ مکمل ہو چکا ہے۔

2- صنعتی تعاون میں فروغ:

صنعتی میدان میں تعاون کو فروغ دینے کے لیے پچاس سے زائد منصوبوں کا انتخاب کیا گیا۔ ان میں بہت سے منصوبوں پر کام شروع ہو چکا ہے اور کئی منصوبے پایۂ تکمیل کو بھی پہنچ چکے ہیں۔ رکن ممالک کے درمیان صنعت کو فروغ دینے کے لیے مشترکہ ایوان صنعت وتجارت تہران میں قائم ہو چکا ہے۔ جہاز رانی کی کمپنی کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے۔ بینکنگ کے شعبے میں بھی ممبر ممالک ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراچی میں پاکستان اور ایران کی ''مشترکہ تیل کمپنی'' قائم ہو چکی ہے جس کے تحت تیل اور گیس کی تلاش جاری ہے۔

-3 باہمی تجارت کا فروغ:

علاقائی تجارت کی ترقی کے لیے مشترکہ ٹریڈ کارپوریشن، درنجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے ''مشترکہ سرمایہ کاری کارپوریشن'' قائم ہو چکی ہے۔ ان کے علاوہ ایک اسلامی مشترکہ منڈی کی تشکیل کا منصوبہ بھی زیرِ غور ہے۔ اقتصادی تعاون کی تنظیم کے خارجہ سیکرٹری کوئٹہ ایکشن پلان کا ابتدائی مسودہ تیار کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں اہم ترین تجویز یہ ہے کہ رکن ممالک کے درمیان تجارت کے فروغ کے لیے محاصل کی شرح میں 25 فیصد کمی کر دی جائے۔ باہمی اشتراک سے رکن ممالک کے درمیان خام مال اور صنعتی اشیاء کی تجارت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان سے گندم، چاول، روئی، سوتی کپڑا، یوریا کھاد اور بہت سی اشیاء ایران اور ترکی کو سپلائی کی جا رہی ہیں۔

-4 فنی اور ثقافتی ترقی کے لیے تعاون:

اس تنظیم کے تحت رکن ممالک ایک دوسرے کو فنی تربیت کے مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ متعلقہ ممالک کے اساتذہ اور طلبہ کے وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ ایران، ترکی اور پاکستان ایک دوسرے کے طلبہ کو وظائف دے رہے ہیں۔ اس پروگرام کے تحت ماہرین کے تبادلے بھی عمل میں آ رہے ہیں۔ استنبول، تہران، اور اسلام آباد میں تینوں ملکوں کے کلچر انسٹی ٹیوٹ نے کام شروع کر دیا ہے۔ ان اداروں نے ثقافتی پروگراموں کے ذریعے عوام کو ایک دوسرے کی ثقافت سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے۔ تینوں ملکوں کے لٹریچر اور ادب کے ایک دوسرے کی زبانوں میں تراجم ہو رہے ہیں۔ اس طرح رکن ممالک کے درمیان عوام کی سطح پر ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع مل رہا ہے۔ ان کا بنیادی مقصد رکن ممالک کے درمیان تاریخی، تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور قومی تعلقات کو مستحکم کرنا ہے۔

-5 سیاحت کا فروغ:

اقتصادی تعاون کی تنظیم کے تمام رکن ممالک پاکستان، ایران، ترکی وسط ایشیاء کی نو مسلم ریاستیں اور افغانستان صدیوں سے مذہبی، ثقافتی اور تاریخی رشتوں میں منسلک ہیں۔ ایران، پاکستان اور ترکی میں متعدد تاریخی عمارات ہیں جو دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ وسط ایشیاء کی مسلم ریاستیں بھی انتہائی خوبصورت اور سرسبز ہیں۔ ازبکستان کو مبصرین وسط ایشیاء کا دل قرار دیتے ہیں۔ یہاں کی فرغانہ ویلی انتہائی خوبصورت ہے۔ سمرقند اور بخارا کے تاریخی شہر اسی ریاست میں واقع ہیں۔ یہ ریاستیں بھی دنیا بھر کے سیاحوں کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ رکن ممالک ان علاقوں میں سیاحت کے فروغ کے لیے مختلف تجاویز پر غور کر رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ زرِمبادلہ حاصل کر کے اسے ان علاقوں کی تعمیر و ترقی پر صرف کیا جا سکے۔

-6 پبلک ایڈمنسٹریشن:

یہ تنظیم رکن ممالک کے درمیان انتظامیہ، صحت، خاندانی منصوبہ بندی اور دیہی ترقی کے شعبوں میں تعاون کر رہی ہے۔ آبی وسائل اور زراعت کے فروغ کے لیے بھی منصوبوں پر عمل ہو رہا ہے۔ اعلیٰ افسران ان شعبوں میں تربیت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ملک میں جاتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے مختلف اداروں کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی تعاون کی تنظیم کی مشکلات

بنیادی طور پر یہ اقتصادی اور ثقافتی تعاون کی تنظیم ہے تاہم اس کے سیاسی فوائد سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے رکن ممالک کے عوام کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملی ہے۔ اشتراک کے عمل سے رکن ممالک کے مابین تعلقات کو استحکام ملا ہے۔ تجارت، صنعت اور ثقافت کے شعبوں میں ترقی ہوئی ہے لیکن ابھی پورے فوائد حاصل نہیں ہو سکے۔ اس کی چند وجوہات ہیں:

1۔ ایران میں انقلاب کے باعث تنظیم کچھ عرصے کے لیے تعطل کا شکار رہی۔

2۔ افغانستان کی غیر یقینی صورت حال اس ضمن میں بڑی رکاوٹ ہے۔

3۔ وسط ایشیاء کی چھ ریاستیں ابھی تک روبل (روسی کرنسی) سے وابستہ ہیں۔ اس سے تنظیم کے بنیادی رکن ممالک ایران پاکستان اور ترکی کو مالیاتی لین دین میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔

توقع ہے کہ اس تنظیم کے وزرائے خارجہ ان رکاوٹوں کو دور کرنے پر خصوصی توجہ دیں گے۔

حاصل کلام:

پاکستان اتحاد عالم اسلام کا علمبردار ہے اس کی خواہش ہے۔ کہ عراق، انڈونیشیا، ملائیشیا، بنگلہ دیش اور دوسرے اسلامی ممالک بھی اس میں شامل ہو جائیں اور یورپی مشترکہ منڈی کی مانند اسے وسیع بنیادوں پر منظم کر کے اس کے حقیقی فوائد حاصل کیے جائیں۔ تاہم فی الحال اس تنظیم کی کارکردگی محدود پیمانے پر نا قابل رشک ہے۔ اگر رکن ممالک مختلف رکاوٹوں کو دور کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس تنظیم کی کارکردگی کو مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی ممالک ترقی کے اس راز کو سمجھنے کی کوشش کریں جس کی مثال یورپی یونین نے قائم کی ہے تا کہ مسلم ممالک کے قدرتی وسائل اور جغرافیائی اہمیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکے۔

بے معرکہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

س 9۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم پر نوٹ لکھیں۔

جواب: حصول آزادی کے بعد پاکستان نے اسلامی اتحاد کو اپنی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول قرار دیا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا لیکن اس وقت اسلامی اتحاد کے لیے حالات زیادہ سازگار نہیں تھے۔ بیشتر عرب ممالک پر عرب قومیت پرستی کا بھوت سوار تھا۔ قوم پرست عرب حکمران خود کو عرب پہلے اور مسلمان بعد میں کہتے تھے۔ بڑی طاقتوں کی مفاد پرستی اور سرد مہری نے اسلامی ممالک کو اتحاد قائم کرنے پر مجبور کر دیا اور رفتہ رفتہ اسلام کی بنیاد پر اسلامی ملکوں کے درمیان اتحاد کا شعور پیدا ہونے لگا۔ اس طرح او۔ آئی۔ سی کے قیام کی راہ ہموار ہوئی ان حالات میں اگر پاکستان کو او۔ آئی۔ سی کا نظریاتی بانی قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

1۔ اسلامی کانفرنس (OIC) کا قیام:

اس تنظیم کے قیام کی فوری ضرورت اس وقت پیش آئی جب اگست 1969ء میں اسرائیلی حکومت کے ایماء پر یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرنے کی مذموم کوشش کی اور اس کا کچھ حصہ شہید کر دیا۔ یہ مسئلہ صرف عرب ممالک کا نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا تھا۔ چنانچہ عرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وزرائے خارجہ نے صورت حال پر غور کرنے کے لیے مسلم ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز پیش کی۔ ابتدائی تیاریوں کے بعد ستمبر 1969ء میں مراکش کے شہر رباط میں مسلم سربراہوں کا پہلا اجلاس ہوا جس کے نتیجے میں اسلامی کانفرنس کی بنیاد پڑی۔

2۔ تنظیم:

اسلامی کانفرنس ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس میں 46 کے قریب اسلامی ممالک شامل ہیں۔ جدہ اس کا صدر مقام ہے۔ اس تنظیم کے پہلے چیئرمین مراکش کے شاہ حسین اور پہلے سیکرٹری جنرل پاکستان کے سابق وزیر خارجہ شریف الدین پیرزادہ تھے۔ پیرزادہ کا انتخاب پاکستان پر مسلم امہ کے اعتماد کا مظہر ہے۔

اہم ادارے

اسلامی سربراہی ادارہ:

اسلامی کانفرنس میں سب سے اہم ادارہ اسلامی سربراہی ادارہ ہے جس میں اسلامی ممالک کے بادشاہ اور سربراہان شامل ہیں۔ 1981ء کے فیصلے کے مطابق اسلامی سربراہوں کی کانفرنس ہر تین سال کے بعد ہوتی ہے۔

وزرائے خارجہ کی کانفرنس:

دوسرا اہم ادارہ وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہے۔ اس کانفرنس کا اجلاس سال میں کم از کم ایک بار بلایا جاتا ہے۔

جنرل سیکریٹریٹ:

اس ادارے کا سربراہ سیکرٹری جنرل ہوتا ہے۔ جو ہر کانفرنس سے قبل اعلیٰ سطح کے افسران کے اجلاس میں ایجنڈہ تیار کرتا ہے اور کانفرنس کے انعقاد اور اس کی کامیابی کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ ان کانفرنسوں کی کاروائی محفوظ کرنا بھی سیکرٹری جنرل کے ذمے ہے۔

اغراض و مقاصد

اسلامی کانفرنس کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1- مسلمان ریاستوں کا جوہری خطرات سے دفاع کے لیے مناسب اقدامات کرنا۔
2- اسلامی ممالک کے باہمی تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنا۔
3- یہودیوں کی جارحیت سے اسلامی علاقوں کو محفوظ کرنا، یروشلم میں مقامات مقدسہ کے تحفظ کا اہتمام۔
4- اسلامی ملکوں کی معاشی ترقی کے لیے اسلامی ترقیاتی بنک اور اسلامی استحکام فنڈ کا قیام۔
5- اسلامی ممالک میں بیرونی جارحیت کے موقع پر رکن ممالک کا مل کر دفاع کرنا۔
6- اسلامی ممالک کے مقبوضہ علاقوں کی بازیابی بالخصوص فلسطین کی آزادی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔
7- غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کے تحفظ کے ضروری اقدامات کرنا۔
8- معاشرتی اور ثقافتی ترقی کے لے اسلامی کمیشن برائے ثقافتی اور سماجی امور کا قیام۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9- اسلامی نظریات کی اشاعت کے لیے اسلامی یونیورسٹیاں قائم کرنا۔

10- غیر جانبدارانہ پالیسی پر عمل کرنا۔

11- اسلامی ممالک کو بڑی طاقتوں کا آلہ کار بننے سے گریز کرنا۔

اسلامی سربراہی کانفرنس کے اجلاس

پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس (رباط، مراکش، 1969ء):

پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس کا اجلاس ستمبر 1969ء میں مراکش کے شہر رباط میں ہوا۔ اس کانفرنس کا افتتاح مراکش کے شاہ حسین دوم نے کیا۔ پاکستان کی نمائندگی جنرل آغا محمد یحییٰ خاں نے کی۔ اس میں 36 مسلمان ممالک کے 25 سربراہان اور 11 نمائندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل امور پر غور کیا گیا:

1- مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی اور آتش زدگی کے واقعہ پر اسرائیل کی شدید مذمت کی گئی۔

2- عرب اسرائیل جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے مشترکہ کوششوں اور باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی اپیل کی گئی۔

3- کانفرنس نے بیت المقدس اور دیگر مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کرنے کا مطالبہ کیا۔

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس (لاہور، پاکستان، 1974ء):

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس فروری 1974ء میں لاہور پاکستان میں منعقد ہوئی۔ شریک سربراہوں میں شاہ فیصل، صدر انور سادات، کرنل قذافی اور شیخ مجیب الرحمٰن کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس کانفرنس میں 39 ملکوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں جو مسائل زیر غور آئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- اس اجلاس میں فلسطین کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر غور کیا گیا اور فلسطینی مہاجرین کے مسائل کو حل کرنے کے لیے تجاویز پیش کی گئیں۔

2- مسلم ممالک سے غربت و افلاس اور جہالت کے خاتمے کے لیے اقدامات پر غور کیا گیا۔ نیز پسماندہ ممالک کی اقتصادی ترقی اور جدوجہد آزادی میں ان کا ساتھ دینے کا عزم کیا گیا۔

3- اس کانفرنس میں اسرائیلی جارحیت کو ختم کروانے اور مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کروانے کے لیے تمام اسلامی ممالک کے وسائل کو بروئے کار لانے کا فیصلہ کیا گیا۔

4- اس میں اسلامی یونیورسٹیوں کے قیام کا بھی فیصلہ کیا گیا۔

5- اسلامک نیوز ایجنسی کے قیام کی تجویز پیش کی گئی۔

6- اس کانفرنس میں پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

7- دوسری سربراہی کانفرنس انتہائی کامیاب رہی اس کے بعد اسلامی ممالک کو "مسلم بلاک" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

تیسری اسلامی سربراہی کانفرنس (طائف، سعودی عرب، 1981ء):

تیسری اسلامی سربراہی کانفرنس جنوری 1981ء میں سعودی عرب کے شہر طائف میں ہوئی۔ اس میں 38 اسلامی ملکوں کے سربراہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے شرکت کی۔اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے کیے گئے:

1- افغانستان سے روسی فوج کے انخلاء کا مطالبہ کیا گیا۔
2- عراق ایران جنگ بند کروانے اور مسلم ممالک کے درمیان تنازعات طے کروانے کے لیے اسلامی امہ امن کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔
3- مسلم ممالک کی دفاعی صلاحیتوں کو بڑھانے اور باہمی تعاون کو زیادہ مؤثر بنانے کی تجاویز پیش کی گئیں۔
4- اس کانفرنس نے اسلامی تجارتی ترقیاتی مرکز اور اسلامی ویلفیئر ایسوسی ایشن کے قیام کا اعلان کیا۔
5- کانفرنس نے مشترکہ جہاز رانی کی تنظیم کے قیام کا بھی فیصلہ کیا گیا۔
6- افغانستان میں روسی مداخلت کی مذمت اور افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت کی گئی۔

چوتھی اسلامی سربراہی کانفرنس (کاسابلانکا، مراکش، 1984ء):

کانفرنس کا چوتھا اجلاس جنوری 1984ء میں مراکش کے شہر کاسابلانکا میں ہوا۔اس کانفرنس میں 43 ممالک کے مندوبین شریک ہوئے۔اس اجلاس میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے کیے گئے:

1- مشرق وسطیٰ کے مسئلے کا حل تنظیم آزادی فلسطین کی مدد سے تلاش کیا جائے۔
2- بوسنیا ہرزگوینا کے عوام کو بحیثیت قوم تمام حقوق فراہم کیے جائیں۔
3- کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے۔
4- عراق ایران جنگ کو فوری بند کیا جائے۔
5- عرب اسرائیل مذاکرات فوری شروع کیے جائیں۔
6- افغانستان میں روسی مداخلت کی مذمت اور افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت۔

پانچویں اسلامی سربراہی کانفرنس (کویت، 1987ء):

پانچویں اسلامی سربراہی کانفرنس امیر کویت شیخ جابر بن احمد الصباح کی سربراہی میں 1987ء میں منعقد ہوئی۔اس کانفرنس میں 44 ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1- عالم اسلام کی یکجہتی، معاشی و تجارتی شعبوں میں تعاون کو فروغ دینا۔
2- فلسطینی عوام کی آزادی اور اسرائیلی عزائم کی مخالفت۔
3- عراق ایران جنگ کا خاتمہ۔
4- افغانستان میں روسی مداخلت کی مذمت اور افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت۔

چھٹی اسلامی سربراہی کانفرنس (ڈاکار، سینیگال، 1991ء):

چھٹی اسلامی سربراہی کانفرنس سینیگال کے دارالحکومت ڈاکار میں بلائی گئی۔اس کانفرنس میں صرف 24 ملکوں کے سربراہان شریک ہوئے۔عراق نے اس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1- کشمیر کے مسئلے کا فوری حل۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ افغانستان کی حمایت اور روسی فوجوں کا انخلاء۔

3۔ مسئلہ فلسطین کی بھرپور حمایت اور اسرائیل کی بھرپور مذمت۔

ساتویں اسلامی سربراہی کانفرنس (کاسابلانکا، مراکش، 1994ء):

ساتویں اسلامی سربراہی کانفرنس کاسابلانکا میں مراکش کے صدر شاہ حسین کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں 51 اسلامی ممالک کے سربراہوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے کیے گئے:

1۔ مسلم ممالک کے درمیان تجارتی، معاشی، سائنسی اور تکنیکی تعاون کو بڑھانا۔

2۔ عالمی سطح پر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کوششیں کرنا۔

3۔ مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کا حل اور پائیدار امن کا قیام۔

4۔ مسلم اقوام کے درمیان موجودہ تنازعات کا پرامن طور پر حل۔

آٹھویں اسلامی سربراہی کانفرنس (تہران، ایران، 1997ء):

آٹھویں اسلامی سربراہی کانفرنس ایران کے شہر تہران میں ایران کے صدر محمد خاتمی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں 53 ممالک کے سربراہوں اور نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔ کانفرنس میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

2۔ مسلم ممالک کے درمیان تجارت، ثقافتی اور معاشی تعلقات کو فروغ دینا۔

3۔ عالم اسلام کو درپیش مسائل کو ختم کرنے کے لیے تعاون بڑھانا۔

اس کانفرنس میں توہین رسالت کے حوالے سے بھی ایک قرارداد منظور کی گئی۔

نویں اسلامی سربراہی کانفرنس (دوحہ، قطر، 2000ء):

نویں اسلامی سربراہی کانفرنس قطر کے امیر شیخ حامد بن خلیفہ ثانی کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں 56 ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔ افغانستان میں افغانوں کی حکومت کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا گیا نیز خانہ جنگی کے خاتمہ پر زور دیا گیا۔

2۔ افغان مہاجرین کی امداد کے لیے فنڈز اکٹھا کرنے پر زور دیا گیا۔

3۔ بوسنیا میں امن کے قیام اور عوام کے مسائل حل کرنے کے لیے اسلامی برادری کو اپنا کردار ادا کرنے کے لیے کہا گیا۔

4۔ کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی بھرپور حمایت کی گئی۔

5۔ عراق سے کہا گیا کہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل کرے۔

6۔ قبرص کے مسئلے پر ترکیوں اور آذربائیجان کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسویں اسلامی سربراہی کانفرنس (پتراجائیا، ملائیشیا، 2003ء):

دسویں اسلامی سربراہی کانفرنس ملائیشیا کے نئے دارالحکومت پتراجائیا میں ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

اس کانفرنس میں کل 57 ملکوں کے سربراہان اور نمائندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

1۔ 9/11 کے واقعے اور دہشت گردی کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔

2۔ مسلم ممالک کے درمیان تعلقات کو فروغ دینے پر زور دیا گیا۔

3۔ عالم اسلام کو درپیش مسائل زیر بحث لائے گئے۔

4۔ مشرق وسطیٰ کی صورتحال کی سنگینی پر غور کیا گیا۔

5۔ افغانستان کے مسئلے پر گہری نظر ڈالی گئی۔

6۔ مسئلہ کشمیر کے پرامن حل تلاش کرنے کے گئے اقوام متحدہ سے درخواست کی گئی۔

حاصل کلام:

اسلامی سربراہی کانفرنس کا قیام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اسلامی دنیا اب متحد ہو گئی ہے اور اب اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی ممکن ہو جائے گی۔ لیکن تیزی سے منزل کی جانب بڑھنے والے اس قافلہ کے راستے میں پہلی مشکل اس وقت کھڑی ہوئی جب شاہ فیصل شہید ہوئے۔ اسلامی کانفرنس کی قیادت ایک ایک کر کے منظر عام سے غائب ہوئی۔ نئے عالمی نظام اور امریکہ کے واحد سپر پاور بننے نے اس کی اہمیت کو گہنا دیا۔ اجلاس نشستند، گفتند اور برخاستند کی مثل ہو گئے ہیں۔ مطالبات ہوتے رہتے ہیں، اجلاس منعقد ہوتے رہتے ہیں لیکن خون مسلم کی ارزانی کم نہیں ہوتی، نہ ہی قافلے سوئے منزل بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر بھی اسلامی ممالک اس پلیٹ فارم سے وفاداری کر رہے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اندرونی چپقلشوں سے چور ملت اسلامیہ ایک مرتبہ پھر بیدار ہو گی اور پھر یہ کانفرنس اسلامی اتحاد کی طرف مضبوط اور جامع پروگرام کے ساتھ قدم بڑھائے گی۔ امید پر دنیا قائم ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

سارے جہاں کی پیاس بجھانی محال ہے
اسلام کے پیالۂ لبریز کے بغیر

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ اقبال کے پچاس منتخب اشعار

از ''صد شعرِ اقبال''

ا۔ عمل:

ناصبوری ہے زندگی دل کی
آہ وہ دل کہ ناصبور نہیں

اس شعر میں علامہ اقبال دل کی زندگی کو بے تابی بے قراری، آرزو جستجو اور جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم قرار دیتے ہیں، اور ہر گھڑی ہر لحہ عمل میں مصروف رہنے تلقین کرتے ہیں۔

۲۔ تہذیب مغرب:

برا نہ مان، ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری

یہ شعر اقبال کے مشرق و مغرب کی تہذیب کے موازنہ کا خوبصورت شاہکار ہے ان کی تہذیب مغرب پر تنقید متعصبانہ نہیں بلکہ عالمانہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ خود آزما کر دیکھ لیں کہ یورپ میں دل یعنی روحانیت کی حالت بدتر ہے اور خرد یعنی عقل سائنس اور ٹیکنالوجی کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

ب۔

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن و دل تیرہ ونگہ بے باک

۳۔ داستانِ حرم:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

علامہ اقبال نے ان دو مصرعوں میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو بیان کر دیا ہے کہ دین اسلام کی ابتدا بھی قربانی سے ہے اور انتہا بھی راہِ خدا میں ظلم واستبداد کے سامنے ڈٹ کر بہادری سے جام شہادت نوش کرنے کا نام ہے۔

۴۔ حرکت:

ہر اک مقام سے آگے نکل گیا مہ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو

علامہ اقبال کے نزدیک حرکت محنت اور سخت کوشی سے ہی انسان کمال اور عروج حاصل کرتا ہے اور انہوں نے اس شعر میں پہلی تاریخ کے چاند کی خوبصورت مثال پیش کی ہے کہ وہ کس طرح آہستہ آہستہ مختلف مراحل طے کرتے ہوئے مکمل چاند کا درجہ حاصل کرتا ہے۔اسی طرح ایک مردِ مومن عشق و مستی کی راہ میں مصیبتیں اور مشقتیں جھیلنے کے بعد معراج کمال پر پہنچے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ مومن ایک عظیم طاقت:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں ''مردِ مومن'' کو ایک عظیم طاقت قرار دیا ہے۔ اقبال کا مردِ مومن اللہ تعالیٰ کا نائب ہے کائنات کی ہر شے اس کیلئے ہے وہ کائنات کو خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ خدائی مقاصد حاصل کرنے کیلئے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتا ہے اور اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشاء کارساز

مردِ مومن کی نگاہ میں اس قدر قوت اور تاثیر ہے کہ وہ تقدیریں بدل کر رکھ دیتی ہے تو اس کی قوت بازو کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس اُن کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

۶۔ فطرت اور خودی:

فطرت کو دکھایا بھی ہے دیکھا بھی ہے تو نے
آئینہ فطرت میں دکھا اپنی خودی کو

اقبال کی شاعری کی اساس ''خودی'' ہے۔ اُن کے خیال میں ''خودی'' شعور ذات اور تکمیل ذات کا نام ہے۔ خودی سے کسی کی انفرادی شخصیت پروان چڑھتی ہے اور اسکی بدولت انسان خوددار اور خود آگاہ بنتا ہے اور خوددار شخص اپنی منازل کی سنگِ راہ خود تراشتا ہے، اُس کا سینہ آرزوؤں اور جستجوؤں سے بھرپور ہوتا ہے اور حق و باطل کے معرکے میں ضربِ کاری لگانا جانتا ہے اور اپنے کردار و عمل سے دنیا کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ بس اس شعر میں اقبال نے یہی فرمایا ہے کہ اے انسان تو نے فطرت کو تو دیکھ لیا ہے اور آئینہ فطرت میں اپنی خودی کو دکھا۔

۷۔ اسلامی تہذیب:

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
مروت حسن عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

علامہ اقبال نے اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں مغربی معترفین کے اسلام کے بارے میں پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسلام کے مجاہدوں اور غازیوں کا بنیادی ہتھیار اخلاق مروت اور رواداری ہے۔ غازیانِ اسلام قتل و غارت گری میں حصہ نہیں لیتے بلکہ انسانیت کی عظمت و تقدیس کو قائم رکھتے ہوئے مجاہدین اسلام اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور دلنوازی کا سلیقہ مسلمانوں کی فطرت میں ہے اور مجاہدین اسلام کا حسن سلوک ہی ان کا حسنِ عالمگیر ہے۔

۸۔ علم اور فقر:

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

اس ایک شعر میں علامہ اقبال نے عقل و خرد اور قلب نگاہ کا فرق واضح کیا ہے۔ علم و عقل کی انتہا بے سکونی، بے تابی اور اضطراب ہے۔ دل اس ہیجان کو دور کر دیتا ہے۔ عقل رہنما ہے منزل نہیں، آنکھ کا نور دل کا نور نہیں۔ بصارت اور بصیرت .... فقر کے سامنے شانِ سکندری بھی، ہیچ ہے۔ فقر دانائے راہ ہے اور علم محض راستہ کا متلاشی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ انسانی عظمت:

وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا
ہر قطرہ ہے بحر بیکرانہ

اللہ تعالیٰ نے آدمی میں بے شمار خوبیاں اور قوتیں پیدا کر کے اس کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس طرح انسان ایک ایسا سمندر ہے جس کا ہر قطرہ بذاتِ خود ایک سمندر ہے۔

۱۰۔ اخوت:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

علامہ اقبال نے اس شعر میں اخوت محبت کا درس دیا ہے اور آج کے دور کی مادی اور انسانی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی افسوسناک صورت حال کا تذکرہ کیا ہے کہ لالچ اور ذاتی مفاد نے انسان کی وحدت اور یکجہتی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

۱۱۔ انسان اور فطرت:

ترے مقام کو اختر شناس کیا جانے
کہ خاک زندہ ہے تو، تابع ستارہ نہیں

انسان کو علامہ اقبال نے ''خاکِ زندہ'' قرار دیا ہے یعنی انسان ایک زندہ وجود ہے اور اپنی تقدیر خود بناتا ہے اس کا مقدر کسی ستارے یا ستارہ شناس کے تابع نہیں ہے کیونکہ ستارہ تو انسان سے کم تر ہے اور انسان لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنی خالق کائنات کا بہترین شاہکار ہے۔

ستارہ کیا تیری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود بلندی افلاک میں ہے خوار زبوں

۱۲۔ خودشناسی:

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک

علامہ اقبال اس شعر میں خودشناسی کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تجھے کائنات کو اور اپنی ذات کو آدھی کھلی آنکھ سے نہیں بلکہ چشم نگراں سے دیکھنا ہے۔

۱۳۔ اسلام:

نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

دینِ اسلام خداشناسی اور عمل صالح پر مبنی ایک مسلسل تحریک کا نام ہے۔

۱۴۔ زندگی:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

اقبال کا یہ شعر عشق و تصوف میں ڈوبا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک زندگی نفع اور نقصان سے بالا ہے۔ یہ کبھی تو انتہائی عزیز ہے اور کبھی اسے اللہ کی راہ میں قربان کرنا پڑتا ہے۔

بقول غالب ؎

جاں دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ مسلمان کی عظمت:

ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

اے مردِ مسلماں اگر تو سچا، خوددار، خودشناس اور کامل مسلمان بن جائے تو تیری تدبیر ہی تیری تقدیر ہے۔

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

۱۶۔ عورت:

جوہرِ مرد عیاں ہوتا ہے بے منت غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود

علامہ اقبال کے ہاں مرد کی قابلیت یا کمال کسی غیر کے احسان کا محتاج نہیں لیکن ہر خاتون کا اپنی خوبی یا جوہر کے اظہار کیلئے غیر کا سہارا درکار رہے۔

۱۷۔ محنت:

ہیں عقدہ کشا یہ خار صحرا
کم کر گلۂ برہنہ پائی

اقبال اپنے کلام میں جہد مسلسل اور عمل پیہم کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ اس شعر میں انسان کو زندگی کے پرخار راستوں پر چلنے کی ہمت اور حوصلہ کا پیغام دیتے ہوئے زندگی کی مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا درس دیا ہے۔

۱۸۔ دین وسیاست:

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری

حضور اکرم ﷺ ہی کا یہ اعجاز ہے کہ آپ ﷺ بشیر بھی ہیں (یعنی خوشخبری دینے والے) اور نذیر بھی (یعنی اللہ کی طرف سے ڈرانے والے)

لیکن یہاں بشیری کا لفظ دین ومذہب کیلئے اور نذیری کا مطلب حکومت وسیاست کی علامت ہے۔ یعنی دین اور سیاست الگ الگ نہیں ہے۔ سیاست بھی دین کا حصہ ہے۔ سیاست کو اسلامی اصولوں اور اخلاقی قدروں کا پابند ہونا چاہئے۔

؎ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

۱۹۔ امروزوفردا:

وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

اقبال مسلمانوں کی پستی زوال اور انحطاط کی وجہ کو وقت کی قدر نہ کرنا سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں جس قوم کا زمانہ حال ٹھیک نہیں ان کا مستقبل بھی محفوظ نہیں۔

۲۰۔ خودی:

مہ و ستارہ، مثال شرارہ، یک دو نفس
مئے خودی کا ابد تک سرور رہتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقبال نے خودی کو مختلف پہلوؤں اور خوبیوں سے اجاگر کیا ہے۔اقبال کی نظروں میں خود آگاہ انسان خدا کا محبوب ہوتا ہے جس قدر خودی مضبوط ہوگی زندگی بھی اسی قدر پائیدار ہوگی۔ چاند اور ستارے شعلہ کی مانند ایک یا دو سانسوں تک چمک کر بجھ جاتے ہیں لیکن خودی کی شراب کا ذائقہ اور سرور قیامت تک رہتا ہے۔

۲۱۔ خرد اور جنون:

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اقبال فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں عقل اور خرد کے مسائل اور فلسفہ تو سلجھا تا رہا ہوں لیکن اب مجھے صاحب عشق بنا دے اور اقبال نے یہاں جنوں کو عشق و مستی اور عرفان کے معانی میں استعمال کیا ہے۔صاحب جنوں اور صاحب علم و حکمت زندگی کے اسرار و رموز سے صحیح معنوں میں آشنا ہوتا ہے۔

؎ عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

۲۲۔ قرآن:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

علامہ اقبال کے نزدیک مسلمانوں کا عروج و زوال قرآن مجید سے وابستہ ہے اور قرآن کا فہم ہی مسلمان کو بصیرت عطا کرتا ہے اور جب اس کی تعلیمات دل میں داخل ہوتی ہیں تو کردار بدل جایا کرتے ہیں اور قرآن کے نور سے فیضیاب ہو کر نئے دستور مرتب کرتے ہیں۔

۲۳۔ قوم کی غلطی نا قابل معافی:

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اس شعر میں علامہ اقبال نے قوموں کے عروج و زوال کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ چند افراد کی بداعمالیوں اور گناہوں سے درگزر تو کر سکتے ہیں لیکن جب پوری قوم یا ملت گناہوں میں ملوث ہو جائے تو اسے ضرور اس کے گناہوں کی سزا مل کر رہتی ہے۔

۲۴۔ بے یقینی:

سُن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی

اس شعر میں علامہ اقبال نے بہت خوبصورت انداز میں "یقین" کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے موجودہ تہذیب سے محبت کرنے والے انسان میری بات کو غور سے سن کہ بے یقینی اور مایوسی غلامی سے بدتر ہے۔

؎ یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵۔ لاالہ الااللہ: وہ ملت، روح جس کی لا سے آگے بڑھ نہیں سکتی
یقیں جانو، ہوا لبریز اُس ملت کا پیمانہ

ضرب کلیم سے لی گئی نظم کے اس شعر میں اقبال فرماتے ہیں کہ وہ قوم یا ملت جس کی روح لا یعنی نفی سے آگے بڑھ کر اثبات کے مراحل کو طے نہیں کرتی تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی۔ اس بات کا بہترین اظہار کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمد الرسول اللہ سے سے ہوتا ہے لا اور اِلاّ لازم و ملزوم ہیں۔ پہلے غیر اللہ کی نفی کی جائے اور پھر سچے دل سے اس کو ہی معبود مانا جائے۔ یوں ایک مسلمان کے ایمان کی تکمیل نفی اور اثبات پر ہے۔

۲۶۔ فیض عام: اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

اقبال کو حبشی بلال سے بہت زیادہ عقیدت تھی بہت سے اشعار میں بلالؓ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس شعر میں بھی بلالؓ کی رسول اکرم ﷺ کی نسبت اور فیض کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رومی یعنی (سکندر اعظم) مشہور فاتح اور کشورنسا کو جاننے والا اور یاد کرنے والا کوئی نہیں وہ لوگوں کے دلوں میں نہیں رہتا بلکہ مر کر مٹی میں مٹی ہو گیا ہے جبکہ حبشہ کے بلالؓ کو ایسی حیات ابدی نصیب ہوئی کہ وہ مکہ کی گلیوں میں چلتا ہے تو اس کے چلنے کی آواز جنت میں سنائی دیتی ہے۔ بلالؓ کا یہ مقام آن حضرت ﷺ کی تعلیمات کا مظہر تھا۔

ے کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۲۷۔ حفاظت: حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری

نوجوانانِ ملت اگر اپنے اندر سختی مضبوطی اور اپنی خودی میں شاہین کی سی قوت پیدا کریں گے تو تب ہی ملت اسلامیہ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے سکیں گے۔ کیونکہ اگر کانٹا ریشم کی طرح نرم و نازک ہو تو پھول کی حفاظت کیسے ممکن ہے۔

ے بے معرکہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

۲۸۔ صلاحیت: نو مید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

ملت اسلامیہ کے رہنماؤں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے حکیم و عقلمند رہنما تو ناامید نہ ہو کیونکہ یہ مسافر (ملت اسلامیہ کے نوجوانان) ذرا سست تو ہیں لیکن دین و مذہب اور اسلامی تہذیب و تمدن سے بیگانہ نہیں۔

ے نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۔ شاعر:

جمیل تر ہیں گل و لالہ فیض سے اس کے
نگاہ شاعر رنگیں نوا میں ہے جادو

ایک باکمال شاعر کے کمال فن کا ذکر کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ اس کے فیض سے گل ولالہ پہلے سے بڑھ کر خوبصورت نظر آتے ہیں رنگین نوا شاعر کا فن جادو کا اثر دکھاتا ہے وہ اشیاء کو اس قدر حسین وجمیل بنا کر پیش کرتا ہے کہ ہر کوئی اسے دیکھنا اور سراہنا پسند کرتا ہے۔

۳۰۔ اصلِ حیات:

مرد خدا کا عمل، عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

مردِ مومن کا عمل عشق سے وابستہ ہے اور عشق زندگی کی اصل حیات اور سرمایہ ہے اسے موت نہیں۔ عشق اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے گہری وابستگی تسلیم ورضا کا پیکر بننے کا نام ہے۔

ے صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

۳۱۔ مسلمان کا نصب العین:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

اقبال کے ہاں مردِ مسلمان ایک آفاقی اور عالمگیر ہستی ہے اور تمام دنیا کا مالک ہے۔ یہ دنیا مومن کیلئے ہے مومن دنیا کیلئے نہیں۔ مردِ مومن دنیا اور مادہ پرستی سے بے نیاز ہو جاتا ہے دنیا سے محبت کافر کا شیوہ ہے۔

ے کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

۳۲۔ نیا زمانہ:

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک

اقبال عصر حاضر پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں بصارت تو ہے مگر بصیرت نہیں، روشن دماغ تو ہے مگر دل بے نور سیاہ اور نگاہ میں حیا باقی نہیں ہے۔ اس دور میں عقل وخرد ٹیکنالوجی نے تو بے پناہ ترقی کر لی ہے لیکن دل کی دنیا تاریک ہو گئی ہے۔

ے جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

۳۳۔ جدید تمدن:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی منزل کو سر کر نہ سکا

زمانہ حاضر کا انسان عقلی اور سائنسی اعتبار سے تو بہت ترقی کر چکا ہے۔ لیکن انسانی جذبات خیالات، اقدار اور روحانیات اور عشق و مستی کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۴۔ قلب ونظر کی حفاظت:

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب

علامہ اقبال نے دل ونظر کی حفاظت پر زور دیا ہے اور فرمایا کہ مہ وستارہ یعنی چمکتی دمکتی چیزوں پر دھیان نہ کر کیونکہ یہ زندگی کے سمندر کے بھنور اور چکر ہیں ان میں پھنس کر انسانی زندگی تباہ و برباد ہوسکتی ہے۔

۳۵۔ کائنات:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ کائنات اپنے تکمیلی مراحل میں سے گزر رہی ہے ہر لحہ اور ہر وقت اس کے اندر کچھ نہ کچھ نئے عناصر اور واقعات کا ظہور ہو رہا ہے۔ اللہ کی طرف سے ''کن'' کا حکم مسلسل صادر ہو رہا ہے اور اس کی مسلسل تعمیل ہو رہی ہے۔ فیکون

۳۶۔ قوت:

مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی
ترے نصیب فلاطوں کی تیزی ادراک

علامہ اقبال نے عقل وخرد اور عشق و مستی کے مابین بہت دلنشیں انداز میں تقابل پیش کیا ہے اور عقل وخرد کے مقابلے میں عشق ومعرفت کو ترجیح دی ہے۔ عشق ومعرفت کی علامت حضرت علیؓ کی طاقت ہے اور عقل وخرد یونانی حکیم افلاطون کی طرف اشارہ ہے۔ افلاطون کی شہرت اس کا علم اور دانش ہے جس پر اقبال نے ترجیح دی ہے شاہ مرداں شیرِ یزداں حضرت علیؓ کے عشق مستی وتصوف، زہد وتقویٰ، بہادری اور شجاعت کو۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

۳۷۔ توحید:

خودی کا سرِ نہاں، لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں، لا الہ الا اللہ

خودی انسانی شخصیت کی پہچان، تعمیر وتشکیل اور عزت وغیرت کا نام ہے اور خودی کا راز صرف لا الہ الاّ اللہ میں پوشیدہ ہے اور اس کو تیز کرنے والی چیز صرف اور صرف لا اِلٰہ الاّ اللہ ہے۔

۳۸۔ ہمت:

ہمتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

اس شعر میں اقبال نے خودار اور محنتی لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ عالی ہمت لوگ تو دریا کو بھی بطورِ احسان قبول نہیں کرتے اور اے غنچہ کی مانند غافل انسان تو شبنم کے چند قطروں کے احسان تلے دب گیا ہے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

۴۰۔ ذکر وفکر:

مقامِ ذکر کمالاتِ رومی و عطار
مقامِ فکر مقالاتِ بوعلی سینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ اقبال نے "ذکر" اور "فکر" کو الگ الگ انداز سے بیان کیا ہے کہ جب کوئی بندہ مقامِ ذکر پر فائز ہوتا ہے تو روحانی مرتبہ حاصل کر کے رومی اور عطار بن جاتا ہے۔ یہ دونوں بہت بڑے بزرگ ہیں اور مقامِ فکر حاصل کر کے بوعلی سینا فلسفی بن جاتا ہے۔

۴۱۔ معراج:
ناوک ہے مسلماں، ہدف اس کا ثریا
ہے سِرِ سرا پردۂ جاں، نکتۂ معراج

ایک مردِ مسلمان ایسے تیر کی مانند ہے جس کا نشانہ آسمان کے بلند ترین ستاروں سے بھی آگے ہے۔ اس کی مثال اقبال نے واقعہ معراج کی طرف اشارہ کر کے دی ہے۔

؎ سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

۴۲۔ عصرِ حاضر کا مسلمان:
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

آج کا مسلمان تن آسانی اور بے عملی کا شکار ہو گیا ہے۔ آج اس کے عمل کا انداز یہ ہے کہ وہ تقدیر کے رحم و کرم پر ہے اور ایک وقت وہ تھا کہ یہی مسلمان اللہ کا مجاہد اور خدائی قوت کا مظہر تھا کہ خدا کی تقدیر اس کے ارادے سے ظاہر ہوتی تھی۔

۴۳۔ قائد:
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ اقبال کا یہ بہت مشہور شعر اکثر مقامات بے لوث قیادت کا حوالہ دیتے ہوئے بولا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلص اور ہمدرد لیڈر روز روز پیدا نہیں ہوتے بلکہ قومیں اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگا کرتی ہیں تو تب کہیں جا کر دیدہ ور قائد پیدا ہوتا ہے۔

۴۴۔ دل:
تو عرب ہو یا عجم ہو، ترا لا الٰہ الا
لغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی

اے مسلمان تیرا تعلق عرب سے ہو عجم سے تیرا ایمان تب کامل ہوگا جب تو دل سے توحید و رسالت کی گواہی دے گا۔

؎ زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

۴۵۔ کفر و اسلام:
ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

حق و باطل کی جنگ روزِ اول سے جاری ہے باطل نے ہمیشہ حق کو دبانے کی کوشش کی لیکن بالآخر فتح حق کی ہوئی۔

؎ موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید

۴۶۔ حق و صداقت:
حقیقت ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام شبیر لازوال اور ابدی اور دوام ہے۔امام حسینؓ حق وصداقت کی قوت ہیں اور قیامت تک ان کا نام اور مقام بلند ہوتا رہے گا۔ جبکہ بدی کی قوتوں کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ بدی اور شر کی طاقتوں کے انداز اور طریقے بدلتے رہتے ہیں لیکن حق ہمیشہ حق ہی رہتا ہے۔

۴۷۔ اسلامی تہذیب:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا عدل حیدرؓ، فقر بوذرؓ، صدق سلمانیؓ

اقبال نے ایک شعر میں اسلامی تاریخ کے مختلف ابواب کی تاریخ رقم کر دی ہے اور مسلمانان عالم کو درد دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج بھی اگر علیؓ جیسا زور، جو روکھی سوکھی کھاتے تھے لیکن عشق رسول کی بدولت قوت ایمانی میں یکتا تھے فاتح خیبر اور شیر خدا تھے، حضرت ابوذر غفاریؓ جیسا فقر اور حضرت سلمان فارسیؓ جیسا صدق پیدا ہو جائے تو اسلام کا بول بالا ہو سکتا ہے۔

۴۸۔ آئین نو:

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

اس شعر میں علامہ اقبال نے قدامت پسندی کی روش کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ نئے طور طریقوں سے ڈرتے ہیں اور فرسودہ رسومات اور پرانی ڈگر پر چلنا پسند کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی یہی روش ان کی قومی زندگی کے سفر میں مشکل مرحلہ ہوتی ہے۔

۴۹۔ تلخ نوائی:

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

تن آسانی اور عیش وعشرت میں پڑے ہوئے نوجوانوں کو نجات کا راستہ بتلاتے ہوئے اقبال دین اسلام کی سچی اور ابدی تعلیمات کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرماتے ہیں اور اقبال کا یہ پیغام بعض جدیدیت کے علمبرداروں کی نظر میں بہت کڑوا ہے لیکن اس کے اندر کڑواہٹ نہیں بلکہ تریاق پوشیدہ ہے اور دنیاوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے۔

۵۰۔ ضرب مومن:

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشاد شرق و غرب
تیغ ہلال کی طرح، عیش نیام سے گزر

مرد مومن ایک سچا مسلمان ہوتا ہے۔اس کی نگاہ سے تقدیر بدل جایا کرتی ہے اور اس کی ضرب پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو مادیت پسندی اور نفسانی خواہشات اور عیش وعشرت سے محفوظ رکھتا ہے۔اس شعر میں اقبال مرد مومن سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تجھی سے مشرق ومغرب میں ہنگامہ ہے تجھے چاہئے کہ تو تیغ ہلال کی طرح آرام وسکون سے باز رہ کیونکہ تو صرف عمل یقین محکم اور پیہم سے ہی ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر سوالات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 1

نظریہ پاکستان

س1: نظریہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔

س2: نظریہ پاکستان کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: نظریہ پاکستان سے مراد برصغیر کے تاریخی تناظر میں مسلمانوں کا وہ تصور ہے جسکی بنیاد پر مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ پاکستان درحقیقت نظریہ اسلام کا دوسرا نام ہے۔ یہی وہ نظریہ تھا جو پاکستان کے حصول کی بنیاد بنا۔ علی عباس نظریہ پاکستان کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"نظریہ پاکستان اور اسلام ہم معنی ہیں"

س3: دو قومی نظریہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: دو قومی نظریہ سے مراد یہ ہے کہ برصغیر میں دو بڑی قومیں آباد ہیں۔ ہندو اور مسلمان۔ یہ دونوں قومیں رنگ، نسل، زبان، مذہب، رسوم و رواج، تہذیب و ثقافت الغرض ہر اعتبار سے علیحدہ ہیں۔

س4: قائداعظم نے قومیت کی تعریف کن الفاظ میں کی؟

جواب: قائداعظم نے دو قومی نظریے کی حمایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"قومیت کی جو تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے الگ قوم ہیں اور وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنی الگ مملکت قائم کر لیں۔ مسلمانوں کی تمنا ہے کہ وہ اپنی روحانی، اخلاقی، تمدنی اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کی کامل ترین نشوونما کریں۔ اس مقصد کے لیے وہ جو بھی طریقہ اپنانا چاہیں اپنائیں۔"

س5: قائداعظم نے نظریہ پاکستان کی تشریح کن الفاظ میں کی؟

جواب: قائداعظم نے فرمایا کہ:

"پاکستان تو اُسی روز وجود میں آ گیا تھا جب پہلا ہندوستانی باشندہ مسلمان ہوا تھا۔ پاکستان کی تمام تر اساس اسلام ہے۔ اور یہی وہ لائحہ عمل اور جذبہ ہے جو پاکستان کی تحریک کا باعث بنا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س6: قائداعظم نے دوقومی نظریے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: قائداعظم نے دوقومی نظریہ کی تعریف ان الفاظ میں کی:

"ہندو اور مسلمان دو علیحدہ مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو بالکل مختلف عقائد پر قائم ہیں اور مختلف نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔ دونوں قوموں کے ہیروز، کہانیاں اور واقعات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہذا دونوں قوموں کو ایک لڑی میں پرونے کا مقصد برصغیر کی تباہی ہے۔ برطانوی حکومت کے لیے بہتر ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے برصغیر کی تقسیم کا اعلان کرے جو کہ تاریخی اور مذہبی لحاظ سے ایک صحیح قدم ہوگا۔"

س7: علامہ اقبال نے نظریہ پاکستان کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: 1930ء کو آلہ آباد کے مقام پر تاریخی خطبہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کو بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت تمدنی قوت زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے ہندوستان میں اسلامی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کر رہا ہوں۔"

س8: نظریہ پاکستان کے اجزائے ترکیبی بیان کریں۔

جواب: نظریہ پاکستان کی بنیاد دراصل اسلام ہے اس لیے اسلام کے اجزا کے ترکیبی نظریہ پاکستان کی بھی بنیاد ہیں۔

1- عقائد 2- عبادات 3- جمہوری روایات 4- حقوق وفرائض

5- مساوات اور اخوت 6- عدل وانصاف اور رواداری وغیرہ

س9: قیام پاکستان کے چار اغراض ومقاصد لکھیں؟

جواب: 1- مسلم تہذیب وثقافت کا تحفظ 2- انگریزوں اور ہندوؤں سے نجات

3- معاشرتی، معاشی اور تمدنی تحفظ 4- مذہبی تحفظ

س10: نظریہ پاکستان کی اہمیت دو نکات سے واضح کریں؟

جواب: 1- نظریہ پاکستان مسلمانوں کے اتحاد کا ضامن بنا۔

2- نظریہ پاکستان کی وجہ سے مسلمان علیحدہ وطن پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 2

نظریہ پاکستان کا تاریخی پہلو

س1: محمد بن قاسم نے کب اور کس کو شکست دے کر سندھ کو فتح کیا؟

جواب: محمد بن قاسم نے 712ء میں راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ کو فتح کیا۔

س2: باب الاسلام کس صوبہ کو کہا جاتا ہے اور کیوں؟

جواب: صوبہ سندھ کو باب الاسلام کہا جاتا ہے کیونکہ

1- برصغیر میں اسلام باضابطہ طور پر سندھ کے راستے پھیلا

2- سندھ میں نامی گرامی علماء کرام پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام کو پورے برصغیر میں پھیلایا۔

3- محمد بن قاسم وہ پہلے مسلم حملہ آور تھے جنھوں نے سب سے پہلے سندھ کو فتح کیا اور ان کے بعد مسلمان 300 سال تک سندھ پر حکمرانی کرتے رہے۔

س3: سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پر کب اور کتنے حملے کیے؟

جواب: سلطان محمود غزنوی نے گیارھویں صدی میں برصغیر پر سترہ حملے کیے اور اپنے آخری حملے میں انہوں نے سومنات کے مندر کو توڑ کر ہندوؤں کا غرور خاک میں ملا دیا۔

س4: برصغیر میں مسلمانوں کی باقاعدہ سلطنت کب اور کس نے قائم کی؟

جواب: برصغیر میں مسلمانوں کی باقاعدہ سلطنت 1206ء میں قطب الدین ایبک نے قائم کی۔

س5: مغلیہ خاندان نے کب اور کس کو شکست دے کر برصغیر پر اپنی حکومت قائم کی؟

جواب: ظہیر الدین بابر مغلیہ حکومت کا برصغیر میں بانی تھا۔ اس نے 1526ء میں پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر برصغیر پر مغلوں کی حکومت کی بنیاد رکھی۔

س6: مغلیہ حکومت کب تک برصغیر پر قائم رہی؟

جواب: مغلیہ حکومت کی ظہیر الدین بابر نے 1526ء میں بنیاد رکھی۔ یہ حکومت کسی نہ کسی طرح 1857ء کی جنگ آزادی تک قائم رہی۔ بہادر شاہ ظفر مغلوں کا آخری حکمران تھا۔

س7: حضرت مجدد الف ثانیؒ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ اُن کا اصل نام کیا تھا؟

جواب: حضرت شیخ احمد سرہندی آپ کا اصل نام تھا۔ آپ 1564ء کو سرہند میں پیدا ہوئے۔

س8: حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کب وفات پائی؟

جواب: حضرت مجدد الف ثانیؒ نے 1624ء میں وفات پائی اس وقت آپ کی عمر مبارک 60 سال تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س9: حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اہم مذہبی خدمات کیا تھیں؟

جواب: 1- اسلام کی تبلیغ 2- دین الٰہی کی مخالفت
3- جہانگیر کے سجدہ تعظیمی کی مخالفت 4- دو قومی نظریہ کی حمایت

س10: حضرت شاہ ولی اللہؒ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: حضرت شاہ ولی اللہؒ 1703ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

س11: حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کب اور کہاں وفات پائی؟

جواب: حضرت شاہ ولی اللہؒ نے 1762ء کو دہلی میں وفات پائی۔

س12: حضرت شاہ ولی اللہؒ کا اصل نام کیا تھا؟ نیز آپ کے والد محترم کا نام بھی بتائیں۔

جواب: حضرت شاہ ولی اللہؒ کا اصل نام قطب الدین احمد تھا جبکہ آپ کے والد محترم کا نام شاہ عبدالرحیم تھا۔

س13: اورنگ زیب عالمگیر نے کب وفات پائی؟

جواب: اورنگ زیب عالمگیر نے 1707ء میں وفات پائی۔

س14: حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اہم مذہبی خدمات کیا تھیں؟

جواب: 1- قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ
2- آپ نے حدیث کی کتاب موطا کی عربی اور فارسی میں تشریح کی۔
3- آپ حدیث کے استاد تھے۔ 4- آپ نے مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کی۔

س15: حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اہم سیاسی خدمات کیا تھیں؟

جواب: 1- آپ نے نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کو مرہٹوں کو کچلنے کے لیے خطوط لکھے۔
2- آپ نے حجۃ اللہ البالغہ کے نام سے مشہور کتاب لکھی جس میں آپ نے سیاسی نظریات کی بھرپور طریقے سے عکاسی کی۔
3- آپ نے دو قومی نظریہ کی بھرپور حمایت کی۔

س16: قرآن پاک کا سب سے پہلے اردو میں ترجمہ کس نے کیا؟

جواب: حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بیٹوں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے قرآن پاک کا اُردو میں ترجمہ کیا۔

س17: سید احمد بریلویؒ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: سید احمد بریلویؒ 1786ء کو لکھنو کے قریب ایک قصبے رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔

س18: تحریک مجاہدین کب شروع ہوئی؟ اس کے بانی کون تھے؟

جواب: سید احمد بریلویؒ نے 1823ء میں تحریک مجاہدین کی بنیاد رکھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س19: سید احمد بریلویؒ نے اکوڑہ پر کب حملہ کیا؟

جواب: سید احمد بریلویؒ نے 1826ء میں اکوڑہ پر حملہ کر کے سکھوں کو شکست دی۔

س20: سید احمد بریلویؒ نے پشاور کو کب اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا؟

جواب: سید احمد شہید بریلویؒ نے 1826ء میں پشاور میں تحریک مجاہدین کا ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔

س21: سید احمد بریلویؒ نے کب اور کہاں شہادت پائی؟

جواب: سید احمد بریلویؒ بالاکوٹ کے مقام پر 1831ء میں شہید ہوئے۔

س22: سرسید احمد خاںؒ کی تحریکِ علیگڑھ کے کیا مقاصد تھے؟

جواب: جنگِ آزادی کے بعد سرسید احمد خاں کی حیثیت سیاسی مسیحا سے کم نہ تھی۔ مسلمانانِ برصغیر کے وجود کو قائم رکھنے کے لیے آپ آگے بڑھے اور انگریزوں کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے اس سلسلے میں تحریک علی گڑھ کا آغاز کیا۔ جس کے درج ذیل مقاصد تھے۔

1- حکومت اور مسلمانوں کے درمیان اعتماد بحال کرنا

2- مسلمانانِ برصغیر کو جدید علوم اور انگریزی زبان سیکھنے کی طرف راغب کرنا۔

3- مسلمانانِ برصغیر کو سیاست سے باز رکھنا۔

س23: تحریک علیگڑھ کی سیاسی خدمات بیان کریں۔

جواب: سرسید احمد خاں نے 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کے لیے مندرجہ ذیل سیاسی خدمات سرانجام دیں:

1- جنگِ آزادی کے بعد سرسید احمد خاں کی حیثیت سیاسی مسیحا سے کم نہ تھی۔

2- آپ نے "رسالہ اسباب بغاوتِ ہند" لکھا جس میں جنگِ آزادی کے اصل حقائق بیان کیے گئے تاکہ انگریزوں کو جنگ کے حقیقی اسباب سے آگاہ کیا جا سکے۔

3- آپ نے 1867ء میں دو قومی نظریہ پیش کیا اور برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ قوم کا لفظ استعمال کیا۔

4- سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کو عملی سیاست سے دور رہنے اور تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا اس کے علاوہ آپ نے کانگرس سے بھی مسلمانوں کو دور رہنے کا مشورہ دیا۔

س24: سرسید احمد خان کے قائم کردہ چند تعلیمی اداروں کے نام لکھیں۔

جواب: 1- آپ نے 1859ء میں مرادآباد میں فارسی سکول قائم کیا۔

2- 1863ء میں آپ نے غازی پور میں سائنٹیفک سوسائٹی اور سکول کی بنیاد رکھی۔

3- 1875ء میں آپ نے علیگڑھ میں ایم۔اے۔او سکول کی بنیاد رکھی جو 1877ء میں کالج اور آپؒ کی وفات کے بعد 1920ء میں یونیورسٹی بنا۔

4- آپ نے علیگڑھ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی جس کے اجلاس بعد میں پورے برصغیر میں کروائے گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س25: سرسید احمد خاںؒ نے مسلمانوں کو کانگرس سے دور رہنے کا مشورہ کیوں دیا؟

جواب: سرسید احمد خاںؒ یہ سمجھتے تھے کہ کانگرس صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے اور یہ جماعت صرف ہندو مفادات کے لیے کام رہی ہے، یہ مسلمانوں اور دیگر اقوام کی نمائندہ جماعت نہیں ہے۔ اس لیے سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کو کانگرس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا۔

س26: انجمن حمایت اسلام کب قائم ہوئی اور اس کے بانی کون تھے؟

جواب: انجمن حمایت اسلام 1884ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بانی خلیفہ حمید الدین تھے جبکہ اس انجمن کے پلیٹ فارم سے منشی چراغ دین، منشی عبدالرحیم، میر شمس الدین اور ڈاکٹر محمد دین ناظرؔ جیسے لوگوں نے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔

س27: سرسید احمد خاں نے دو قومی نظریے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: سرسید احمد خاں نے 1867ء میں برملا کہہ دیا تھا کہ "ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں وہ ایک دوسرے میں جذب نہیں ہو سکتیں"۔ سرسید احمد خان دراصل وہ پہلے لیڈر تھے جنھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے سب سے پہلے لفظ "قوم" استعمال کیا۔

س28: تحریک دیوبند کے تین مقاصد تحریر کیجیے۔

جواب:
1۔ مذہبی تعلیم کا فروغ
2۔ بدعات سے نجات
3۔ مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح

س29: ندوۃ العلماء کے چار اغراض و مقاصد بیان کیجیے۔

جواب:
1۔ نصاب تعلیم کی اصلاح
2۔ علماء کے باہمی نفاق کا خاتمہ
3۔ جدید اور قدیم علوم میں ہم آہنگی
4۔ مسلمانوں کے فقہی مسائل میں راہنمائی

س30: انجمن حمایت اسلام کے چار اغراض و مقاصد تحریر کیجیے۔

جواب:
1۔ سماجی و ثقافتی ترقی
2۔ تعلیمی اداروں کا قیام
3۔ اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کا جواب دینا
4۔ مسلمانوں کو سیاسی غور پر منظم کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 3

تاریخ پاکستان

س1: مسلم لیگ کب اور کہاں قائم ہوئی؟ اس کے بانی کون تھے؟

جواب: مسلم لیگ 30 دسمبر 1906ء کو ڈھاکہ میں قائم ہوئی۔ اس کے بانیوں میں نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، حکیم اجمل خان آف دہلی، نواب سلیم اللہ خاں اور سر آغا خاں نمایاں تھے۔

س2: کابینہ مشن پلان کے نکات بیان کریں؟

جواب: 16 مئی 1946ء کو برطانوی حکومت کے تین وزراء نے سیاسی جماعتوں کے نمائندوں سے ملاقات کے بعد ایک منصوبے کا اعلان کیا۔ جس کے نمایاں پہلو مندرجہ ذیل تھے:

1- برصغیر میں یونین قائم کی جائے گی جو امور خارجہ، دفاع اور رسل ورسائل کی ذمہ دار ہوگی۔
2- مرکزی امور کے علاوہ باقی تمام اختیارات صوبوں کو دیے جائیں گے۔
3- صوبوں کو اختیار ہوگا کہ وہ باہم گروپ بنالیں اور ہر گروپ اپنا دستور مرتب کرے۔
4- ہر دس سال کے بعد صوبوں کو اختیار ہوگا کہ وہ کثرت رائے سے آئین میں تبدیلی کا مطالبہ کر سکیں۔

س3: تحریک خلافت کے کیا مقاصد تھے؟

جواب: برصغیر کے مسلمانوں نے نومبر 1919ء میں آل انڈیا سنٹرل خلافت کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے تین مقاصد تھے:

1- ترکی کی خلافت قائم رکھی جائے۔
2- مسلمانوں کے مقدس مقامات ترکوں کی حفاظت میں رہیں۔
3- ترکوں کی سلطنت کی حدود وہی رہنے دی جائیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔

س4: وہ کیا اہم محرکات تھے جن کی بنا پر مسلم لیگ قائم ہوئی؟

جواب:
1- تقسیم بنگال اور ہندوؤں کا ردعمل
2- انگریزوں کا رویہ
3- مسلمانوں کی محرومیت
4- مسلمانوں کو سیاسی طور پر نظر انداز کیا جانا
5- شملہ وفد کی کامیابی

س5: 3 جون 1947ء کے منصوبے سے کیا مراد ہے؟

جواب: 3 جون 1947ء کا منصوبہ برصغیر کی تقسیم کا منصوبہ تھا جس کی رو سے اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ 14 اور 15 اگست 1947ء کی درمیانی شب تک اقتدار ہندوستانیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ 3 جون کے منصوبے کی اہم شقیں مندرجہ ذیل تھیں:

1- پنجاب اور بنگال کی اسمبلیوں کے ہندو اور مسلمان اراکین کے الگ الگ اجلاس ہوں گے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ دونوں صوبوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے گا جس کے لیے ایک حد بندی کمیشن مقرر ہوگا۔

-2 سندھ اسمبلی کثرت رائے سے صوبے کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔

-3 صوبہ سرحد اور سلہٹ (آسام) کے عوام پاکستان یا بھارت میں شمولیت کا فیصلہ استصواب رائے (ریفرنڈم) کے ذریعے کریں گے۔

-4 بلوچستان کا فیصلہ شاہی جرگہ کرے گا۔

-5 صوبہ سرحد میں بھی ریفرنڈم منعقد کروایا جائے گا۔

س6: 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے برصغیر میں کتنی نشستیں حاصل کیں؟

جواب: 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام نشستیں جیت لیں جبکہ صوبائی اسمبلی کی تقریباً 90 فیصد مسلم نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ صوبائی اسمبلی کی کل 495 نشستوں میں سے مسلم لیگ نے 434 نشستیں جیتیں۔

س7: تقسیمِ بنگال کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: 1905ء کو برطانوی حکومت نے انتظامی نکتہ نظر سے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ مشرقی بنگال کے صوبے میں مسلمان اکثریت میں تھے اس لیے مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کی آزادی ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے تقسیم کی مخالفت کرنا شروع کر دی جس کو مدِنظر رکھتے ہوئے برطانوی حکومت نے 1911ء میں تنسیخ بنگال کا اعلان کر دیا۔

س8: 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے صوبہ پنجاب میں کتنی نشستیں جیتیں؟

جواب: مسلم لیگ نے پنجاب کی صوبائی مسلم نشستوں میں 86 میں سے 75 نشستیں جیتیں 4 ممبران بعد میں شامل ہونے کی وجہ سے مسلم نشستوں کی تعداد 79 ہوگئی۔

س9: ریڈکلف ایوارڈ نے پاکستان کے ساتھ کیا ناانصافیاں کیں؟

جواب: -1 مشرقی پنجاب کے مسلم اکثریت کے کئی علاقے تحصیل فیروز پور، ضلع گورداس پور وغیرہ بھارت کو دے دیے گئے۔

-2 پاکستان کو وسیع زرخیز علاقوں سے محروم کر دیا گیا۔

-3 پاکستان کو ستلج، بیاس اور راوی کے پانی سے محروم کر دیا گیا۔

-4 گورداس پور کے راستے بھارت کو کشمیر تک زمینی راستہ فراہم کیا گیا۔

س10: گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم کی خدمات بیان کیجیے۔

جواب: -1 انتظامی ڈھانچہ کی بہتری کے لیے کمیٹی تشکیل دی گئی جسکا چوہدری محمد علی کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔

-2 آپ نے سول سروسز کا اجراء کیا اور سول سروس اکیڈمی بنائی۔

-3 اکاؤنٹس اور فارن سروس کا آغاز کیا۔

-4 بحری و بری افواج کو بہتر حالت میں لانے کے لیے ہیڈکوارٹر بنائے۔

-5 اسلحہ فیکٹری کا قیام بھی آپ کے دور میں ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6- ہوائی کمپنی سے معاہدہ کیا جس کی وجہ سے ہندوستان سے سرکاری ملازمین کی نقل وحمل شروع ہوئی۔

7- پاکستان کا سیکرٹریٹ بنایا اور سرکاری ملازمین کو مکمل دیانتداری اور ایمانداری سے کام کرنے کی تلقین کی۔

8- آپ نے کراچی کو فوری طور پر پاکستان کا دارالخلافہ بنایا۔

س 11: بلوچستان میں مسلم لیگ کی برانچ کب اور کس نے قائم کی؟

جواب: بلوچستان ایک پسماندہ علاقہ تھا اس لیے اس صوبے میں سیاسی بیداری بہت دیر سے ہوئی۔ بلوچستان میں مسلم لیگ کا قیام 1939ء میں ہوا جس کا سہرا قاضی محمد عیسیٰ کے سر ہے۔ 1940ء کی قرارداد لاہور کی قاضی محمد عیسیٰ نے بلوچستان کی طرف سے حمایت کی تھی۔

س 12: 1946ء میں قائم ہونے والی عبوری حکومت میں شامل مسلم لیگی اراکین کے نام تحریر کریں۔

جواب: ستمبر 1946ء میں برطانوی حکومت نے کانگریس کو عبوری حکومت قائم کرنے کو کہا۔ ان حالات میں مسلم لیگ نے میدان خالی چھوڑنے کی بجائے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا اور عبوری حکومت میں پانچ مسلم لیگی اراکین کے نام تجویز کیے گئے۔

1- لیاقت علی خان---------------------------------- وزیر خزانہ

2- ابراہیم اسماعیل چندریگر (آئی۔آئی چندریگر)------------وزیر تجارت

3- جوگندرناتھ منڈل----------------------------وزیر قانون

4- راجہ غضنفر علی خان----------------------------وزیر صحت

5- سردار عبدالرب نشتر----------------------------وزیر مواصلات

س 13: پاکستان کا نام کب اور کس نے تجویز کیا؟

جواب: پاکستان کا نام چوہدری رحمت علی نے 1933ء میں تجویز کیا، آپ کا تعلق صوبہ پنجاب سے تھا۔

س 14: 1945-46ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے صوبہ سندھ سے کتنی نشستیں حاصل کیں؟

جواب: 1945-46ء میں مسلم لیگ نے صوبہ سندھ سے مرکزی اور صوبائی اسمبلی کی تمام نشستیں جیتیں یعنی 100% کامیابی حاصل کی۔

س 15: قرارداد پاکستان کے اہم نکات بیان کیجئے۔

جواب: 1- باہم متصل اکائیوں کی نئے خطوط کی صورت میں حد بندی کی جائے۔ شمال مغرب اور مشرق میں مسلم اکثریت والے علاقوں میں آزاد مسلم مملکتیں قائم کی جائیں۔

2- برصغیر کے لیے تقسیم کے علاوہ کسی دوسری سکیم کو منظور نہیں کیا جائے گا۔

3- تقسیم کے بعد ہندو اکثریتی علاقوں میں مسلم اقلیت کے حقوق کے تحفظ کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

س 16: جمعیت علماء اسلام کب اور کس نے قائم کی؟

جواب: جمعیت علماء اسلام 1945ء میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائم کی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کو ہی اس جماعت کا پہلا صدر چنا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س17: تحریک خلافت کے بانی اراکین کے نام لکھیں۔

جواب: مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد اور حکیم اجمل خان تحریک خلافت کے بانی اراکین تھے۔

س18: پاکستان اقوام متحدہ کا رُکن کب بنا؟

جواب: پاکستان اپنے قیام کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد ہی یعنی 30 ستمبر 1947ء کو اقوام متحدہ کا رُکن بنا۔

س19: کانگرس کب اور کس نے قائم کی؟

جواب: انڈین نیشنل کانگرس کی بنیاد ایک انگریز اے۔او۔ہیوم (A.O.Heavem) نے 1885ء میں رکھی جس کا مقصد برصغیر کی تمام قوموں اور طبقوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا تا کہ لوگ یہاں پر اکٹھے ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں اور حکومت تک اپنے مسائل اور مطالبات کو احسن طریقے سے پہنچا سکیں۔

س20: شملہ وفد کب اور کہاں وائسرائے ہند سے ملا؟

جواب: یکم اکتوبر 1906ء کو 35 ممبران پر مشتمل مسلمانوں کا ایک سیاسی وفد سر آغا خاں کی قیادت میں وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے شملہ میں ملا۔ اور اس میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخاب اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی نشستوں کا مطالبہ کیا۔

س21: شملہ وفد کے مقاصد کیا تھے اور یہ کس حد تک کامیاب رہا؟

جواب: شملہ وفد کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

1- مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ۔

2- مسلمان ووٹرز کے لیے شرائط میں نرمی کا مطالبہ۔

3- مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں۔

وائسرائے ہند لارڈ منٹو نے وفد کو مثبت جواب دیا اور یقین دہانی کرائی کہ مسلمانوں کے ان مطالبات کو آئندہ ہونے والی اصلاحات میں تسلیم کر لیا جائے گا۔ چنانچہ حکومت نے مسلمانوں کے ان مطالبات کو 1909ء کی منٹو مارلے اصلاحات میں تسلیم کر لیا۔

س22: مسلم لیگ کے قیام کے ابتدائی مقاصد بیان کریں۔

جواب: مسلم لیگ کے قیام کے ابتدائی مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

1- مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے متعلق وفادارانہ جذبات پیدا کرنا اور حکومت کی کاروائیوں کے بارے میں ان کے شکوک وشبہات کو دور کرنا۔

2- مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا اور انکے مطالبات وخواہشات اور ضروریات کو احسن طریقے سے حکومت کے سامنے پیش کرنا۔

3- مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر برصغیر کی دوسری قوموں کے ساتھ تعلقات استوار کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س23: کانگریسی وزارتیں کب قائم ہوئیں اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

جواب: 1935ء کے آئین کے تحت برصغیر میں 1937ء میں انتخابات منعقد ہوئے جس کے نتیجے میں کانگرس کی آٹھ بڑے صوبوں میں وزارتیں قائم ہوئیں ان وزارتوں نے مسلمانوں سے سخت ناروا سلوک کیا۔

1- ہندوؤں نے مسلمانوں کے مذہب پر پابندی لگانے کی کوشش کی۔
2- مسجدوں کے باہر شوروغل کرنا شروع کر دیا۔
3- مسلمانوں پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے۔
4- سکولوں میں اُردو کی بجائے ہندی رائج کرنے کی کوشش کی گئی۔
5- مسلمان بچوں کو ماتھے پر تلک لگانے، بندے ماترم کا ترانہ گانے اور گاندھی کی مورتی کی پوجا کرنے پر مجبور کیا گیا۔

س24: برصغیر کے مسلمانوں نے یومِ نجات کب اور کیوں منایا؟

جواب: 1939ء میں کانگرسی وزارتوں نے استعفے دے دیے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو کانگرسی وزارتوں سے چھٹکارا مل گیا تو مسلمانوں نے قائدِ اعظمؒ کے مشورے سے 22 دسمبر 1939ء کو یومِ نجات منایا۔

س25: میثاقِ لکھنؤ کب طے پایا اور اس کے اہم نکات کیا تھے؟

جواب: 1916ء میں مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان قائدِ اعظم کی کوششوں سے ایک سمجھوتہ طے پایا جسے میثاقِ لکھنؤ کہا جاتا ہے۔ قائدِ اعظمؒ کو اس معاہدے کے بعد ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا گیا۔ اس میں مندرجہ ذیل نکات کو تسلیم کیا گیا:

1- ہندوؤں نے پہلی بار مسلمانوں کو الگ قوم تسلیم کیا۔
2- مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کے مطالبے کو کانگریس نے تسلیم کر لیا۔
3- مسلمانوں کے لیے مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نشستیں دینے پر بھی سمجھوتہ ہوا۔

س26: تحریکِ عدم تعاون کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: تحریکِ خلافت کے دوران اپنے مقاصد کے حصول کے لیے 1920ء میں مسٹر گاندھی کے مشورے سے تحریکِ عدمِ تعاون چلائی گئی جس کے نکات مندرجہ ذیل تھے:

1- حکومت کے ساتھ عدم تعاون
2- سرکاری ملازمتوں کو ترک کرنا
3- فوج میں مسلمانوں کا بھرتی نہ ہونا
4- انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ
5- عدالتی بائیکاٹ
6- بچوں کو سکولوں اور کالجوں میں نہ بھیجنا
7- انگریزوں کے عطا کردہ خطابات واپس کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س27: تحریک ہجرت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: 1924ء میں چند علماء کرام (مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ) نے فتویٰ جاری کیا کہ برصغیر دارُالحرب ہے۔اس لیے مسلمانوں کو انگریزوں کی عملداری میں رہنے کی بجائے دارُالاسلام کی طرف ہجرت کر جانی چاہیے۔ چنانچہ ہزاروں مسلمانوں نے اپنی جائیدادیں بیچ کر افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ جبکہ افغانستان نے لوگوں کی کفالت نہ کر سکنے کا بہانہ بنا کر مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ جب یہ لٹے پٹے مسلمان واپس آئے تو بربادی کے سوا ان کے لیے کچھ نہ تھا۔

س28: نہرو رپورٹ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: 1928ء میں موتی لال نہرو کی قیادت میں کمیٹی نے ایک رپورٹ پیش کی جسے نہرو رپورٹ کہا جاتا ہے۔اس رپورٹ نے مسلمانوں کے ساتھ ماضی میں کیے گئے معاہدے پر پانی پھیر دیا اور مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات کے حصول کو رد کرتے ہوئے ان تمام تحفظات کو ماننے سے انکار کر دیا جو مسلمان اپنی ترقی اور بقاء کے لیے لازمی سمجھتے تھے۔ نہرو رپورٹ کی وجہ سے معاہدۂ لکھنؤ میں جو اتحاد پہلی بار دونوں قوموں میں ہوا تھا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

س29: قائدِ اعظمؒ نے چودہ نکات کب اور کیوں پیش کیے؟

جواب: نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے مفادات کو ماننے سے انکار کر دیا گیا تھا اس لیے قائدِ اعظم نے نہرو رپورٹ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے نہرو رپورٹ کے جواب میں 1929ء میں چودہ نکات پر مشتمل رہنما اصول پیش کیے۔

س30: کرپس مشن کی تجاویز تحریر کریں؟

جواب: 1942ء میں حکومت برطانیہ نے سرسٹیفورڈ کرپس کو برصغیر بھیجا جس نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں:

1۔ برصغیر میں کوئی ایسا آئین نافذ نہیں کیا جائے گا جس پر تمام سیاسی پارٹیاں متفق نہ ہوں۔

2۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد برصغیر تاجِ برطانیہ کے ماتحت ہو گا لیکن اندرونی اور بیرونی معاملات میں برطانوی حکومت کسی بھی طرح کی دخل اندازی سے گریز کرے گی۔

س31: ویول پلان کے اہم نکات بیان کیجیے۔

جواب: 1945ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول نے اعلان کیا کہ

1۔ وائسرائے کی انتظامی کونسل میں تمام تر ہندوستانی اراکین شامل ہوں گے جس میں تمام سیاسی جماعتوں کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے گی یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعداد برابر ہو گی۔

2۔ برصغیر کا آئندہ دستور تمام سیاسی جماعتوں کی مرضی کے مطابق بنایا جائے گا۔

3۔ مرکز اور صوبوں میں انتظامی کونسلیں تشکیل دی جائیں گی جن میں ہندوستانیوں کو شامل کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 4

استحکام پاکستان

س1: سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کب اور کس نے کیا؟

جواب: سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح قائداعظم محمد علی جناح نے یکم جولائی 1948ء کو کیا۔

س2: قائداعظم نے طلباء کو کیا نصیحت کی؟

جواب: مارچ 1944ء میں قائداعظم نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا راہنما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔"

س3: پاکستان اور بھارت کے درمیان دریائی پانی کا مسئلہ کیسے حل ہوا؟

جواب: بھارت نے اپریل 1948ء میں تمام بین الاقوامی اور انسانی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے جب ہمارے دریاؤں کا پانی روک لیا تو عالمی بینک کی مدد سے سندھ طاس معاہدہ ہوا، جس کے تحت تین دریاؤں ستلج، بیاس اور راوی پر بھارت کا حق تسلیم کر لیا گیا اور چناب، جہلم اور سندھ پاکستان کو ملے۔ منگلا ڈیم، تربیلا ڈیم اور سات لنک نہروں کے عظیم منصوبے کے لیے عالمی بینک نے کثیر رقوم مختص کیں اور یوں وقتی طور پر مسئلہ حل ہو گیا۔ اب بھارت اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہمارے دریاؤں پر بند باندھ کر پھر ہمارا پانی روک رہا ہے۔

س4: بھارت نے پاکستان کے حصے کے اثاثے پاکستان کو کیوں نہ دیے؟

جواب: بھارت نے پاکستان کے حصے کے اثاثے پاکستان کو اس لیے نہ دیے کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پاکستان اقتصادی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

س5: پاکستان کی انتظامی مشکلات بیان کریں۔

جواب: قیام پاکستان کے ساتھ ہی اعلیٰ عہدیداران جو غیر مسلم تھے، بھارت چلے گئے۔ اہل اور تجربہ کار عملے کی بے حد کمی تھی۔ دفاتر میں فرنیچر، سٹیشنری اور ٹائپ رائٹر وغیرہ ناپید تھے۔ جانے والے سارا دفتری ریکارڈ ضائع کر گئے تھے۔ کراچی دارالحکومت بنا تو دفتروں کے لیے عمارات موجود نہ تھیں، اکثر دفاتر کھلے آسمان اور ٹین کی چھتوں کے نیچے کام کرنے پر مجبور تھے۔ الغرض دفتری اُمور میں بے حد دشواریاں پیش آئیں۔

س6: ریاست حیدرآباد دکن پر بھارت نے کیسے قبضہ کیا؟

جواب: نظام حیدرآباد دکن مسلمان تھا۔ اس کی ہندو اکثریت والی رعایا بڑی خوش حال اور مطمئن تھی۔ نظام پاکستان سے الحاق چاہتا تھا لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور بھارتی حکمرانوں نے اسے بھارت سے الحاق پر مجبور کیا۔ نظام نے سلامتی کونسل کو ایک درخواست کے ذریعے بھارتی زیادتی سے آگاہ کیا۔ معاملہ ابھی زیرِ غور ہی تھا کہ بھارت نے فوجی کارروائی کر کے 17 ستمبر 1948ء کو ریاست پر قبضہ کر لیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س7: قائدِ اعظمؒ نے 11 اکتوبر 1947ء کو سرکاری ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے کیا فرمایا؟

جواب: قائدِ اعظمؒ نے فرمایا:

''ہمارے لیے یہ ایک چیلنج ہے۔ اگر ہمیں ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے، تو ہمیں مضبوط ہاتھوں سے ان مشکلات کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ ہمارے عوام غیر منظم اور پریشان ہیں۔ مشکلات نے انہیں الجھا رکھا ہے۔ ہمیں ان کو مایوسی کے چکر سے باہر نکالنا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنی ہے۔ اس وقت انتظامیہ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور عوام اس کی جانب رہنمائی کے لیے دیکھ رہے ہیں۔''

س8: قائدِ اعظمؒ نے سٹیٹ بینک آف پاکستان کی بنیاد کیوں رکھی؟

جواب: قائدِ اعظمؒ کا خیال تھا کہ ہمیں مغربی طرزِ معیشت فائدہ نہیں دیتا۔ انہوں نے اسلام کے عدل و مساوات پر مبنی اپنا جداگانہ معاشی نظام لانے کے لیے سٹیٹ بینک آف پاکستان کی بنیاد رکھی۔

س9: صوبائیت اور نسل پرستی سے کیا مراد ہے؟

جواب: صوبائیت سے مراد یہ ہے کہ انسان جس صوبے میں رہتا ہو، صرف اُسی کو اچھا سمجھے، اسی پر فخر کرے اور اسی کے فائدے کے لیے کام کرے اور پاکستان کے باقی صوبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔

نسل پرستی سے مراد ہے، اپنی ہی نسل اور خاندان کو سب سے اچھا سمجھنا اور باقی نسلوں اور خاندانوں کو بُرا اور حقیر جاننا۔ صوبائیت اور نسل پرستی دونوں ملکی سالمیت اور یکجہتی کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔

س10: ریاست جوناگڑھ نے بھارت کے ساتھ الحاق کیوں نہ کیا؟

جواب: ریاست جوناگڑھ نے بھارت کے ساتھ الحاق اس لیے نہ کیا کہ اس کا نواب مسلمان تھا اور وہ پاکستان سے الحاق کرنا چاہتا تھا لیکن بھارت نے ریاست کو چاروں طرف سے گھیر کر اس پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ نواب ہجرت کر کے پاکستان آ گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 5

دساتیر پاکستان

س1: مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی تین وجوہات تحریر کریں؟

جواب: 1- 1970ء کے انتخابات میں کوئی بھی مرکزی سیاسی پارٹی نہ تھی اور نہ ہی کوئی مرکزی لیڈر تھا۔

2- نااہل ملکی قیادت مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی اہم وجہ بنی۔

3- مشرقی پاکستان میں تجارت، ملازمت اور تعلیم پر ہندوؤں کا اثر۔

4- مشرقی پاکستان کی معاشی پسماندگی۔

5- شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات نے بھی علیحدگی پسند رجحانات کو تقویت دی۔

س2: آئین سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ بنیادی اصولوں کا مجموعہ جس کے مطابق ریاست کا نظم و نسق چلایا جاتا ہے، ریاست کا آئین یا دستور کہلاتا ہے۔ آئین ریاست کا بنیادی اور اعلیٰ ترین قانون ہوتا ہے جس کے بغیر ریاست کا تصور ہی ناممکن ہے۔

س3: پاکستان کا پہلا آئین کب اور کس نے منسوخ کیا؟

جواب: 1956ء کا آئین 7 اکتوبر 1958ء کو جنرل ایوب خاں نے منسوخ کیا۔

س4: قراردادِ مقاصد کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد پورے ملک میں خوشی و اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اب دستور بنانے کا کام لوگوں کی خواہشات اور مرضی کے مطابق پورا ہو سکے گا۔

1- قراردادِ مقاصد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس قرارداد کی منظوری کے بعد ملک میں دستور بنانے کے کام کا آغاز کر دیا گیا۔

2- اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی جسے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کا نام دیا گیا۔

3- اس قرارداد کی منظوری کے بعد دستور سازی کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

4- اس قرارداد میں دستور بنانے کے لیے بنیادی اصولوں کی نشاندہی کی گئی۔

5- اس قرارداد کو 1956ء اور 1962ء کے دساتیر میں بطور ابتدائیہ شامل کیا گیا جبکہ 1973ء کے آئین میں 1985ء میں 19ویں ترمیم کر کے صدر جنرل ضیاء الحق نے اسے آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س5: 1973ء کے آئین میں مسلمان کی کیا تعریف کی گئی؟

جواب: 1973ء کے آئین میں مسلمان کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ مسلمان وہ ہے جو:

-1 اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو۔

-2 حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مانتا ہو۔

-3 آسمانی کتابوں اور قیامت پر یقین رکھتا ہو۔

س10: اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ تمام اختیارات اور طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی کائنات کا خالق، مالک اور معبود ہے اور پوری کائنات پر اسی کی حاکمیت ہے، پوری کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے، کوئی اور ذات یا ہستی ایسی نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ کے برابر یا شریک ٹھہرایا جاسکے، حکمران مطلق العنان نہیں ہوتے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہیں اور اختیارات کو امانت سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔

س11: آئین کی اہمیت بیان کریں؟

جواب: 1۔ آئین ریاست کا بنیادی اور اعلیٰ قانون ہوتا ہے۔

2۔ آئین قوانین اور رسوم کا آئینہ دار اور مجموعہ ہوتا ہے۔

3۔ آئین کی خلاف ورزی سنگین جرم ہوتی ہے۔

4۔ آئین عوامی احساسات اور جذبات کا مظہر ہوتا ہے۔

س12: قراردادِ مقاصد کب اور کس نے منظور کروائی؟

جواب: قراردادِ مقاصد 12 مارچ 1949ء کو پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم نواب زادہ لیاقت علی خاں نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے منظور کروائی۔

س13: قراردادِ مقاصد کے چند اہم نکات بیان کریں؟

جواب: -1 قراردادِ مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔

-2 قراردادِ مقاصد میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔

-3 قراردادِ مقاصد میں شہریوں کے بنیادی وشہری حقوق کو تسلیم کیا گیا۔

-4 قراردادِ مقاصد میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ پاکستان کا آئندہ آئین وفاقی وجمہوری ہوگا۔

-5 قراردادِ مقاصد میں عدلیہ کی مکمل آزادی کی ضمانت دی گئی۔

-6 قراردادِ مقاصد میں اسلامی اقدار کی پابندی اور اسلامی طرزِ زندگی اپنانے کی ضمانت دی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س14: گورنر جنرل ملک غلام محمد نے پہلی دستور ساز اسمبلی کو کب برخاست کیا؟

جواب: گورنر جنرل ملک غلام محمد نے پہلی دستور ساز اسمبلی (قومی اسمبلی) کو 24 اکتوبر 1954ء کو توڑ دیا اور نئی اسمبلی کے قیام کا اعلان کیا۔

س15: پاکستان میں دستور سازی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا تذکرہ کریں۔

جواب: آزادی کے فوراً بعد پاکستان ایسے بے شمار مسائل کا شکار ہو گیا جس کی وجہ سے دستور سازی کی طرف توجہ نہ دی جا سکی۔

1- ملک میں سیاسی عدم استحکام بھی دستور سازی میں رکاوٹ بنا۔
2- قائداعظمؒ کی وفات اور نااہل ملکی قیادت۔
3- قائدِ اعظم اور لیاقت علی خان کی وفات کے بعد قومی سطح پر قیامت کا فقدان رہا۔
4- گورنر جنرل ملک غلام محمد کا حکومت پر قابض ہونا اور جوڑ توڑ میں مصروف ہونا۔
5- مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان زبان کا مسئلہ اور زمینی رابطہ نہ ہونا۔

س16: ون یونٹ سے کیا مراد ہے؟

جواب: 1955ء میں مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کو انتظامی ضرورت کے تحت مدغم کر کے ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ جسے وحدت مغربی پاکستان یا عرفِ عام میں ون یونٹ کہا گیا۔

س17: 1956ء کے آئین کی چند خصوصیات بیان کریں؟

جواب:
1- پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔
2- ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا۔
3- آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اسلامی طرز زندگی، اختیارات کا عوامی نمائندوں کے ذریعے استعمال اور اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی دینے کا اعلان کیا گیا۔
4- آئین میں شہریوں کو بہتر معیارِ زندگی اور شہری و بنیادی حقوق دینے کی ضمانت دی گئی۔
5- 1956ء کے آئین میں اُردو اور بنگالی کو مشترکہ طور پر قومی زبانیں قرار دیا گیا۔
6- 1956ء کا آئین تحریری آئین تھا۔

س18: پاکستان میں پہلا مارشل لاء کب اور کس نے لگایا؟

جواب: پاکستان میں پہلا مارشل لاء بری فوج کے سربراہ جنرل محمد ایوب خان نے 7 اکتوبر 1958ء کو لگایا اس طرح ایوب خاں ملک کے پہلے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنے۔

س19: 1956ء کے آئین کی ناکامی کے چند اسباب بیان کریں؟

جواب:
1- سیاست دانوں کی باہمی چپقلش۔
2- جمہوری اداروں میں فوج کی بے مداخلت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3- حکومتی معاملات میں بیوروکریسی کی بے جا مداخلت۔

4- اعلیٰ و مرکزی قیادت کا فقدان۔

5- صدر کی حکومتی معاملات میں بے جا من مانی۔

6- صوبوں کے درمیان محاذ آرائی۔

س20: پاکستان میں دوسرا آئین کب اور کس نے نافذ کیا؟

جواب: صدر جنرل ایوب خاں نے ملک کے لیے نیا آئین بنانے کے لیے 1960ء میں ایک دستوری کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن نے اپنی سفارشات 1961ء میں صدر کو پیش کیں۔ ان میں صدر نے اپنی مرضی کی ترامیم کے بعد ایک نیا آئین تیار کیا۔ پاکستان کا یہ دوسرا آئین 8 جون 1962ء کو صدر جنرل محمد ایوب خان نے نافذ کیا۔

س22: 1962ء کے آئین کی چند خصوصیات بیان کریں؟

جواب: 1- 1962ء کا آئین تحریری تھا جو 250 دفعات اور پانچ گوشواروں پر مشتمل تھا۔

2- 1962ء کا آئین وفاقی نوعیت کا تھا جس میں 2 صوبے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان تھے۔

3- اس آئین میں صدارتی طرز حکومت اختیار کیا گیا۔

4- 1962ء کے دستور میں کئی اسلامی دفعات مثلاً اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان، سربراہِ مملکت کے لیے مسلمان ہونا اور اسلامی طرز زندگی شامل تھیں۔

5- شہریوں کے بنیادی اور شہری حقوق کی ضمانت دی گئی۔

6- اُردو اور بنگالی کو مشترکہ طور پر پاکستان کی قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

س23: 1962ء کے آئین کی ناکامی کی چند وجوہات بیان کریں؟

جواب: 1- جنرل محمد ایوب خاں کی آمرانہ طرز حکومت۔

2- فوج کی حکومتی معاملات میں بے جا مداخلت۔

3- بیوروکریسی کا منفی کردار۔

4- ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے خلاف تحریک۔

5- صوبوں کے درمیان محاذ آرائی میں اضافہ۔

6- مشرقی پاکستان کے احساس محرومی میں اضافہ۔

س24: پاکستان میں پہلے عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

جواب: پاکستان میں پہلے عام انتخابات 7 دسمبر 1970ء میں جنرل یحییٰ خاں نے کروائے یہ پاکستان کے قیام کے تقریباً 23 سال بعد منعقد ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س25: 1970ء کے انتخابات میں مشرقی پاکستان میں کس جماعت نے نمایاں کامیابی حاصل کی؟

جواب: 1970ء کے انتخابات میں مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی جبکہ مغربی پاکستان میں اسے کوئی بھی سیٹ حاصل نہ ہوسکی۔

س26: پاکستان میں تیسرا آئین کب اور کس نے نافذ کیا؟

جواب: ذوالفقار علی بھٹو نے حکومت سنبھالتے ہی آئین بنانے کے لیے 25 ارکانِ اسمبلی پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی میں ان تمام سیاسی جماعتوں کو نمائندگی دی گئی، جو قومی اسمبلی میں نمائندگی رکھتی تھیں۔ کمیٹی نے اپنی سفارشات 31 دسمبر 1972ء کو قومی اسمبلی میں پیش کیں۔ جنہیں 10 اپریل 1973ء کو منظور کر لیا گیا۔ اس طرح پاکستان میں تیسرا آئین 14 اگست 1973ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے نافذ کیا۔

س27: 1973ء کے آئین کی چند خصوصیات بیان کریں۔

جواب:
1- ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔
2- 1973ء کے آئین کے تحت ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام رائج کیا گیا۔
3- 1973ء کے آئین کے تحت قانون ساز ادارے کے دو ایوان رکھے گئے جن کو قومی اسمبلی اور سینٹ کا نام دیا گیا۔
4- آئین میں عدلیہ کی آزادی کی ضمانت دی گئی۔
5- 1973ء کا آئین تحریری ہے جو 280 دفعات پر مشتمل ہے۔
6- اُردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا۔
7- شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی اور تمام شہریوں کو قانون کی نظر میں برابر تسلیم کیا گیا۔

س28: 1973ء کے آئین کی چھ اسلامی دفعات بیان کریں؟

جواب:
1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔
2- ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔
3- آئین میں مسلمان کی تعریف کی گئی۔
4- آئین میں صدر اور وزیراعظم کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔
5- اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔
6- زکوٰۃ وعشر کا نظام، اقلیتوں کا تحفظ، شہریوں کے بنیادی حقوق اور اسلامی ممالک سے بہتر تعلقات قائم کرنے کی ضمانت دی گئی۔

س29: 1956ء کے آئین کی چھ اسلامی دفعات بیان کریں؟

جواب:
1- پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ رکھا گیا۔
2- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

-3 اقلیتوں کے حقوق اور شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی۔

-4 صدر کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

-5 زکوٰۃ و اوقاف کے نظام اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی یقین دہانی کرائی گئی۔

-6 اسلامی اتحاد کو فروغ دینے کی بات کی گئی۔

س30: پاکستان میں تیسرا مارشل لاء کب اور کس نے لگایا؟

جواب: 5 جولائی 1977ء کو بری فوج کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق نے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کو برطرف کر کے قومی و صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کو ختم کر دیا اور 1973ء کے آئین کا بیشتر حصہ معطل کر کے ملک میں تیسرا مارشل لاء لگا دیا۔

س31: میر ظفر اللہ خاں جمالی کب ملک کے وزیر اعظم بنے؟ انہوں نے استعفیٰ کب دیا؟

جواب: میر ظفر اللہ خاں جمالی اکتوبر 2002ء میں ملک کے وزیر اعظم بنے۔ انہوں نے جون 2004ء میں وزیر اعظم کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور شجاعت حسین کو ملک کا نیا وزیر اعظم بنایا گیا۔

س32: پاکستان میں چوتھے عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

جواب: پاکستان میں چوتھے عام انتخابات صدر غلام اسحٰق خان نے نومبر 1988ء میں کروائے۔

س33: 1990ء میں بے نظیر حکومت کی برطرفی کے بعد کسے ملک کا نگران وزیر اعظم مقرر کیا گیا؟

جواب: 1990ء میں بے نظیر حکومت کی برطرفی کے بعد غلام مصطفےٰ جتوئی کو ملک کا نگران وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

س34: ملک میں پانچویں عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟ اور ملک کا وزیر اعظم کون بنا؟

جواب: ملک میں پانچویں عام انتخابات اکتوبر 1990ء میں صدر غلام اسحٰق خاں اور نگران وزیر اعظم غلام مصطفےٰ جتوئی نے کروائے جس کے نتیجے میں اسلامی جمہوری اتحاد کو کامیابی ملی اور میاں محمد نواز شریف ملک کے وزیر اعظم بنے۔

س35: میاں نواز شریف کی پہلی حکومت کو کب اور کس نے برطرف کیا؟

جواب: میاں نواز شریف کی پہلی حکومت کو 1993ء میں صدر غلام اسحٰق خاں نے دو دفعہ برطرف کر دیا اور صدر غلام اسحٰق خاں نے خود بھی استعفیٰ دے دیا اور وسیم سجاد پاکستان کے قائم مقام صدر بنے۔

س36: 1993ء میں نواز شریف حکومت کی برطرفی کے بعد پاکستان کے نگران وزیر اعظم کون بنے؟

جواب: 1993ء میں نواز شریف حکومت کی برطرفی کے بعد بلخ شیر مزاری کو نگران وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ سپریم کورٹ نے نواز شریف حکومت کو بحال کر دیا مگر غلام اسحٰق نے دوبارہ نواز شریف حکومت کو برطرف کر دیا اور معین قریشی کو ملک کا نگران وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔

س37: ملک میں چھٹے عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

جواب: ملک میں چھٹے عام انتخابات 16 اکتوبر 1993ء کو قائم مقام صدر وسیم سجاد اور نگران وزیر اعظم معین قریشی نے کروائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س38: ملک میں ساتویں عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

جواب: ملک میں ساتویں عام انتخابات صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری اور نگران وزیراعظم ملک معراج خالد نے فروری 1997ء میں کروائے۔

س39: جنرل پرویز مشرف نے کب اقتدار سنبھالا؟

جواب: بری فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے 12 اکتوبر 1999ء کو میاں نواز شریف کی حکومت کو ختم کر کے اقتدار سنبھال لیا۔ آئین کا بیشتر حصہ معطل کر کے عبوری آئین (PCO) نافذ کر دیا۔

س40: ملک میں آٹھویں عام انتخابات کب اور کس نے کروائے؟

جواب: صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے 10 اکتوبر 2002ء کو ملک میں قومی وصوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کروائے جس کے نتیجے میں میر ظفر اللہ خاں جمالی ملک کے وزیراعظم منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی کے انتخابات کے بعد فروری 2003ء میں سینٹ کے انتخابات بھی کروا لیے گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 6

ارضِ پاکستان

س1: پاکستان کا محلِ وقوع بیان کریں۔

جواب: جغرافیائی محلِ وقوع کے لحاظ سے پاکستان 23.50 سے 37 درجے عرض بلد شمالی اور 61 سے 77 درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔

س2: ڈیورنڈ لائن سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاکستان اور افغانستان کے درمیان مشترک سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہا جاتا ہے۔ یہ لائن 1893ء میں برصغیر کی انگریزی حکومت اور افغانستان کے درمیان قائم کی گئی۔

س3: زلزلوں کو ریکارڈ کرنے کے سلسلے میں محکمہ موسمیات کا کیا کردار ہے؟

جواب: حکومت پاکستان نے زلزلوں کے ریکارڈ کے لیے محکمہ موسمیات کا ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ اس طرح پاکستان میں زلزلوں کو ریکارڈ کرنے کا پورا نظام موجود ہے۔ اس وقت لاہور، کراچی، کوئٹہ، منگلا، چکوال، اسلام آباد اور پشاور سنٹرز کام کر رہے ہیں۔ اس کا ہیڈ کوارٹر کوئٹہ میں ہے۔ یہ سنٹرز پاکستان اور ارد گرد کے زلزلوں کو مکمل ریکارڈ کرتے ہیں۔

س4: کاریز کسے کہتے ہیں؟

جواب: صوبہ بلوچستان میں پانی کی انتہائی کمی ہے اور آبپاشی کا ذریعہ صرف بارش کا پانی ہے۔ موسم گرما میں شدید گرمی کی وجہ سے پانی بخارات بن کر اڑ جاتا ہے۔ پانی کو بخارات بن کر اڑنے سے بچانے کے لیے یہاں پر زمین دوز پختہ نالیاں تعمیر کی گئی ہیں، جنہیں کاریز کہتے ہیں۔

س5: آب و ہوا سے کیا مراد ہے؟

جواب: کسی ملک یا علاقے کی لمبے عرصے کی موسمی کیفیات کا مطالعہ آب و ہوا کہلاتا ہے۔ موسمی کیفیات سے مراد درجہ حرارت، بارش، ہوا کا دباؤ اور نمی وغیرہ ہیں۔ موسمی کیفیات کا یہ مطالعہ مستقل ہوتا ہے۔ یا کسی ملک یا علاقے کی سالانہ درجہ حرارت، ہوا کا دباؤ، سالانہ اوسط بارش، نمی اور دیگر کیفیات کا اوسط نکالنے کے بعد جو کیفیت متعین کی جاتی ہے، وہاں کی آب و ہوا کہلاتی ہے۔

س6: پاکستان میں سطح مرتفع بلوچستان کی آب و ہوا کیسی ہے؟

جواب: پاکستان میں سطح مرتفع بلوچستان کی آب و ہوا موسمِ گرما میں گرم ترین اور موسمِ سرما میں سرد ترین ہوتی ہے۔ موسمِ سرما میں بعض مقامات پر برف باری ہوتی ہے یہ پاکستان کا خشک ترین علاقہ ہے۔ موسمِ سرما کی برف باری اس علاقے میں پانی کی دستیابی کا اہم ذریعہ ہے۔ ان علاقوں میں موسمِ گرما انتہائی گرم ہوتا ہے۔ دن اور رات کے درجہ حرارت میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ موسمِ گرما میں نشیبی علاقوں اور چھوٹے دریاؤں میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں جھیلیں اور موسمی ندی نالے ملتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں کاریز کے ذریعے کاشتکاری کو فروغ ملا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س7: کوہ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی کون سی ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

جواب: نانگا پربت اس پہاڑی سلسلہ کی پاکستان میں سب سے بلند ترین چوٹی ہے۔ جس کی سطح سمندر سے بلندی 8126 میٹر ہے۔

س8: کوہِ قراقرم کی بلند ترین چوٹی کونسی ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

جواب: دنیا کی دوسری بلند ترین پہاڑی چوٹی کے۔ٹو (K-2) یا گوڈون آسٹن کوہِ قراقرم میں واقع ہے جو سطح سمندر سے 8,611 میٹر بلند ہے۔ کوہِ قراقرم کی اوسط بلندی تقریباً 7,000 میٹر ہے۔

س9: کوہِ ہندوکش کی بلند ترین چوٹی کا نام کیا ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

جواب: کوہِ ہندوکش کی بلند ترین چوٹی کا نام ترچ میر ہے اس کی بلندی 7690 میٹر ہے۔

س10 کوہِ سلیمان کی بلند ترین چوٹی کا نام کیا ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

جواب: کوہِ سلیمان کی بلند ترین چوٹی تخت سلیمان ہے جو سطح سمندر سے 3443 میٹر بلند ہے۔

س11: پاکستان کی اہم بندرگاہوں کے نام لکھیے۔

جواب: پاکستان میں کراچی سب سے اہم بندرگاہ ہے۔ دوسری بندرگاہیں پورٹ قاسم، گوادر اور پسنی اہم ہیں۔

س12: پاکستان کا سب سے بڑا ریگستان کون سا ہے؟ اور یہ کہاں واقع ہے؟

جواب: پاکستان کا جنوب مشرقی حصہ ریگستانی خصوصیت رکھتا ہے یہ ایک وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں بہاولپور، سکھر، خیر پور، سانگھڑ، میر پور خاص اور تھرپارکر کے اضلاع شامل ہیں۔ بہاولپور میں اس صحرا کو چولستان یا روہی جبکہ سندھ میں تھر کہتے ہیں۔ یہ پاکستان کا سب سے بڑا ریگستان ہے۔

س13: سطح مرتفع پوٹھوہار کہاں واقع ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

جواب: سطح مرتفع پوٹھوہار جنوبی ایشیا کے شمال مغرب میں واقع ہے جو مغرب میں دریائے سندھ، مشرق میں دریائے جہلم اور دریائے پونچھ، شمال میں پیر پنجال کے پہاڑ کے دامنی علاقے اور جنوب میں کوہستانِ نمک کے درمیان گھرا ہوا ہے اس کا رقبہ 5000 سے 7000 مربع کلو میٹر ہے۔ سطح مرتفع پوٹھوہار کے شمال میں کالا چٹا اور مارگلہ کی پہاڑیاں، جنوب میں کوہستانِ نمک، مشرق میں دریائے جہلم، مغرب کی جانب دریائے سندھ بہتا ہے۔ یہ سطح مرتفع، سطح سمندر سے 300 میٹر سے 600 میٹر تک بلند ہے۔ یہاں کا اہم دریا، دریائے سوان ہے جو یہاں اپنی وادی بناتا ہے، اسے وادیٔ سوان کہتے ہیں۔

س14: سطح مرتفع بلوچستان کہاں واقع ہے اور اس کی بلندی کتنی ہے؟

جواب: سطح مرتفع بلوچستان کوہِ سلیمان اور کوہِ کیرتھر کے مغرب میں واقع ہے۔ ساحلی میدان کے شمال میں پہاڑی سلسلے ایک دوسرے کے متوازی موجود ہیں جن میں ساحلِ مکران، وسطی مکران اور راس کوہ موجود ہیں۔ یہ سطح مرتفع زیادہ سے زیادہ 900 میٹر بلند ہے۔ سطح مرتفع بلوچستان ناہموار اور بنجر ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ علاقہ صحرائی خصوصیات رکھتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س15: پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے کتنے خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے نیز ان کے نام لکھیں؟

جواب: پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے چار خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1۔ نیم حاری برّی بلند آب وہوا کا خطہ
2۔ نیم حاری برّی سطح مرتفع کی آب وہوا کا خطہ
3۔ نیم حاری برّی میدانی آب وہوا کا خطہ
4۔ حاری ساحلی آب وہوا کا خطہ

س16: کوئٹہ کی تاریخ کا سب سے بڑا زلزلہ کب آیا؟

جواب: پاکستان میں بھی زلزلوں سے کافی جانی ومالی نقصان ہوا مثلاً قیامِ پاکستان سے قبل مئی 1935ء میں کوئٹہ کے زلزلے میں تقریباً 30 ہزار لوگ ہلاک ہوئے اور املاک کو بھی شدید نقصان پہنچا تھا۔

س17: خشک سالی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسے علاقے جہاں پر زمین کی سیرابی (آبپاشی) کا انحصار بارش پر ہو، اگر ان (بارانی) علاقوں میں بارش نہ ہو یا ضرورت سے کم ہو تو اس کیفیت کو خشک سالی کہتے ہے۔ پاکستان کے بہت بڑے حصے میں بارشیں یا تو کم ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں ایسے علاقوں کی سرگرمیوں کا انحصار بارش کے پانی پر ہے۔ پاکستان کے کُل زیر کاشت رقبے کا 78 فیصد آبپاشی پر انحصار کرتا ہے جبکہ 22 فیصد رقبہ بارانی علاقے پر مشتمل ہے جس میں آب پاشی کا ذریعہ صرف اور صرف بارشیں ہیں۔ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے اکثر ان بارانی علاقوں میں خشک سالی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نہ صرف نقصان ان علاقوں میں رہائش پذیر لوگوں کو ہوتا ہے بلکہ اس کا منفی اثر ملکی معیشت پر بھی پڑتا ہے۔

س18: سطح مرتفع سے کیا مراد ہے؟

جواب: سطح مرتفع سے مراد ایسا علاقہ ہے جس کے خدّ وخال میں نشیب وفراز پائے جاتے ہوں، جو نشیبی میدانوں اور دریائی وادیوں پر مشتمل ہو، اس کی بلندی مختلف علاقوں میں مختلف ہو اس کی چاروں اطراف پہاڑی سلسلے واقع ہوں اور اس کی کم از کم اونچائی 300 میٹر ہو۔

س19: سیم اور تھور سے کیا مراد ہے؟

جواب: دریاؤں، نہروں اور ندی نالوں کی قریبی علاقوں میں زیرِ زمین پانی کی سطح بلند ہو جائے اور زمین کاشت کے قابل نہ رہے تو اُسے سیم کہا جاتا ہے جبکہ زمین کی تہہ میں موجود زرخیزی کے نمکیات سطح زمین کے اوپر جمع ہو جائے اور زمین سفید بھربھری مائل ہو جائے تو زمین کی اس کیفیت کو تھور کہا جاتا ہے۔

س20: درخت سیم وتھور زدہ علاقوں میں کیسے کارآمد ہوتے ہیں؟

جواب: درخت زمین کی بیماریوں سیم وتھور کے خاتمے کا سبب بنتے ہیں۔ درخت اپنی جڑوں کے ذریعے زمین کی تہہ میں موجود سیم وتھور کی وجہ سے زائد پانی اور نمکیات کو جذب کر لیتے ہیں جس سے سیم اور تھور کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور زمین کاشت کے قابل ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س21: کونسے پانچ ذیلی ادارے معدنیات کی تلاش اور ترقی کے لیے کام کر رہے ہیں؟

جواب: 1۔ جیولوجیکل سروے آف پاکستان
2۔ جمسٹون (قیمتی پتھر) کارپوریشن آف پاکستان
3۔ تیل اور گیس کی ترقیاتی کارپوریشن
4۔ پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن
5۔ وسائل کی ترقیاتی کارپوریشن

س22: پاکستان میں پائی جانے والی معدنی تیل کی چار ریفائنریز کے نام لکھیں۔

جواب: اس وقت معدنی تیل کی چار ریفائنریز پاکستان میں کام کر رہی ہیں جو اٹک ریفائنری، پاکستان ریفائنری، نیشنل ریفائنری اور پاک عرب ریفائنری کے نام سے موجود ہیں۔

س23: ربیع اور خریف کے موسموں میں کون کون سی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں؟

جواب: پاکستان میں زرعی پیداوار سال میں دو مرتبہ حاصل کی جاتی ہے۔ جسے فصلوں کے موسم کہتے ہیں۔

1۔ فصلِ ربیع

فصلِ ربیع کا موسم اکتوبر سے مئی تک رہتا ہے جس میں گندم، جو، چنے اور تیل کے بیج کاشت ہوتے ہیں۔

2۔ فصلِ خریف

فصلِ خریف کا موسم جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔ اس دوران چاول، مکئی، کپاس، گنا، جوار اور باجرہ کاشت کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے کُل زیرِ کاشت رقبے کا 50 فیصد پنجاب میں ہے جبکہ صوبہ سندھ میں ایک تہائی ہے۔

س24: سندھ طاس معاہدے کے تحت کون کون سے دریا پاکستان اور بھارت کے حصے میں آئے؟

جواب: 1960ء میں عالمی بنک کے تعاون سے پاکستان اور بھارت کے مابین سندھ طاس کا معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدے کے مطابق تین مغربی دریا (سندھ، جہلم، چناب) پاکستان کے حصے میں آئے، جبکہ تین مشرقی دریا (راوی، ستلج اور بیاس) بھارت کے حصے میں آئے۔ پاکستان کے صوبہ پنجاب کے تمام دریاؤں کے منبع بھارت میں واقع ہیں اور تین مشرقی دریا بھارت کے پاس چلے جانے کے بعد اُن دریاؤں میں پانی کی کمی ہوگئی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے آبپاشی کا ایک وسیع منصوبہ بنایا گیا جسے سندھ طاس کا معاہدہ کہتے ہیں۔

س25: سات رابطہ نہریں کون کون سی ہیں؟

جواب:
1۔ چشمہ جہلم
2۔ رسول۔ قادر آباد
3۔ قادر آباد، بلوکی
4۔ بلوکی۔ سلیمانکی
5۔ تریموں۔ سدھنائی
6۔ سدھنائی۔ میلسی، بہاول پور
7۔ تونسہ۔ پنجند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س26: تھرمل بجلی گھر کہاں کہاں کام کر رہے ہیں؟

جواب: اس وقت پاکستان میں 13 تھرمل بجلی گھر کام کر رہے ہیں جو پیداوار میں اہمیت رکھتے ہیں۔ زیادہ تر تیل اور گیس سے چلتے ہیں۔ کوئلے کی پیداوار پاکستان میں چونکہ کم ہے لہٰذا صرف کوئٹہ میں بجلی گھر کوئلہ سے کام کر رہا ہے۔ پاکستان کے اہم تھرمل بجلی گھر کراچی، ملتان، فیصل آباد، گدو، جام شورو، مظفر گڑھ، سکھر، لاڑکانہ، کوٹری، پسنی جبکہ ڈیزل سے چلنے والے بجلی گھر گلگت، کوٹ ادو، پسنی اور شاہدرہ میں قائم ہیں۔

س27: پاکستان میں پائے جانے والے جنگلات کی اقسام بیان کریں۔

جواب: 1- پاکستان کے کچھ شمالی اور شمال مغربی علاقوں میں سدا بہار جنگلات پائے جاتے ہیں۔ جن میں دیودار، کیل، پڑتل اور صنوبر کے درخت زیادہ اہم ہیں۔

2- پہاڑی دامنی علاقوں میں زیادہ تر پھلاہی، کاہو، جنڈ، بیر، توت اور سنبل کے درخت ملتے ہیں۔

3- صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں خشک پہاڑی جنگلات پائے جاتے ہیں۔ یہاں زیادہ تر خاردار جھاڑیوں کے علاوہ مازو، چلغوزہ، توت اور پاپلر کے درخت ہیں۔

4- میدانی علاقوں میں دریائی وادیوں میں کچھ جنگلات موجود ہیں، جن میں شیشم، پاپلر، سفیدہ، وغیرہ کے درخت ملتے ہیں۔

5- کراچی سے کچھ دُور ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ جنگلات موجود ہیں جن کو مینگرو کی قسم کہتے ہیں۔ یہ تین ہزار ہیکٹرز کے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

س28: جنگلات کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: 1- جنگلات سے حاصل کردہ لکڑی، فرنیچر اور دوسری اشیاء بنانے کے کام آتی ہے۔ لہٰذا جنگلات ملکی تجارت میں اہمیت رکھتے ہیں۔

2- جنگلات کسی بھی علاقے کی آب وہوا کو خوشگوار بنا دیتے ہیں۔ درجہ حرارت کی شدت کو کم کر دیتے ہیں۔

3- جنگلات کافی حد تک بارش کا باعث بھی بنتے ہیں کیونکہ ان کی موجودگی ہوا میں آبی بخارات کی تعداد میں اضافہ کر دیتی ہے جو بالآخر بارش کا باعث بنتے ہیں۔

4- جنگلات سے حاصل شدہ جڑی بوٹیاں ادویات میں استعمال ہوتی ہیں۔

س29: پاکستان میں کوئلہ کہاں کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: 1- پاکستان میں کوئلے کا سب سے بڑا ذخیرہ لاکھڑا (سندھ) میں دریافت کیا گیا ہے۔

2- کوہستان نمک کے علاقے میں زیادہ تر کوئلہ ڈنڈوت، پڈھ اور مکڑوال کی کانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ صوبہ سرحد میں صرف ہنگو میں کوئلہ کے ذخائر ہیں۔

3- شمال مشرقی بلوچستان کے علاقے میں خوست، شارگ اور ہرنائی میں کوئلہ کی کان کنی ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ اہم علاقے ڈیگاری، شیریں آب اور مچھ بولان ہیں۔

4- سندھ میں کوئلہ کی کانیں تھر، جھمپیر، سارنگ اور لاکھڑا میں واقع ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س30: پاکستان میں معدنی تیل کن کن علاقوں میں پایا جاتا ہے؟

جواب: اس وقت معدنی تیل کی پیداوار کے اہم علاقے زیادہ تر سطح مرتفع پوٹھوہار میں واقع ہیں۔ تیل کے کنویں آدمی اور قاضیاں (ضلع راولپنڈی) میں ہیں۔ جبکہ ڈھوڈک (ڈیرہ غازی خاں)، کھلی (ضلع بدین) اور ٹنڈو اللہ یار (حیدرآباد) میں بھی تیل کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ یہ ذخائر ملکی تیل کی ضروریات میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

س31: پاکستان میں قدرتی گیس کب اور کہاں سے دریافت ہوئی؟

جواب: پاکستان میں قدرتی گیس 1952ء میں سوئی کے مقام (ضلع سبی، صوبہ بلوچستان) سے دریافت ہوئی۔ یہ ذخیرہ پاکستان بلکہ دنیا کے بڑے ذخائر میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ گیس نہ صرف گھریلو بلکہ صنعتی ضروریات کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے۔

س32: پاکستان میں خام لوہا کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: کالاباغ (ضلع میانوالی) کے ذخائر بہت بڑے ذخائر ہیں لیکن کوالٹی اچھی نہیں ہے۔ ڈول نسار (چترال) کے ذخائر میں اچھی قسم کا خام لوہا دریافت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ لنگریال، چلغازی (ضلع چاغی)، جزاری تنگ، ماری بیلا وغیرہ میں خام لوہے کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

س33: پاکستان میں تانبا کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: تانبے کے ذخائر صوبہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کے بہت سے مقامات پر دریافت ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں ضلع چاغی میں سینڈک اور بعض دیگر مقامات پر دریافت ہونے والے ذخائر نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

س34: پاکستان میں کرومائیٹ کن علاقوں سے حاصل ہوتی ہے؟

جواب: کرومائیٹ کے ذخائر مسلم باغ (ضلع ژوب)، چاغی اور خاران (بلوچستان) میں دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ کرومائیٹ کے ذخائر صوبہ سرحد میں مالاکنڈ اور مہمند ایجنسی میں بھی واقع ہیں۔

س35: سینڈک کاپر پروجیکٹ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں سینڈک اور اموری کے مقامات پر تانبے، سونے اور چاندی کے ذخائر موجود ہیں۔ یہ منصوبہ پاکستان کی معیشت میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے حکومت پاکستان نے چین کے ساتھ مل کر اس منصوبے کو شروع کیا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس منصوبے کی پایۂ تکمیل کے بعد تانبے کی سالانہ پیداوار 16000 ٹن، سونے کی 1.5 ٹن اور چاندی کی 2.75 ٹن ہوگی۔

س36: پاکستان میں خوردنی نمک کہاں کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: پاکستان میں خوردنی نمک کے وسیع ذخائر کوہستان نمک میں ملتے ہیں۔ کھیوڑہ (ضلع جہلم) کے مقام پر نمک کے سب سے بڑے ذخائر ہیں۔ محفوظ ذخائر کا اندازہ 4 ملین ٹن ہے۔ اس کے علاوہ وارچھا (ضلع خوشاب)، کالاباغ (ضلع میانوالی) اور بہادر خیل (ضلع کرک) میں بھی نمک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ماڑی پور (کراچی)، لسبیلہ اور مکران کے ساحل کے قریب سے بھی نمک حاصل ہوتا ہے۔ جہاں جھیلوں سے حاصل کردہ نمک کھانے کے علاوہ کیمیائی صنعت میں بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س37: پاکستان میں چونے کا پتھر کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: چونے کا پتھر سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے۔ پاکستان میں چونے کا پتھر زیادہ تر شمالی اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے ذخائر داؤد خیل، واہ، روہڑی، حیدرآباد، سبی اور خضدار میں پائے جاتے ہیں جسے زیادہ تر سیمنٹ کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

س38: پاکستان میں جپسم کن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: جپسم پاکستان میں زیادہ تر کوہستان نمک اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر اس کی کانیں کھیوڑہ، ڈنڈوٹ، داؤد خیل، روہڑی اور کوہاٹ میں ہیں۔ جپسم سیمنٹ کی صنعت، پلاسٹر آف پیرس، سلفیورک ایسڈ اور امونیم بنانے کے کام آتا ہے۔

س39: پاکستان میں گندھک کن علاقوں سے حاصل ہوتی ہے؟

جواب: گندھک صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں کوہ سلطان اور ضلع کچھی کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔

س40: پاکستان میں سنگِ مَرمَر کہاں کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟

جواب: پاکستان میں سنگِ مرمر مختلف اقسام کا پایا جاتا ہے جو مختلف رنگوں میں بھی ملتا ہے۔ سنگِ مَرمَر کے پیداواری علاقے ملاگوری (خیبر ایجنسی)، مردان، سوات، نوشہرہ، ہزارہ، چاغی (بلوچستان) اور گلگت ہیں۔ کالا اور سفید سنگِ مرمر بہت بڑی مقدار میں کالا چٹا کی پہاڑیوں (ضلع اٹک) سے ملا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد کشمیر میں ضلع مظفرآباد اور میرپور میں بھی سنگ مرمر دریافت ہوا ہے۔

س41: جناح بیراج کب تعمیر ہوا؟ اس سے کون سا علاقہ سیراب ہوتا ہے؟

ج کالاباغ کے مقام پر جناح بیراج 1947ء میں تعمیر کیا گیا اور یہاں سے نہریں نکالی گئیں تاکہ تھل کے صحرائی علاقے کو سیراب کیا جائے اور اُسے زراعت کے قابل بنایا جائے۔ چشمہ کے مقام پر بیراج تعمیر کیا گیا ہے۔ جس سے ایک رابطہ نہر نکالی گئی ہے تاکہ ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقوں کو سیراب کیا جاسکے۔

س42: تونسہ بیراج کب تعمیر کیا گیا؟ اس سے کون سا علاقہ سیراب ہوتا ہے؟

ج تونسہ بیراج 1958ء میں تعمیر کیا گیا۔ اس بیراج سے نکالی گئی نہریں مظفرگڑھ، راجن پور اور ڈیرہ غازی خاں کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔

س43: گدو بیراج کب تعمیر کیا گیا؟ اس سے کون سا علاقہ سیراب ہوتا ہے؟

ج گدو بیراج 1962ء میں تعمیر کیا گیا جو سکھر سے 150 میل شمال میں واقع ہے۔ اس بیراج سے جو نہریں نکالی گئی ہیں، ان سے جیکب آباد، سکھر اور لاڑکانہ کے اضلاع کی زمین سیراب ہوتی ہے۔

س44: پاکستان کا سب سے بڑا بیراج کونسا ہے اور اس سے کتنی نہریں نکالی گئیں ہیں؟

ج سکھر بیراج 1932ء میں دریائے سندھ پر تعمیر کیا گیا جو پاکستان کا سب سے بڑا بیراج ہے۔ یہاں سے سات نہریں نکال کر صوبہ سندھ کے رقبے کو سیراب کیا جارہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س45: تربیلا ڈیم سے کتنی بجلی حاصل کی جاسکتی ہے؟ اور یہ کب مکمل ہوا؟

جواب: دریائے سندھ پر پاکستان کا پن بجلی کی پیداوار میں سب سے بڑا پن بجلی گھر ہے جو پاکستان کی کل پن بجلی کا 52 فی صد پیدا کرتا ہے۔ اس کی کل پیداوار 3478 میگاواٹ ہے۔ تربیلا ڈیم 1974ء میں مکمل ہوا۔ اس پر 18 ملین روپے کا خرچہ ہوا۔ یہ ڈیم 9000 فٹ لمبا ہے جو نہ صرف پن بجلی کی پیداوار میں اہمیت رکھتا ہے بلکہ آبپاشی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تربیلا ڈیم دنیا کے بڑے ڈیموں میں سے ایک ہے۔

س46: غازی بروتھا پروجیکٹ کب مکمل ہوا اور اس سے کتنی بجلی پیدا کی جارہی ہے؟

جواب: غازی بروتھا پروجیکٹ پاکستان کا دوسرا بڑا پن بجلی کا منصوبہ ہے جو 03-2002ء میں مکمل ہوا۔ یہاں سے 1450 میگاواٹ بجلی پیدا کی جارہی ہے جو کل پن بجلی کی پیداوار کا 22 فیصد ہے۔

س47: منگلا ڈیم کی کل پیداواری صلاحیت کتنی ہے؟ یہ کب تعمیر کیا گیا؟

جواب: منگلا ڈیم پاکستان میں پن بجلی کی پیداوار کا تیسرا بڑا پن بجلی گھر ہے۔ اس کی پیداواری صلاحیت 1000 میگاواٹ ہے جو کل پن بجلی کی پیداوار کا 15 فیصد ہے۔ یہ ڈیم دریائے جہلم پر واقع ہے۔ اس سے نہ صرف پن بجلی کی پیداوار حاصل ہوتی ہے بلکہ آبپاشی کی سہولت بھی میسر ہے۔ یہ ڈیم 1967ء میں مکمل ہوا۔ اس کی اونچائی 110 میٹر ہے۔ 2002ء میں منگلا ڈیم کی اونچائی میں اضافہ کیا گیا ہے تاکہ اس کی مصنوعی جھیل میں پانی کا ذخیرہ زیادہ ہوسکے۔

س48: وارسک ڈیم کب تعمیر ہوا اس کی پیداوار کتنی ہے؟

جواب: وارسک ڈیم دریائے کابل پر تعمیر کیا گیا ہے جو پشاور سے 32 میل شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس ڈیم کی پیداواری صلاحیت 240 میگاواٹ ہے جو کل پن بجلی کی پیداوار کا 3.5 فیصد ہے۔ یہ منصوبہ کینیڈا کی مدد سے 1960ء میں مکمل ہوا۔

س49: پاکستان نے ایٹمی دھماکے کب اور کہاں کیے؟

جواب: اس وقت پاکستان بھی ایک ایٹمی قوت بن چکا ہے۔ 28 مئی 1998ء میں بلوچستان میں چاغی کے مقام پر پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے۔ اس کا سہرا پاکستانی سائنسدانوں کی ٹیم کے سر ہے۔

س50: پاکستان کا سب سے بڑا ایٹمی پلانٹ کونسا ہے؟ اس کی پیداواری صلاحیت کتنی ہے؟

جواب: پاکستان کا پہلا ایٹمی پلانٹ کراچی کے مقام پر لگایا گیا ہے، جسے کینپ (KANUPP) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی کل پیداواری صلاحیت 137 میگاواٹ ہے۔

س51: پاکستان کا دوسرا بڑا ایٹمی بجلی گھر کونسا ہے؟ اس کی پیداواری صلاحیت کتنی ہے؟

جواب: دوسرا ایٹمی بجلی گھر چشمہ کے مقام پر لگایا گیا، جسے چشمہ نیوکلیر پاور پروجیکٹ کا نام دیا گیا۔ یہ چین کی مدد سے مکمل کیا گیا اور اسے نیشنل گرڈ کے ساتھ 13 جون 2000ء میں منسلک کیا گیا۔ اس کی پیداواری صلاحیت 325 میگاواٹ ہے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارے چشمہ بیراج کے قریب ضلع میانوالی میں واقع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س52: پاکستان کی اہم برآمدات کون کونسی ہیں؟

جواب: 2001ء میں پاکستان کی کُل برآمدات 7.5 بلین تھیں۔ پاکستان ساری دنیا میں سب سے زیادہ سوتی دھاگہ، سوتی کپڑا، بُنے ہوئے کپڑے، ریڈی میڈ گارمنٹس، بستر کی چادریں، ٹیکسٹائل، چاول، چمڑے کا سامان، قالین، کھیلوں کا سامان، آلات جراحی، مچھلی کا تیل اور مچھلی کے علاوہ دیگر اشیاء برآمد کرتا ہے۔

س53: درآمدات سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ اشیاء جن کی ملک میں قلت یا کمی ہوتی ہے وہ اشیاء دوسرے ممالک سے منگوا کر ملک کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے، انہیں درآمدات کہتے ہیں مثلاً الیکٹرانک آلات اور دوسرا خام مواد وغیرہ۔

س54: پاکستان کی اہم درآمدات کون کون سی ہیں؟

جواب: پاکستان کی درآمدات میں مشینری، ٹرانسپورٹ کا سامان، کھادیں، کیمیکلز، رنگ، ادویات، اناج اور کھانے پینے کا سامان، لوہا اور لوہے کا سامان اور صنعتی خام مال شامل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 7

پاکستان اور عالمی تعلقات

س1: خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟

جواب: خارجہ پالیسی سے مراد ہے بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرنا، انہیں فروغ دینا اور اپنے ملکی اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات کرنا۔

س2: خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول لکھیے۔

جواب: پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول یہ ہیں:

1- پُرامن بقائے باہمی
2- غیر جانب داریت
3- دوطرفہ تعلقات
4- اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر عمل
5- حقِ خودارادیت
6- عالمِ اسلام کا اتحاد
7- تخفیفِ اسلحہ کی حمایت
8- نسلی امتیاز کا خاتمہ
9- امن و آشتی کا فروغ
10- ہمسایہ ممالک سے بہتر تعلقات

س3: پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد تحریر کریں۔

جواب: پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1- نظریاتی تحفظ
2- قومی سلامتی
3- ہمہ گیر معاشی ترقی

س4: قومی سلامتی سے کیا مراد ہے؟

جواب: قومی سلامتی سے مراد یہ ہے کہ ملک وقوم کو تمام اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا جائے۔ پاکستان کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا اور دوسرے ممالک سے بھی یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی اس کے داخلی معاملات میں ٹانگ نہ اڑائیں۔ قومی سلامتی ہی میں قومی بقاء اور ہر قسم کی انفرادی اور اجتماعی ترقی اور خوشحالی کا راز مضمر ہے۔

س5: انتظامی تکون سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاکستان کی قومی سطح پر انتظامی تکون سے مراد، وہ تین بنیادی ذرائع ہیں جو ہماری خارجہ پالیسی کی تشکیل کرتے ہیں اور وہ ہیں:

1۔صدر
2۔وزیراعظم اور
3۔فوج کا سربراہ

س6: وزارتِ خارجہ کیا فرائض سرانجام دیتی ہے؟

جواب: وزارتِ خارجہ، خارجہ پالیسی کے ماہرین اور اعلیٰ پائے کے بیوروکریٹس پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ لوگ ملکی خارجہ پالیسی کے مقاصد، اصولوں اور ترجیحات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی تیار کرتے ہیں۔ وزارتِ خارجہ، خارجہ پالیسی کی تشکیل میں انتظامی تکون کی رہنمائی کرتی ہے۔

س7: پارلیمنٹ خارجہ پالیسی کے ضمن میں کیا کام کرتی ہے؟

جواب: وزارتِ خارجہ انتظامیہ کی ہدایت کے مطابق ملک کی خارجہ پالیسی وضع کرتی ہے اور بعض اوقات اسے قومی اسمبلی اور سینٹ کے سامنے منظوری کے لیے پیش کرتی ہے اور بحث وتمحیص کے بعد پارلیمنٹ اسے عموماً منظور کر ہی لیتی ہے یا بعض اوقات اس میں کچھ مناسب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبدیلیوں کی بھی سفارش کر دیتی ہے۔

س8: پاکستان اور افغانستان کا مستقل کمیشن کب قائم ہوا؟ اس کے دو فرائض بھی لکھیے۔

جواب: پاکستان اور افغانستان کا یہ کمیشن مئی 2000ء میں قائم ہوا اور اس کے اہم فرائض سرحد کے آر پار سمگلنگ کو روکنا، افغان مہاجرین کی واپسی اور باہمی اختلافات کا تصفیہ کرنا ہیں۔

س9: پاکستان سعودی اکنامک کمیشن کے مقاصد کیا ہیں؟

جواب: سعودی دارالحکومت ریاض میں قائم ہونے والے پاک سعودی اکنامک کمیشن کے مقاصد میں اسلامی اخوت کے باہمی رشتوں کو مضبوط کرنا اور معاشی ترقی کے لیے مشترکہ منصوبہ بندی شامل تھی۔ چنانچہ اس کمیشن کے تحت 155 منصوبوں پر عمل درآمد شروع ہوا، جن کے لیے معاشی امداد مہیا کی گئی۔

س10: ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا واقعہ مختصراً بیان کیجیے۔

جواب: 11 ستمبر 2001ء کو امریکہ کے شہر نیو یارک کی بلند ترین عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ساتھ قریباً نو بجے صبح دو اغواء شدہ طیارے آ کر ٹکرائے۔ جس کے نتیجے میں عمارت آناً فاناً راکھ اور ملبے کا ڈھیر بن گئی اور قریباً دو ہزار انسان چشم زدن میں لقمۂ اجل بن گئے۔ عالمی رائے عامہ اس بات کو محض اتفاق ماننے پر تیار نہ تھی کہ اس دن ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر کام کرنے والے تمام یہودی چھٹی پر تھے لیکن امریکہ نے بلا تحقیق اس حملے کا سارا الزام افغانستان کی طالبان حکومت کے رہنما اسامہ بن لادن پر لگا کر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اسے صلیبی جنگ اور دہشت گردی قرار دے کر دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ قائم کر لیا۔

س11: پاکستان کے ایٹمی دھماکوں پر مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب: بھارت 1974ء سے ایٹمی قوت بن چکا تھا اور وقتاً فوقتاً ایٹمی دھماکے کر کے پاکستان کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ 11 مئی 1998ء کو جب اس نے یکدم چار ایٹمی دھماکے کر ڈالے تو اس نے پاکستان کو ایٹمی حملے کی دھمکیاں بھی دینا شروع کر دیں۔ برصغیر میں طاقت کا توازن بری طرح بگڑ چکا تھا۔ نتیجے کے طور پر پاکستان کو بھی مجبوراً اس میدان میں اترنا پڑا۔ چنانچہ وزیر اعظم نواز شریف نے 28 مئی 1998ء کو چاغی کی پہاڑیوں میں بیک وقت پانچ ایٹمی دھماکے کر کے دنیا بھر سے اپنی ایٹمی طاقت کا لوہا منوا لیا حتیٰ کہ بھارت بھی اپنا لہجہ بدلنے پر مجبور ہو گیا۔ پاکستان کے ایٹمی قوت بن جانے سے تمام مسلم ممالک کی حوصلہ افزائی ہوئی اور پاکستان کا وقار بلند ہوا۔ ان ایٹمی دھماکوں میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر ثمر مبارک مند اور ان کے ساتھیوں کی ذہانت اور فنی اور تکنیکی مہارت نے بنیادی کردار ادا کیا۔

س12: خارجہ پالیسی میں سیاسی جماعتوں اور پریشر گروپ کا کیا کردار ہے؟

جواب: انتخابات سے پہلے ملک کی سیاسی جماعتیں اپنے اپنے منشور شائع کرتی ہیں اور ان میں خارجہ پالیسی کے متعلق بھی اپنے عزائم کا اظہار کرتی ہیں۔ عوام ووٹ دیتے وقت پارٹی کے منشور میں اس کی خارجہ پالیسی کو بھی سامنے رکھتے ہیں۔ جو سیاسی جماعت انتخابات کے نتیجہ میں برسر اقتدار آ جائے، وہ اپنے نقطہ نظر کے مطابق ملک کی خارجہ پالیسی کو تشکیل دیتی ہے۔ اس طرح پریشر گروپ بھی خارجہ پالیسی کی ترجیحات کو وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے پر حکومت کو مجبور کر لیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س13: دفاعی میدان میں پاکستان اور چین کے درمیان کون سے معاہدے ہوئے ہیں؟

جواب: 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں چین نے پاکستان کے دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے اسلحہ دیا۔ 1995ء میں پاکستان اور چین کے درمیان کئی باقاعدہ دفاعی معاہدے ہوئے جن کے تحت چین نے کامرہ کمپلیکس اور واہ آرڈیننس فیکٹری کی تعمیر میں پاکستان کی مدد کی اور صوبہ سرحد میں ہیوی الیکٹریکل کمپلیکس کے لیے 273 ملین روپے کی امداد مہیا کی۔ چین کی مدد سے ٹیکسلا میں قائم ہونے والے بھاری مشینی کمپلیکس میں ٹینک اور میزائل وغیرہ بھی تیار ہو رہے ہیں۔

س14: معاشی ترقی کے لیے پاکستان کی خارجہ پالیسی کس قسم کی ہے؟

جواب: معاشی ترقی کے لیے پاکستان دنیا کے کسی ایک بڑے سیاسی بلاک کے ساتھ منسلک نہیں ہے بلکہ غیر وابستہ ممالک کی تنظیم (N.A.M) کا ایک سرگرم ممبر ہے۔ پاکستان اپنی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے لیے کسی بڑی عالمی طاقت کی ہدایات کا پابند نہیں بلکہ اپنے ملکی اور قومی مفادات ہی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی معاشی پالیسیاں بناتا ہے۔

س15: اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا قیام کب عمل میں آیا؟

جواب: اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا قیام مراکش کے شہر رباط میں 1969ء میں عمل میں آیا۔

س16: دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کب اور کہاں منعقد ہوئی؟

جواب: دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس 1974ء میں پاکستان کے شہر لاہور میں منعقد ہوئی۔

س17: اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے چار اہم اغراض و مقاصد بیان کریں؟

جواب:
1۔ مسلم ریاستوں کا جوہری خطرات سے دفاع کرنا۔
2۔ اسلامی ممالک کے باہمی تنازعات کا پرامن طریقے سے حل تلاش کرنا۔
3۔ اسلامی ممالک کی معاشی ترقی کے لیے تعاون کرنا۔
4۔ اسلامی ممالک کے مقبوضہ علاقوں کی بازیابی کے لیے اقدامات کرنا۔

س18: اقتصادی تعاون کی تنظیم کا قیام کب عمل میں آیا؟ اس تنظیم کے رکن ممالک کے نام لکھیں۔

جواب: اقتصادی تعاون کی تنظیم کا قیام 1985ء میں ہوا اور اس کے رکن ممالک کی تعداد 10 ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

1۔	پاکستان	2۔	ایران	3۔	ترکی	4۔	تاجکستان	5۔	ازبکستان
6۔	کرغیزستان	7۔	ترکمانستان	8۔	آذربائیجان	9۔	قازقستان	10۔	افغانستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س19: اقتصادی تعاون کی تنظیم کے مقاصد بیان کریں۔

جواب: 1۔ رکن ممالک کے درمیان تجارت کو فروغ دینا۔

2۔ رکن ممالک کے درمیان آزادانہ نقل و حمل کے لیے اقدامات کرنا۔

3۔ رکن ممالک کے درمیان صنعتی اور تکنیکی میدانوں میں تعاون کرنا۔

4۔ رکن ممالک کے درمیان سیاحت، تعلیم اور تاریخ کے میدانوں میں تعاون کرنا۔

س20: اسرائیل نے کب پہلی بار مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کی جسارت کی؟

جواب: اسرائیل نے مسجد اقصیٰ میں پہلی دفعہ 1969ء میں آتشزدگی کی جسارت کی۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب مطالعہ پاکستان (لازمی) بی کام پارٹ-II / بی اے / بی ایس سی

اہم سوالات

1- قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد تفصیل سے بیان کریں۔
2- نظریہ سے کیا مراد ہے۔ نظریہ پاکستان کی وضاحت کریں۔ علامہ اقبال اور قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی تفصیل بیان کریں۔
3- جنوبی ایشیاء میں دوقومی نظریہ کی تاریخی ارتقاء کی روشنی میں وضاحت کریں۔
4- حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ملی خدمات کا جائزہ لیں۔
5- سرسید احمد خاں نے تحریک علی گڑھ کے سلسلے میں مسلمانان ہند کیلئے جو خدمات سرانجام دیں بیان کریں۔
6- تقسیم بنگال اسباب، تنسیخ اور اثرات تحریر کریں۔
7- تحریک پاکستان میں شملہ وفد کے مطالبات اور اہمیت بیان کریں۔
8- کیا مسلم لیگ ایک عوامی تحریک تھی؟ اس پس منظر کے تحت مسلم لیگ کے قیام کے اسباب، اغراض و مقاصد اور اہمیت واضح کریں۔
9- تحریک خلافت کے واقعات، اغراض و مقاصد، اثرات اور ناکامی کیا سباب بیان کریں۔
10- خطبہ الٰہ آباد کے اہم نکات اور اہمیت بیان کریں۔
11- کانگریسی وزارتوں کے مظالم اور اثرات تحریر کریں۔
12- قرارداد لاہور اور اس کی اہمیت بیان کریں۔
13- پاکستان کے ابتدائی مسائل تفصیل سے بیان کریں۔
14- استحکام پاکستان کیلئے قائداعظم کی خدمات کا جائزہ لیں۔
15- 1973ء کے آئین کی اہم اسلامی دفعات پر روشنی ڈالیں۔
16- پاکستان میں نفاذ اسلام کیلئے کی گئی کوششوں کا جائزہ لیں۔
17- پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت بیان کریں۔
18- خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟ خارجہ پالیسی کے بنیادی اصول اور مقاصد بیان کریں۔
19- مندرجہ ذیل پر نوٹ تحریر کریں۔

i- دارالعلوم دیوبند
ii- انجمن حمایت اسلام
iii- میثاق لکھنؤ
iv- نہرو رپورٹ 1928ء
v- قائداعظم کے چودہ نکات
vi- مسئلہ کشمیر
vii- قائداعظم محمد علی جناحؒ کی خدمات بطور بانی پاکستان
viii- پاکستان کے قدرتی وسائل اور ان کی اہمیت
ix- اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO)
x- اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC)
xi- اقتصادی تعاون کی تنظیم (ECO)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرچہ مطالعہ پاکستان بی کام پارٹ ٹو 2005

کل نمبر 40 — وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام اور اہمیت پر بحث کریں۔
2۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علامہ اقبال کی خدمات کا جائزہ لیں۔
3۔ تحریک خلافت پر جامع نوٹ لکھیں۔
4۔ پاکستان میں اسلامی نظام پر تبصرہ کریں۔

پرچہ مطالعہ پاکستان بی کام پارٹ ٹو 2006

کل نمبر 40 — وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات پر جامع نوٹ تحریر کریں۔
2۔ تحریک پاکستان میں قائداعظم کی خدمات کا جائزہ لیں۔
3۔ قیام پاکستان کے وقت درپیش آنے والے ابتدائی مسائل کا جائزہ لیں۔
4۔ پاکستان کے محل وقوع کی جغرافیائی اہمیت پر بحث کریں۔

پرچہ مطالعہ پاکستان بی کام پارٹ ٹو 2007

کل نمبر 40 — وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی خدمات پر جامع نوٹ تحریر کریں۔
2۔ 1937ء کی کانگریسی وزارتوں کے رویے پر جامع نوٹ لکھیں۔
3۔ 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات پر روشنی ڈالیں۔
4۔ مختصر نوٹ تحریر کریں۔

(الف) تقسیم بنگال — (ب) مسلم لیگ کے ابتدائی مقاصد
(ج) اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے مقاصد — (د) تحریک خلافت کی ناکامی کے اسباب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرچہ مطالعہ پاکستان بی کام پارٹ ٹو 2008

کل نمبر 40 وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دینی اور ملی خدمات کا جائزہ لیں۔

2۔ تقسیم بنگال 1905ء کے اسباب اور اس کی منسوخی کے اسباب بیان کیجئے۔

3۔ شملہ وفد کا پس منظر اور اس کے مطالبات بیان کیجئے۔

4۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں۔

(الف) قرارداد مقاصد (ب) خطبہ الہ آباد (ج) پاکستان کا محل وقوع (د) میثاق لکھنؤ

پرچہ مطالعہ پاکستان بی کام پارٹ ٹو 2009

کل نمبر 40 وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ نظریہ پاکستان سے کیا مراد ہے۔ نظریہ پاکستان کے حوالے سے قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد تحریر کیجئے۔

2۔ سر سید احمد خان کی تعلیمی خدمات کا جائزہ لیجئے۔

3۔ 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات تحریر کریں۔

4۔ مندرجہ ذیل دو پر مختصر نوٹ لکھیں۔

1- شیخ مجدد الف ثانیؒ 2- دو قومی نظریہ

پرچہ مطالعہ پاکستان بی کام پارٹ ٹو 2010

کل نمبر 40 وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی خدمات اسلام پر روشنی ڈالئے۔

2۔ اُن اسباب کو بیان کیجئے۔ جن کی بناء پر برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے لئے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا۔

3۔ اُن ابتدائی مشکلات کو تحریر کیجئے۔ جو پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کو اپنے قیام کے فوراً بعد پیش آئیں۔

4۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی دو پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(الف) سر سید احمد خان (ب) قرارداد مقاصد

(ج) پاکستان کی معاشی ترقی میں قدرتی وسائل کی اہمیت

(د) پاکستان کے شہری علاقوں کے کوئی سے دس مسائل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرچہ مطالعہ پاکستان بی کام پارٹ ٹو 2011

کل نمبر 40 وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ نظریہ پاکستان کی تعریف کریں اور اس نظریے کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی بحث کریں۔

2۔ تحریکِ خلافت کے مقاصد، واقعات اور اہمیت بیان کریں۔

3۔ پاکستان کے قدرتی وسائل پر ایک مفصل نوٹ لکھیں۔

4۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی دو پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(الف) تحریک مجاہدین

(ب) انجمن حمایت اسلام

(ج) شملہ وفد

(د) 1937ء کی کانگریسی وزارتیں

پرچہ مطالعہ پاکستان بی۔اے/بی۔ایس۔سی پارٹ ٹو 2011

کل نمبر 40 وقت ڈیڑھ گھنٹہ

نوٹ: علامہ اقبال کے اشعار لکھنے والے کو ترجیحی نمبر دیئے جائیں گے۔

نوٹ: کوئی سے دو سوال حل کریں۔ سب سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

1۔ دو قومی نظریہ پر تفصیلی نوٹ لکھئے؟

2۔ تحریک خلافت کیوں شروع ہوئی اور یہ کیوں ناکام ہوئی؟

3۔ خطبۂ الہ آباد کی اہمیت واضح کیجئے؟

4۔ پاکستان میں صنعتی ترقی کے مسائل بیان کریں اور اس کے حل کیلئے کئے گئے حکومتی اقدامات تحریر کریں۔

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

SELF STUDY SERIES

A Questions & Answers Series For B.Com II

1- Economics of Pakistan
2- Business Law
3- Auditing
4- مطالعہ پاکستان (اردو)

SOLVED PAPERS SERIES

Helps To Get 100% Marks

1- Advanced Accounitng
2- Cost Accounitng
3- Income Tax Law
4- Business Communication
5- 8 in 1 (5 Years Solved Papers)

OBJECTIVE BOOKS

With New Pattern

1- Advanced Accounting
2- Cost Accounting
3- Auditing
4- Economics of Pakistan
5- Business Communication
6- Business Law
7- مطالعہ پاکستان (اردو)
8- Combine Objective of all Subjects

Azeem Academy
Publishers & Booksellers
website: www.azeemacademy.pk

Lahore 042-37231448
Rawalpindi 051-4420510-1
Faisalabad 041-2629091
Karachi 021-32775294

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ